"کمیٹی برائے ترویج و اشاعت اردو" حکومت آندھرا پردیش اور
عثمانیہ یونیورسٹی کی مالی امداد سے شائع کیا گیا۔

قدیم اردو

جلد اول، ۱۹۶۵ء

ایڈیٹر
مسعود حسین خاں

شائع کردہ شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی
حیدرآباد

پہلی اشاعت ۱۹۶۵ ء
تعداد ۵۰۰
قیمت تیرہ روپے

ملنے کا پتہ

خریداری کے سلسلے کی جملہ خط و کتابت
مینجنگ ایڈیٹر، ڈاکٹر غلام عمر خاں،
شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی
حیدرآباد سے کی جائے۔

مطبع

دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد میں طبع ہو کر
شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی
سے شائع ہوا۔

افتتاحیہ

"قدیم اردو" کا یہ تحقیقاتی سلسلۂ مطبوعات، حیدرآباد اور شعبہ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی کی ان روایات علمی کا تسلسل پیش کرتا ہے، جن کی بدولت، پچھلی نصف صدی میں، انفرادی اور اجتماعی کوششوں کے ذریعہ، اردوئے قدیم کا نایاب سرمایہ دست برد زمانہ سے محفوظ رہ گیا، اور تاریخ ادب اردو کا ایک نیا دبستان کھل گیا۔

کسی بھی زبان کی تاریخ ادب لکھنے سے قبل یہ ناگزیر ہے کہ اس زبان کے مشہور شعرا اور اہل قلم کی تصانیف کے تحقیقی ایڈیشن مقدمات و حواشی کے ساتھ مرتب کر دیے جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے بعد پہلی بار اس کام کی جانب سنجیدگی سے توجہ کی گئی اور مختلف افراد اور کمیٹیوں نے اس کام کو حسب استعداد انجام دیا، اسطرح کہ تھوڑے ہی عرصے میں کم و بیش پچیس نایاب مخطوطات منظر عام پر آ گئے۔ لیکن قدیم اردو کا جس قدر سرمایہ ابھی تک حیدرآباد اور دکن کے دوسرے مقامات پر سرکاری اور ذاتی کتب خانوں میں محفوظ ہے اسکی کمیت کے پیش نظر جو بھی کام اب تک ہوا ہے وہ "یک نظر بیش نہیں" کا مصداق ہے۔

چنانچہ "قدیم اردو" کے عام نام کے تحت، یہ تجویز
قرار پائی کہ اردو مخطوطات کو شائع کرنے کا سلسلہ
شعبہ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے از سرنو جاری
کیا جائے۔ اس کی پہلی جلد پیش خدمت ہے، جس میں
پانچ چھوٹے بڑے مخطوطات اور بعض نادر غزلیات اور
رباعیات کا متن، سیر حاصل مقدمات و حواشی کے ساتھ،
پہلی بار مرتب کرکے پیش کیا جارہا ہے۔ ان کی ترتیب
و تہذیب میں مرتبین نے اپنا اپنا انفرادی انداز قائم رکھا ہے،
تاہم اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ قدیم اردو کے
تلفظات کا صحت کے ساتھ تعین کیا جاسکے۔ اس غرض سے
اِعراب اور دیگر تشریحات سے مدد لی گئی ہے۔ مشکل
مقامات سے سرسری گذرنے اور محض نقل نویسی کا جو
عام انداز اب تک رہا ہے، اس سے گریز کیا گیا ہے۔ تلاش
و جستجو کے باوجود جو مقامات حل نہیں ہوسکے ان پر
سوالیہ نشان قائم کردیا گیا ہے۔ فرہنگ نویسی میں جہاں
ضرورت محسوس کی، تاریخی لسانیات سے مدد لے کر معنی
تعین کیا گیا ہے۔ قیاسی تصحیح کے مقامات کی وضاحت کردی
گئی ہے۔ جن مخطوطات کا متن اس شمارہ میں پیش
کیا جارہا ہے ان کے بارے میں کچھ کہنا لا حاصل ہے
اسلئے کہ ہر مرتب نے شرح و بسط کے ساتھ زیر ترتیب
مخطوطے کی ادبی و لسانی اہمیت سے بحث کی ہے۔ صر

اسقدر اشارہ کر دینا کافی ہوگا کہ قدیم اردو کے اس شمارے
میں ایسا متن بھی شامل ہے جو ادبی حیثیت سے غیر معمولی
اہمیت رکھتا ہے اور ناقدین ادب کی طبع آزمائی کے لئے
نئی جولاں گاہ فراہم کرتا ہے، اور ایسا متن بھی، جو
اپنی لسانیاتی اہمیت کی وجہ سے اردو زبان کے مورخ کے
لئے ناگزیر ہے۔

"قدیم اردو" کا پہلا شمارہ جس اہتمام کے ساتھ
دیدہ زیب کاغذی پیرہن میں نکل رہا ہے، اس کا، اس
انداز میں شائع کرنا، ممکن نہ ہوتا اگر سرکار آندھراپردیش
کی "کمیٹی برائے ترویج و اشاعت اردو" کی فیاضانہ مالیاتی
امداد شامل حال نہ ہوتی۔ میں اس سلسلے میں اس کے صدر،
جناب سید علی اکبر صاحب اور معتمد اعزازی، جناب رائے
جانکی پرشاد صاحب اور دیگر اراکین کمیٹی کا بے حد ممنون
ہوں، جن کے توسط سے قدیم اردو کے لیے سب سے بڑا
عطیہ مل سکا۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، ڈاکٹر
ڈی۔ ایس۔ ریڈی اور یونیورسٹی کالج آف آرٹس اینڈ کامرس
کے سابق پرنسپل پروفیسر عبدالقادر صاحب بھی شکریہ کے
مستحق ہیں جن کی علم دوستی اور سفارش کے ذریعہ عثمانیہ
یونیورسٹی سے بھی اس رسالہ کے لیے ایک گراں قدر رقم
مل سکی۔

آخر میں مجھے رفیق شعبہ ڈاکٹر غلام عمر خاں صاحب سے اظہار تشکر کرنا ضروری ہے، جنھوں نے اس کی طباعت کے ہر ہر مرحلہ پر میرا ھاتھ بٹایا۔ عزیز شاگرد مصطفے کمال صاحب نے سرورق کی طباعت میں جو تگ و دو کی ہے، اس کے لیے میں ان کا بھی ممنون ہوں۔ مجھے امید ہے کہ محققین کے جس گروہ نے، قدیم اردو کے پہلے شمارے کے لیے صلہ و ستائش کی تمنا کئے بغیر، محض نشاط کار کی خاطر شب زندہ داریاں کی ہیں، ان کا قلمی تعاون مجھے آئندہ بھی حاصل رہے گا تا کہ اردوئے قدیم کے نایاب متن کو شائع کرنے کا یہ سلسلہ، سال بہ سال، جاری رہے اور اسی طرح مرحوم جامعہ عثمانیہ کے علمی قرض کا کچھ حصہ چکایا جاسکے۔

مسعود حسین خاں

۱۷ / دسمبر ۱۹٦۵ ء

حیدر آباد

فہرست

مَینا سَتونتی

از

ملک الشعراء غواصی

مرتبہ

ڈاکٹر غلام عمر خاں

استاد شعبہ اردو ، عثمانیہ یونیورسٹی

مقدمه

غواصی کی دو طویل مثنویاں «سیف الملوک و بدیع الجمال» اور «طوطی نامہ» اور اس کے ضخیم دیوان سے کچھ ادھوری غزلیں اور قصائد «کلیات غواصی» کے نام سے شائع ہو چکے ھیں۔ غواصی کے پیش نظر مثنوی «میناستونتی» ھے جس کے متعدد نسخے گذشتہ آٹھ دس سال کے عرصے میں ھندوستان کے کتب خانوں میں دریافت ھوے ھیں۔

اس مثنوی کے دو مخطوطے ابتداء مولوی نصیر الدین ھاشمی کو لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں ملے تھے۔ جس کا ذکر انہوں نے «یورپ میں دکھنی مخطوطات» میں تحقیق طلب مخطوطات کے تحت کیا ھے۔ بلوم ھارٹ کے مرتبہ کیٹلاگ کی اتباع میں مذکورہ توضیحی فہرست میں بھی اس مثنوی کو کوا اور مینا کی کہانی سے تعبیر کیا گیا ھے۔

مَینا یا مَیناوتی، قصہ کی ھیروئن کا نام ھے۔ کہانی کا ھیرو، لُورِك ایك گوالا ھے، جس کے لیے قدیم دکنی میں «گوال» کا لفظ استعمال ھوا ھے، اور جو مخطوطوں میں «کوال» کی شکل میں ملتا ھے۔ مَینا کی مناسبت سے غالباً اس لفظ کو کوّا سمجھا گیا، اور قصہ کو کوّا اور مینا کی کہانی۔ انڈیا آفس کے ان مخطوطوں سے مصنف کے نام یا سنہ تصنیف پر کوئی

روشنی نہیں پڑتی[1]

یورپ میں دکنی مخطوطات کی اشاعت کے تقریبا چونتیس برس بعد، جب ھاشمی صاحب نے سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اردو مخطوطات کی فہرست مرتب کی، تو یہاں انہیں اس مثنوی کے پانچ نسخے ملے۔ اور مثنوی کے بعض اشعار میں لفظ «غواص» کے استعمال سے انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ شاید یہ مثنوی غواصی کی ھو، کیوں کہ غواصی نے اپنی دوسری تصانیف، بالخصوص «سیف الملوك» میں متعدد مقامات پر اپنا تخلص «غواص» استعمال کیا ھے۔ مینا ستونتی کے جن اشعار میں لفظ «غواص» استعمال ھوا ھے، وہ یہ ھیں:

مرے ست کے دریا کا لورك غواص
نہ لے سے کوئی اس باج موتیاں کی راس

بزاں سور غواص بانديا كمر
ڈوبیا جا کے مغرب کے دریا بھتر

چوں کہ ان اشعار میں «غوّاص» تخلص کی حیثیت سے نہیں، بلکہ لفظی معنوں میں استعمال ھوا ھے، اس لیے ھاشمی صاحب مرحوم کے بیان کے مطابق ان کے ایك ملاقاتی نے جو دکنی مخطوطات سے دلچسپی رکھتے تھے، ان کے

(۱) یورپ میں دکنی مخطوطات، ص ٥٦٨ تا ٥٧٠۔

خذ کردہ نتیجہ کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ۔ لیکن پانچ سال بعد سنہ ۱۹۶۱ع میں جب ہاشمی صاحب نے کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) کے مخطوطات کی توضیحی فہرست مرتب کی ، تو اس لائبریری میں بھی چار نسخے انہیں اس مثنوی کے دستیاب ہوئے ، جن کے منجملہ دو قدیم ترین مخطوطوں میں قصہ کے آخر میں وہ اشعار ملے جن میں واضح طور پر شاعر کا تخلص موجود تھا ۔ چنانچہ متذکرہ فہرست میں ان مخطوطات کے متعلق ہاشمی صاحب نے لکھا ہے :

"بعض اصحاب کا خیال ہے کہ یہ مثنوی غواصی کی نہیں ہے ۔ اس لیے تخلص کے اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں ، کیوں کہ کتب خانہ سالار جنگ کے مخطوطات میں تخلص کے اشعار نہیں ہیں" (۱)

اشعار یہ ہیں :

کیا نظم قصے کا نابات کھول
دیکھو چوک یاراں تو راکھو نہ بول

برے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام

غواصی کینے یو کرنا نظر
دعا حق سوں منگنا مرے حق اوپر

---

(۱) اردو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ ، جلد اول ، ص ۹۴ ۔

دوسرے مخطوطے میں تخلص والے مصرعہ کے الفاظ یہ ھیں:

غواصی پو کرنا کرم کی نظر

ڈاکٹر زور مرحوم نے بھی کلیات غواصی پر جو مقدمہ لکھا ھے ، اس میں غواصی کے حالات اور تصانیف کا ذکر کرتے ھوے اس غیر مطبوعہ مثنوی کا ذکر کیا ھے ۔ اگرچہ کتب خانہ آصفیہ کی توضیحی فہرست جس میں میناستونتی کے مندرجہ بالا مخطوطوں کی تفصیل درج ھے اس وقت بھی منظر عام پر نہیں آئی تھی ۔

راقم نے کوئی ڈھائی سال قبل اس مثنوی پر کام شروع کیا تھا ۔ نو مخطوطات کی مدد سے اسے اشاعت کے لیے مرتب کیا گیا ھے ۔ ان مخطوطات کی تفصیل درج کرنے سے قبل مناسب معلوم ھوتا ھے کہ شاعر کے حالات زندگی کا سرسری خاکہ ابتدا میں پیش کر دیا جائے ۔

غواصی کے حالات زندگی

عہد وسطی کے بعض نامور شاعروں کی طرح غواصی کی زندگی کے تفصیلی حالات بھی ابھی تک پردہ تاریکی میں ھیں ۔ اس کا نام ، سنہ پیدائش ، تعلیم و تربیت ، خانگی زندگی ، سنہ وفات ، مدفن ، بالخصوص زندگی کے آخری زمانے کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا ۔ قطب شاھی تاریخوں میں کچھ اچٹتے ھوئے اشارے ، خود شاعر کے کلام کی داخلی شہادتیں ، بعد کے شعر

اور تذکرہ نگاروں کے وہ اشعار یا مختصر جملے، جن میں غواصی کے کمال فن کا اعتراف کیا گیا ھے، یہی اس کے حالات کا ماخذ ھیں ۔ ان خارجی اور داخلی شہادتوں سے جو چیدہ چیدہ مواد اب تک جمع ھوا ھے، اسے مولوی نصیر الدین ھاشمی نے "دکن میں اردو" کے چھٹے ایڈیشن (سنہ ۱۹۶۳ ع) میں، اور "کلیات غواصی" کے مقدمہ میں ڈاکٹر زور نے یکجا کر دیا ھے ۔ اس لیے ان تفصیلات کو جزوی شہادتوں کے ساتھ یہاں دھرانے کی بجائے، ذیل میں غواصی کے حالات کا صرف ایک مختصر خاکہ جمع شدہ مواد کی روشنی میں پیش کیا گیا ھے ۔ البتہ اس کے نو دریافت شدہ کلیات کے بعض ایسے اشعار، جن سے راقم کے خیال میں غواصی کے حالات زندگی پر کچھ روشنی پڑتی ھے، ضروری وضاحت کے ساتھ درج کیے گئے ھیں ۔

غواصی، وجہی اور محمد قلی کے مقابلہ میں کم عمر تھا۔ قیاس ھے کہ عہد محمد قلی (۱۵۸۰ تا ۱۶۲۵ ع) کے نصف آخر میں، یعنی سولھویں صدی کے ربع اول میں اس نے مشق و مزاولت کی بدولت شعر گوئی میں مہارت حاصل کرلی تھی؛ اور تدریجی طور پر اسے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد، اور اپنے کمال فن کا شدید احساس پیدا ھوتا گیا ۔ محمد قطب شاہ کے عہد حکومت میں سنہ ۱۶۱۶ ع، یا سنہ ۱۶۱۸ ع میں، اس نے

مثنوی سیف الملوک تصنیف کی ۔ اس زمانے میں وہ معاشی
سماجی حیثیت سے عسرت اور کس مپرسی کی زندگی گزار رہا تھا۔
پھر سنہ ۱۶۲۵ ع میں جب عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہوا
تو غواصی نے نوجوان بادشاہ کے مذاق شعر و ادب کے پیش نظر،
اس مثنوی میں محمد قطب شاہ کی بجائے سلطان عبداللہ کی مدح
میں اشعار شامل کر کے اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا ۔
عبداللہ قطب شاہ نے اس کی سرپرستی کی، اور وہ دربار شاہی
سے متعلق ہو گیا ۔ بادشاہ نے غالباً اسے «فصاحت آثار» کے
خطاب سے بھی نوازا تھا، کلیات غواصی کے ایک قصیدے
میں ایک جگہ یہ واضح اشارہ ملتا ہے :

هزار شکر جو خوش ہو کے یو شہ عارف
خطاب منج کوں دیا ہے «فصاحت آثاری»

شاید یہ قصیدہ غواصی نے اسی موقع پر لکھا تھا ۔
کیوں کہ شروع سے آخر تک سارا قصیدہ تشکر و احسان مندی
کے احساسات سے معمور ہے ۔ آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے

زباں اچاؤں ترے شکر سات اے باری
کہ ہر زبان پہ ترا شکر ہے سدا جاری

تُہیں کریم، تجی کوں سجے کریمی جم
تُہیں غفور، تجی کوں سُہاے غفار

کسے جہاں میں توں نئیں دیکتا سو نئیں ہے کُچ
کہ ہر ذرے کے اُپر ہے تری نظر ساری
ہر اک بندے پہ ستر مادراں کی تیری مہر
تمام جگ تیرے یک مہر پر تے بلہاری

قصیدے کے آخری اشعار یہ ہیں:

اچھو تدھاں تلک اس شاہ کا بلند اقبال
جدھاں تلک کرے تاریاں میں چاند سرداری
خوشی سوں راکھ خدایا ہمیج اوس کے سائے میں
کہ میں غواصی ہم اس کا سدا ہوں درباری[1]

دربار شاہی سے متعلق ہونے کے بعد، غواصی کی قسمت کا ستارہ بہت جلد چمک اٹھا۔ اپنی شاعرانہ حیثیت سے قطع نظر۔ اس نے بادشاہ کے مزاج میں بھی کافی دخل پیدا کرلیا تھا۔ چنانچہ اپنے قصائد میں وہ حکام سلطنت کی کوتاہیوں کی جانب بادشاہ کی توجہ مبذول کرتا ہے، اور ایک با اعتماد مشیر کی طرح اسے ضروری مشورے دیتا ہے[2] بادشاہ نے اسے جاگیر و مناصب سے بھی سرفراز کیا تھا۔ ایک قصیدہ میں وہ بادشاہ سے شکوہ کرتا ہے کہ جو گاؤں اسے جاگیر میں عنایت کیسے گئے ہیں وہ اتنے دور افتادہ

(۱) کلیات غواصی، ص ۹۲ تا ۹۷۔
(۲) کلیات غواصی، ص ۷۵۔

ہیں کہ ان سے مستفید ہونا عملاً اس کے لیے دشوار ہے۔
اس کی بجائے کوئی ایسا علاقہ اسے جاگیر میں عطا کیا جائے
جس سے وہ خاطر خواہ مستفید ہو سکے[۱]۔

سنہ ۱۶۳۵ء میں جب والی بیجاپور محمد عادل شاہ نے
ملک خوشنود کو (جو ابتداً گولکنڈہ کا باشندہ تھا) اپنے
سفیر کی حیثیت سے حیدرآباد بھیجا، تو اس سفارت کے
جواب میں عبداللہ قطب شاہ نے غواصی کو اپنے سفیر کی
حیثیت سے بیجاپور روانہ کیا۔ جہاں بڑے اعزاز و احترام
کے ساتھ اس کی آو بھگت کی گئی۔ اور جب وہ لوٹا تو
محمد عادل شاہ نے ایک بڑا ہاتھی، متعدد گھوڑے اور بیش بہا
تحائف اس کی نذر کیے۔ قیام بیجاپور کے زمانے میں
غواصی نے اپنی شخصیت اور کمال فن کا ایسا عمدہ مظاہرہ
کیا کہ بیجاپور کے ملک الشعراء نصرتی اور مقیمی نے
اپنی تصانیف میں اس کا ذکر احترام و عقیدت کے ساتھ
کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غواصی کا یہ دعوی،

مرا گیان عجب شکرستان ہے
جو اس تے مٹھا سب ہندستان ہے

جتے ہیں جو طوطی ہندستان کے
بھکاری ہیں منج شکرستان کے

(۱) کلیات غواصی۔ ص ۷۶۔

بالکلیہ بے بنیاد نہیں تھا ۔ اور اس کی شاعرانہ عظمت کا شہرہ شمالی ھند میں بھی پہنچ چکا تھا ۔ یہی وجہ تھی کہ تقریبا سوا سو سال بعد شمالی ھند میں جب قیام الدین قائم، میر تقی میر، اور میر حسن نے شعرا کے تذکرے مرتب کیے تو شعرائے متقدمین میں انہوں نے غواصی کا خاص طور پر ذکر کیا ھے، جبکہ اس عہد کے دوسرے ممتاز شعرا وجہی اور محمد قلی کا بھی ان تذکروں میں کوئی ذکر نہیں ملتا [۱] ۔

(۱) میر صاحب نے نکات الشعراء کی مختصر تمہید میں شعرائے دکن کے تعلق سے اختصار سے کام لینے کی یہ دلچسپ توجیہ کی ھے ، فرماتے ھیں :

« اگرچہ ریختہ در دکن است . چون از آنجا یك شاعر مربوط بر نخواسته . لھذا شروع به نام آنہا نہ کردہ و طبع ناقص مصروف اینهم نیست که احوال اکثر آنها ملال انگیز گردد ۔ مگر بعضے از آنہا نوشته خواھد شد » ۔

میر صاحب کے اس بیان سے اندازہ ھوتا ھے کہ اٹھارویں صدی میں بھی دلی کے مشاھیر اردو نے شعرائے دکن کے صرف چرچے سنے تھے، اور ان کی مبسوط و مربوط تصانیف یا تو اس وقت تک بھی شمالی ھند نہیں پہنچی تھیں ، یا قدامت زبان کے سبب وہ ان کی ادبی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے سے قاصر تھے ۔

(باقی ص ۱۰ پر)

غواصی کے مذہبی اعتقادات اس کے کلام سے واضح ہیں۔
وہ سید شاہ ابو الحسن علی حیدر ثانی کا مرید تھا، جن کی
مدح میں متعدد اشعار اس کلیات میں ملتے ہیں۔ ایک جگہ
وہ اپنے سلسلہ قادریہ سے متعلق ہونے پر اسطرح مطمئن ہے:

هر سند قادری ہوں غواصی
یا بھلا یا برا جکیچ ہوں میں

غواصی کے کلام میں اس کا تخلص پانچ مختلف شکلوں میں
ملتا ہے، غَوَاصی، غوّاصی، غَوَاصْ، غواص، غَوَاصیا۔ مثالیں
ملاحظہ ہوں:

نکو کر ہور نکو پوچ اے غَوَاصی سُد کے باتاں منج
نہیں سد منج کوں عالم کی کہ بے سُد ہو رہتا ہوں میں

(مسلسل) میر صاحب نے نکات الشعراء میں غواصی کا صرف
ایک شعر درج کیا ہے، جو یہ ہے:

جو کوئی اس مزرع دل میں برہ کا بیج بوتا ہے
تو ہرگز اس کے بستاں میں گل امید ہوتا ہے

مولوی عبدالحق نے فٹ نوٹ میں صراحت کی ہے کہ ''تو''
کی بجائے ''نہ'' ہونا چاہیے۔ لیکن راقم کو غواصی کا مطبوع
کلیات میں کہیں یہ شعر، یا اس زمین میں غواصی کی کوئی
غزل نہیں ملی۔ ویسے زبان کے لب و لہجہ سے، اور شعر میں
''مزرع دل'' اور ''گل امید'' کی دو فارسی ترکیبوں کو دیکھ
کر خیال ہوتا ہے شاید یہ بعد کے دور کا کسی شاعر کا شعر ہو

فرشتے عرش کے جُھلتے ھیں مست ھو آج غوّاصی
نہ جانوں یو غزل میری کِنے واں جا سنائے ھیں

تج عشق میں دیا ھے غَوّاص آپنا جیا
میراں جیا کے پیر جہانگیر کے بدل

جسے کنہ ھے سو منج تے ھے غوّاص
سول رکھنے پیا پنہ ٹھار نہیں

غَوّاصیا معطر عالم کوں سب کیا ھے
گویا یو مرثیا ھے ریحان کربلا کا

چند سال پہلے شائع شدہ ایک مضمون میں غواصی کا نام شیخ حسین بہاء الدین بتایا گیا ھے، لیکن یہ قیاس کافی مشتبہ اور تحقیق طلب ھے۔

تصانیف غواصی کی دو مثنویاں ''سیف الملوک و بدیع الجمال'' اور ''طوطی نامہ'' مولوی سعادت علی رضوی نے مرتب کرکے سنہ ۱۹۳۸ء میں شائع کی تھیں۔ گذشتہ دس سال میں اس کی مزید دو تصانیف دریافت ھوئی ھیں۔ ایک زیر بحث مثنوی ''مینا ستونتی'' ھے، اور دوسرے اس کا ضخیم کلیات، جو ھنوز محققانہ ترتیب و تدوین کا محتاج ھے۔ غواصی کی ایک اور مثنوی ''لیلی مجنوں'' کا حال بھی راقم نے سنا ھے، لیکن یہ امر ابھی تحقیق طلب ھے۔

مینا ستونتی کا زمانۂ تصنیف غواصی کی پیش نظر

مثنوی « مینا ستونتی» کے کسی نسخے سے اس کے سنہ تصنیف پر روشنی نہیں پڑتی۔ زیر بحث مثنوی اور غواصی کی دوسری تصانیف کے داخلی شواہد کی بنا پر راقم کا خیال ہے کہ یہ مثنوی، « طوطی نامہ» اور « سیف الملوک » سے قبل کی تصنیف ہوگی۔ مندرجہ ذیل داخلی شہادتوں سے مینا ستونتی کے زمانہ تصنیف کا اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے۔

۱ ۔ غواصی کی دوسری دو مثنویوں پر نگاہ ڈالی جائے تو سیف الملوک کے مقابلہ میں طوطی نامہ، زبان و بیان اور کمال فن کے اعتبار سے دور پختگی کی پیداوار معلوم ہوتا ہے۔ اسی نقطہ نگاہ سے مینا ستونتی، زبان، اسلوب بیان، اور تخیل کی مشترک خصوصیات کے باوجود[1] شاعرانہ کمال اور فنی پختگی کے اعتبار سے طوطی نامہ اور سیف الملوک دونوں سے قبل کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔

۲ ۔ شاعرانہ کمال کے تدریجی نشوونما کے ساتھ سا[تھ] غواصی کو اپنی صلاحیتوں پر اعتماد، اور اپنی عظمت کا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ طوطی نامہ میں جو اسکے دور پختگی

---

(۱) غواصی کی ان تینوں مثنویوں میں زبان اور اسلوب بیان مشترک خصوصیات سے متعلق مقدمہ کے آئندہ صفحات میں بح[ث] کی گئی ہے۔

.اوار ھے ،وہ اپنے کمال فن پر نازاں ھے ۔ ایك خود شناس
ریختہ کار فنکار کی طرح ، کسی عجز و انکسار کے بغیر وہ
ے کار نامہ پر اس طرح اظہار خیال کرتا ھے :

یو نامہ رنگا رنگ نرمل پھل
ھوا اس زمانے میں سب بے بدل
اگر یو چڑے نکتہ دانی کے ھات
سینے پر سُنے کے لکھیں نیر سات
مرا کام ھے اس زمانے میں آج
کہ ساجے نہ یو کام کس منج باج
جو سلطان عبداللہ اس دور کا
ھے راجا سلیمان کے طور کا
شگفتا کیا دیك اُس کا کرم
سو جھمکیا مری طبع کا جام جم
جو اس شہ کی خاطر پڑیا یو قبول
گگن تے ھوا منج پو رحمت نزول
جو یو نظم میرا عروسی کیا
سُرج منج سوں آ دست بوسی کیا
کہیا اے سخن سنج صاحب تمیز
بچن کے سو ھے مصر کا توں عزیز
تری طبع پر صد هزار مرحبا
سچا توں ھے منظور آل عبا

کثی اس بات کوں لاف جانو نکو
برے ہو برا دل میں مانو نکو

که جس کے صدف میں رتن خاص ھے
کرے لاف گر ان تو انصاف ھے

چھپاؤں کتا آپس کوں نڈ میں
که چھپتی نہیں پھول کی باس کئیں

سخن پروراں یک تے یک ہیں زیاد
ولے ھو رھے منج زبان کا سواد

یوں افسانہ جو عیب تے دور ھے
سلاست کے اسمان کا سور ھے[1]

طوطی نامہ کے ان اشعار کے مقابلہ میں سیف الملوک میر
تعلی یا خود شناسی کا یہ راگ مدھم سروں میں ملتا ھے :

جو سلطان عبد الله انصاف کر
مرے جوھراں یو تے دل صاف کر

دیوے داد میرا، بھوت مان پاؤں
امس دور تھے تا گریبان پاؤں

که یو شاہ میرا خریدار ہوے
تو تازا مرا طبع گلزار ہوے

---

(۱) طوطی نامہ، ص ۲۸٤ ، ۲۸٥ ۔

که غمگیں ھوں میں سخت سنسار تھے
دھروں دغدغیے لك اس آزار تھے

جو بھوکی نول شہ یتے فرح پاؤں
تو اس تھیں رتن خاص دھنڈ دھنڈلیاؤں

اگرچہ ھوں شہ کے بندیاں میں حقیر
ولے شعر کے فن میں ھوں بے نظیر

که موں کھول یوں میں کہوں کیا اپیں
گواھی دیویں شعر اپیں نا چھپیں

بینامثنوی میں، آغاز قصہ سے قبل جو تین چار اشعار اس نے مثنوی کے تعلق سے لکھے ھیں، اگرچہ ان میں بھی تعلی اور خود پسندی کا یہ رجحان نمایاں ھے لیکن درجہ کے اعتبار سے بہت کم:

رسالہ اتھا فارسی یو اول
کیا نظم دکھنی یتے بے بدل

عقل فہم عرفان کا کام ھے
محبت کے دریا کا پر جام ھے

یتھی یك حکایت عجب خوب تر
رسالہ مرا خوب شہد و شکر

لیکن مثنوی کے آخری اشعار میں جس انکسار کے ساتھ وہ اپنے کارنامہ کو قارئین کے آگے پیش کرتا ھے، اس سے اندازہ

ہوتا ہے گویا یہ مثنوی، میدان شاعری میں کسی تازہ وارد
نوجوان کی پہلی کوشش ہے:

کیا نظم قصے کا نا بات گھول
دیکھو چوک یاراں تو راکھو نہ بول

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام

غواصی کیسے پو کرنا نظر
دعا حق سوں کرنا مرے حق اوپر

(میں نے ایك قصہ کو پر لطف اور دلکش بنا کر نظم کے
سانچے میں ڈھالا ہے۔ اگر اس میں کچھ خامیاں نظر آئیں
تو نکتہ چینی نہ کیجئے۔ ابھی تو میں دانشمندوں اور باکمالو
کی صف میں ایك خام کار کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اور اسی
حیثیت میں۔ میں نے جوں توں یہ کام انجام دیا ہے
ایك خرد اور نا چیز کی حیثیت سے میں نگاہ کرم کا محتاج ہوں
اور آپ کی دعاؤں کا طالب ہوں)۔

۳۔ مینا ستونتی، سیف الملوك، اور طوطی نامہ،
شاعر نے اپنے مذہبی عقاید کے اظہار میں تدریجی طور
اپنے رویہ کو جس طرح محتاط بنایا ہے، اس سے
مینا ستونتی کے زمانۂ تصنیف کا اندازہ لگانے میں مدد ملتی۔
پیش نظر مثنوی میں آغاز قصہ سے قبل حمد و نعت، خلفائے راش

کی مدح ۔ پھر حضرت امام حسن، امام حسین، حضرت عبدالقادر جیلانی اور خواجہ بندہ نواز کی منقبت میں شعر ملتے ہیں ۔ ان اشعار سے شاعر کے عقاید کے متعلق جو نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں، وہ غواصی کی دوسری مثنوی سیف الملوک میں ظاہر کیے ہوئے عقاید کے مطابق ہیں ۔ سیف الملوک میں حمد و نعت کے بعد خلفائے ثلاثہ کی مدح میں دو اشعار ملتے ہیں، پھر حضرت علی کی منقبت میں چوبیس اشعار، حضرت عبدالقادر جیلانی اور خواجہ بندہ نواز کی مدح میں چند اشعار، اور آخر میں سلطان عبداللہ قطب شاہ کی تعریف میں ایک طویل نظم ۔ واضح رہے کہ یہ مثنوی غواصی نے اس وقت تصنیف کی تھی جب کہ دربار شاہی میں اس کی رسائی نہیں ہوئی تھی، لیکن ایک خوش گو شاعر کی حیثیت سے اس کی شہرت قائم ہو چکی تھی اور وہ خود کو تقرب شاہی کا مستحق سمجھتا تھا ۔ لیکن غواصی کی آخری تصنیف طوطی نامہ میں جب کہ اس کے عروج کا ستارہ اوج کمال پر تھا، اور بادشاہ کے مقربین میں اس کا شمار ہوتا تھا، آغاز قصہ سے قبل حمد و نعت کے اشعار کے بعد اصحاب ثلاثہ اور حضرت عبدالقادر جیلانی کا ذکر نہیں ملتا ۔

ان تینوں مثنویوں میں شاعر نے اپنے عقاید کے اظہار
میں جو تدریجی احتیاط ملحوظ رکھی ہے، اس سے اندازہ
ہوتا ہے کہ مینا ستونتی اس کے ابتدائی زمانے کی تصنیف
ہوگی، جب کہ وہ نوجوان شاعر کی حیثیت سے ابھر رہا ہوگا،
اور دربار شاہی تک رسائی کے حوصلے اس کے دل میں
پیدا نہیں ہوئے تھے۔ وہ کھل کر اپنے عقاید کا اظہار
کرتا ہے۔ اور بادشاہ کا کہیں ذکر نہیں کرتا۔ مولوی
نصیر الدین ہاشمی نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا ہے:

«اگرچہ اس کی صحیح تاریخ تصنیف معلوم نہیں ہوئی
ہے، مگر خیال ہے کہ سنہ ۱۰۳۵ ھ کے قریب مرتب ہوئی
ہے۔ اس مثنوی میں اس کی دوسری مثنویوں سیف الملوک
اور طوطی نامہ کی طرح بادشاہ کی مدح نہیں ہے۔ اس سے
خیال ہوتا ہے کہ اس زمانے میں اس کو شاہی تقرب
حاصل نہیں ہوا تھا»

اس طرح اگر یہ مان لیا جائے کہ مینا ستونتی غواصی
کی پہلی تصنیف ہے، تو اس کا زمانۂ تصنیف، سیف الملوک
کے سنہ تصنیف (سنہ ۱۶۱۷ ع یا سنہ ۱۶۱۸ ع) سے پانچ
دس برس پہلے کا زمانہ ہوسکتا ہے۔

(۱) اردو مخطوطات، کتب خانہ آصفیہ: ص ۷۴

غواصی کی اس مثنوی کے مختلف نسخے جو ہندوستان
ور بیرون ہند کے مختلف کتب خانوں میں اب تک دریافت
ہوئے ہیں ، حسب ذیل ہیں :

۱ - انڈیا آفس لندن کے کتب خانے میں دو نسخے -
جن کا نشان بلوم ھارٹ کے کیٹلاگ کے مطابق ۷۷ اور ۷۸ ہے -
ان نسخوں کا ذکر یورپ میں " دکنی مخطوطات " کے صفحات
۵٦۸ تا ۵۷۰ میں ملتا ہے -

۲ - کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) پانچ نسخے -
ان کی تفصیل آگے آئے گی -

۳ - سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد ، چار نسخے -
ان نسخوں کی تفصیل بھی آیندہ صفحات میں درج ہے -

٤ - کتب خانہ انجمن ترقی ہند علی گڑھ ، ایك نسخہ ،
قلمی مثنویات ۷۲ ٦۲۷ - اس مثنوی کو کیٹلاگ میں کسی
شاعر " علی وجودی " کی تصنیف بتایا گیا ہے جو درست نہیں ہے[1]

(۱) " مینا و لورك " نامی مثنوی کا ایك مخطوطہ ، جو دکنی کے
کسی گمنام شاعر " مہدوی " کی تصنیف ہے ، بمبئی یونیورسٹی کے
کتب خانہ میں موجود ہے - یہ مثنوی زبان کے اعتبار سے بعد کی
تصنیف معلوم ہوتی ہے - قصہ کی تفصیلات اگرچہ خاصی مختلف
ہیں ، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہدوی نے غواصی کی مثنوی
سے دل کھول کر استفادہ کیا ہے -

اس مثنوی کی ترتیب میں کتب خانہ آصفیہ کے چار نسخے،
اور سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے پانچ نسخے، اسطرح
جملہ نو مخطوطے مرتب کے پیش نظر رہے ہیں۔ جنہیں ایڈیٹنگ
کے دوران حوالوں کی سہولت کی خاطر میں نے (الف)، (ب)،
(ج)، (د)، (ی)، (ف)، (ل)، (م)، (ن) سے موسوم کیا ہے۔
ان نسخوں کی مختصر توضیح درج ذیل ہے۔

مخطوطہ (الف)

یہ نسخہ کتب خانہ آصفیہ کی ملکیت ہے۔ کتب خانہ کی
فہرست کے مطابق اسکا نشان اردو (مثنوی) (۱۱۴ حاشیہ) ہے،
اور ہاشمی صاحب کی توضیحی فہرست کے مطابق، منظوم
افسانے ۲۰۵ ۔ مثنوی لائبریری سائز کے ۱۱۵ صفحات پر پھیلی
ہوئی ہے ۔ ہر صفحہ پر ۱۳ سطریں ہیں خط نسخ میں ہے۔
اور کاغذ قدیم دیسی قسم کا ۔ کتابت اور رسم خط ہر دو اعتبار سے
یہ نسخہ نہایت قدیم معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے نسخوں کے
مقابلے میں کتابت کی غلطیاں بھی، اس نسخہ میں نسبتاً کم
ملتی ہیں۔ بعض صفحات کے کچھ حصے کرم خوردہ ہیں۔ ذیلی
سرخیاں فارسی میں دی گئی ہیں۔ آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
کہ او حمد زیور ہے ایمان کا

جمع حمد اوس کوں سزاوار ھے
که جن جگ کوں پیدا کرنہار ھے
که خالق ھے سب خلق کا خاص و عام
و مالک اھے ملک کا جو تمام

اختتام :

برے فہم داراں میں ھوں کم فہام
کیا ھوں یو نادانگی سوں تمام
غواصی کیسے یو نو منظر
دعا حق سوں منگتا مرے حق اوپر
ھوا نظم یو دانوں سوں سب تمام
بحق محمد علیہ السلام

کاتب الحروف شیخ انوار غفر اللہ ذنبہ۔

مخطوطہ (ب)

کتب خانہ آصفیہ کے اس مخطوطہ کا نشان ٥٠٤ ھے۔ اور ھاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق "منظوم افسانے ٢٠٤"۔ لائبریری سائز کے ٧٤ صفحات پر مشتمل ھے، ھر صفحہ پر ١٣ سطریں ھیں۔ کاغذ دیسی ھے۔ کتابت اور کاغذ کے اعتبار سے یہ نسخہ (الف) کے مقابلے میں بعد کا ترقیمہ معلوم ھوتا ھے۔ کوئی ذیلی سرخی نہیں دی گئی ھے۔ کتابت کی غلطیاں نسخہ (الف) کے مقابلے میں زیادہ ھیں۔

آغاز :

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
که او حمد زیور هے ایمان کا

ثنا حمد اُس کوں سزاوار هے
که دو جگ کوں پیدا کرنہار هے

او خالق هے سب خلق کا خاص و عام
او مالك هے سب ملك کا جیوں تمام

اختتام :

کیا نظم قصے کا نابات گھول
جسے خوب لگتا تو اپنا هے مول

بَرے فہم داران میں هوں کم فہام
کیا هوں یو نادانگی سوں تمام

غواصی پو کرنا کرم کی نظر
دعا حق سوں کرنا مرے حق اوپر

هزاران درود و هزاران سلام
بحق محمد علیه السلام

مخطوطه (ج)

کتب خانه آصفیه کے اس مخطوطه کا نشان مثنوی ۳٤٤ هے ۔ اور هاشمی صاحب کی فہرست میں منظوم افسانے کے تحت ۲۰۶ – ٦۰ صفحات پر مشتمل هے ۔ هر صفحه پر ۱۲ سطریں هیں ۔ خط نستعلیق هے ۔ کتابت کی غلطاں نسبتہً

ھیں ، لیکن زبان اکثر جگہ زمانۂ ما بعد کی معلوم ھوتی ھے -

آغاز :

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
کہ او حمد زیور ھے ایمان کا

جمع حمد اوس کو سزاوار ھے
کہ دو جگ کو پیدا کرنہار ھے

او خالق ھے سب خلق کا خاص و عام
کہ مالک ھے او ملک کا سب تمام

اختتام :

کیا نظم قصے کا بیات کھول
دیکھے چوک یاراں تو نہ رکھنا بول

بڑے فہم داراں میں ھوں کم فہام
کیا ھوں میں نادانگی سوں تمام

کہیں میم حے اور کہیں میم دال
درودان نبی پر پڑو شاد حال

الٰہی گنہ بخش اور منج خطا
رتی کر توں ایمان کا منج عطا

محطوطہ (د)

یہ نسخہ سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کی ملکیت ھے -

لائبریری کی فہرست کے مطابق اسکا نشان ، اردو مثنوی ۳۶ ھے ،

اور هاشمی صاحب کی توضیحی فہرست کے مطابق "منظوم افسانے" کے تحت ۷٤٦ - متعدد رسائل کے ایك مجموعه میں یه مثنوی بھی شامل ھے - یه رسائل بالترتیب معراج نامه ملاقی، وفات نامه نبی، مینا ستونتی، قصه ابو شحمة، وفات نامه، شمائل نامه، وصیت نامه، سخاوت نامه اور جنگ نامه ھیں - مثنوی مینا ستونتی ۲۵ صفحات پر پھیلی ھوئی ھے - ھر صفحه پر ۱۷ سطریں ھیں - دیسی کاغذ ھے اور خط شکسته، ناقص الاول ھے - ایسا معلوم ھوتا ھے کاتب نے عمداً سارے تمھیدی اشعار کو نظر انداز کر کے آغاز قصه سے کتابت شروع کی ھے - کتابت نسبتاً بہتر ھے -

آغاز:

قصه میناں ست

پتھا یك حکایت عجب خوب تر
رساله مرا خوب شیریں شکر

که یك شہر کا یك اتھا بادشاه
جہانگیر عالم اتھا شہنشاه

سخی مہرباں عادل و شہر یار
نکو ناؤں اوس کا سو بالا کنوار

اختتام:

کیا نظم قصے کا نابات لھول
دیکھیں چوك یاراں تو راکھو نه بول

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام

کہیں میم حے اور کہیں میم دال
درود اس نبی پر پڑو شاد حال

تاریخ کتابت بست و پنجم ربیع الثانی در قصبہ بھنو پانصد وهشتاد بیت سید قاسم روضہ منور حضرت میاں صاحب انجام یافت -

مخطوطہ (ی)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخہ کا نشان ۳۸ ھے - اور ھاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ، «منظوم افسانے» ۷٤۸ - یہ ایك کرم خوردہ نسخہ ھے - دیسی کاغذ ھے اور معمولی نستعلیق خط - ٦١ صفحات ھیں ، اور ھر صفحہ پر ۱۰ سطریں - اس نسخہ کا کاتب نہایت کم سواد ھے ، زشت خط میں لکھا گیا ھے - آخری چار صفحات بڑی لاپروائی کے ساتھ گھسیٹے گئے ھیں -

آغاز:

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
کہ او حمد زیور ھے ایمان کا

جمیع حمد اُس کوں سزاوار ھے
جنے جگ کوں پیدا کرنہار ھے

اختتام:

کیا نظم قصے کا نابات گھول
دیکھو چوك یاراں رکھنا نہ بول

بڑے فہم داراں میں میں کم فہام
کیا یو نادانگی سوں تمام

آخری صفحه پر کچھ لکیریں ھیں ، جن میں یه الفاظ پڑھے جاسکتے ھیں « این کتاب ملك ظھیر الدین است »

مخطوطه (ل)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس مخطوطه کا نشان ۳۷ اور ھاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ۷٤۷ ھے - دیسی کاغذ ھے ، اور خط معمولی نستعلیق - ۳۸ صفحات پر مشتمل ھے اور ھر صفحه پر ۱۱ سطریں - ناقص الآخر ھے - کتابت کی غلطیاں کثرت سے ملتی ھیں -

آغاز:

این قصه ستونتی است

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
که جن جگ کوں پیدا کرنہار ھے

او خالق ھے سب خلق کا خاص وعام
او مالك ھے ملك کا سب تمام

اختتام:

فصاحت منگیا کرنے اوس عیب تے
ھوا یك آواز وھاں غیب ـ

اے ناپاك کرتا ھے کی آکے سنگ
که جلنے کوں منگتا ھے مثل پتنگ

کہیں میم حی اور کہیں میم دال
درود اس نبی پر کہو فی الحال

مخطوطہ (ف)

کتب خانہ آصفیہ کے اس مخطوطے کا نشان ۲۱۴ جدید ہے
ر ہاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ، منظوم افسانے ۲۶۱ -
مثنوی دو رسالوں کے ایک مجموعہ میں شامل ہے - پہلے
مینا ستونت" ہے اور پھر ایک نا معلوم مثنوی جو کسی
معمولی شاعر کی تصنیف معلوم ہوتی ہے جس میں سلطان
روز شاہ بادشاہ مصر اور اس کی بیٹی ملکہ کا قصہ بیان
کیا گیا ہے - مثنوی "مینا ستونت" ۱۰۸ صفحات پر پھیلی
ہوئی ہے اور ہر صفحہ پر بارہ مصرعے ہیں - دو مختلف
کاتبوں کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے - کتابت کی غلطیاں
کثرت سے ملتی ہیں -

آغاز:

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
کہ او حمد زیور ہے ایمان کا

اختتام:

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام
ستر عیب اوس کوں یو سر پوش ہیں
کہیں عیب اس میں جو دیکھو تمیں

مرتب کیا یاں سوں قصا تمام
جو بولو نبی پر درود اور سلام

سنہ ۱۲۵۰ ھ   سنہ ۱۸۳۵ عیسی

تمت الکتاب مینا ستونت بتاریخ دهم ماه رجب المرجب روز پنجشنبه بوقت سه پهر اتمام رسانید کرد - کاتب الحرف فقیر حقیر شیخ مدان -

مخطوطہ (م)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخہ کا نشان ۳۵ ہے اور ہاشمی صاحب کی فہرست میں ۷۶۵ - دولت آبادی کاغذ پر خوش خط نستعلیق میں لکھا ہوا یہ نسخہ کاغذ اور کتابت ہر دو اعتبار سے بیس پچیس سال پہلے کا ترقیمہ معلوم ہوتا ہے - خوش خطی کے باوجود کتابت کی بے شمار غلطیاں ملتی ہیں -

آغاز :

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
او حمد زیور ہے ایمان کا

اختتام :

بڑے فہم داراں میں بھی کم
کیا ہوں یو نادانگی سوں رقم

ستر عیب اوسکوں یو پوشو تمیں
کہیں عیب اس میں جو دیکھو تمیں

مرتب کیا یہاں سو قصہ تمام
جو بولو نبی پر درود و سلام

مخطوطہ (ن)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخہ کا نشان ۳۹ ھے ، اور ھاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ۷٤۹ - معمولی دیسی کاغذ ھے ، اور خط معمولی نستعلیق - ۵۹ صفحات پر مشتمل ھے اور ھر صفحہ پر ۱۳ سطریں ھیں - کاغذ اور کتابت کے اعتبار سے کافی بعد کے زمانے کا ترقیمہ معلوم ھوتا ھے - کاتب نہایت کم سواد ھے - نسخہ ناقص الآخر ھے -

آغاز :

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
کہ او حمد زیور ھے ایمان کا

اختتام :

او کٹنی کو اس وقت سنگبار کر
منڈا سر کو بٹھلا گدھے کے اوپر
شہر کے گلیاں میں پھرا خوار کر
کہ چھوڑے لیجا کر پرای نگر

او ستونت سکی نے پھرا بھیاو کر

مــلائی او لورك و چنــدا مکر

قدیم دکنی کے اکثر و بیشتر مخطوطات ، جن کا متن
تین چار سو برس کے طویل عرصے میں طرح طرح سے
نسخ و مسخ ہوکر ہم تك پہنچا ہے . اردوے قدیم کے
طالب علموں اور محققوں کے لیے بڑے عجیب و غریب
معمے پیش کرتے ہیں ۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کے شاہی
نگرانی میں مرتب کیے ہوے دیوان میں غواصی کے اشعار ،
اور ملك الشعرا غواصی کے مطلا و مذهب دیوان میں عبداللہ
قطب شاہ اور ہاشمی کی غزلیں ، تخلص کی تبدیلی کے ساتھ
ملتی ہیں ۔ پھر اختلافات نسخ کا یہ عالم ہے کہ اگر ایك کتاب
کے دو نسخے ، چالیس پچاس برس کے وقفے سے دو مختلف
کاتبوں کے نقل کیے ہوے ملیں ، تو ان دو مخطوطوں میں
الفاظ کی صوتی شکلیں ، املا ، تذکیر و تانیث کی صورتیں ،
اور افعال کی شکلیں بھی بدلی ہوی ملتی ہیں ۔ اختلافات نسخ
کی پیچیدگیوں کے اعتبار سے خاص طور پر پیش نظر
مثنوی مرتب کے لیے ایك بڑا کٹھن اور صبر آزما امتحان
ثابت ہوتی ہے ۔ ایسے نسخے جو نسبتا بعد کے ترقیمہ ہیں ان
کی زبان کی قدامت بھی متاثر ہوتی گئی ہے ۔ ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ بعد کے عہد میں نقل کے دوران ، کبھی کاتبو

نے ، اور بعض صورتوں میں معمولی حیثیت کے شاعروں نے ، زبان کو اپنے عہد کے مطابق بنا کر لکھنے کی کوشش کی ھے - مختلف نسخوں میں اشعار کی ترتیب بھی درھم برھم ھو گئی ھے ، جس کی وجہ سے بعض صورتوں میں قصہ کا تسلسل بھی برقرار نہیں رھتا - سمتا بعد کے ترقیمہ مخطوطوں میں بعض مقامات پر ایسے چیدہ چیدہ اشعار بھی ملتے ھیں جو ادبی اعتبار سے کم تر درجہ کی چیز ھیں ۔ اور کسی تک بندی کرنے والے شاعر کے ذھن کی پیداوار معلوم ھوتے ھیں - پھر قصہ کے سلسلے میں جو ذیلی کہانیاں آتی ھیں ، ان کی ترتیب بھی مختلف نسخوں میں بدل گئی ھے - مرتب کا خیال ھے کہ پیش نظر مثنوی میں اختلافات نسخ کا ایک اھم سبب کسی زمانے میں اس قصہ کی غیر معمولی مقبولیت ھے - جیسا کہ قصہ کے ماخذ سے بحث کرتے ھوے آئندہ صفحات میں بتایا گیا ھے ، اس قصہ کی اخلاقی دلکشی نے قصہ کو عہد اکبری میں بھی مذھبی رھنماؤں اور مشائخین میں مقبول بنادیا تھا - کوئی تعجب نہیں کہ صوفیہ اور مشائخین نے اپنے معتقدین کی تلقین و ھدایت کے لیے اس مثنوی کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی ھو - اور نقل در نقل کے طویل سلسلہ کے دوران میں ، اکثر صورتوں میں قصہ کی ادبی حیثیت نظروں سے اوجھل ھوتی گئی ، اور اسکی جگہ ایسے اعتقادی عناصر بعد کے مخطوطوں میں شامل ھوگئے ،

جو قدیم تر مخطوطوں میں نہیں ملتے، یعنی ایسے اشعار اور حکایتیں جو قدرتی طور پر کسی قادر الکلام شاعر اور خوش فکر فنکار کے ذہن کی پیداوار نہیں ہوسکتیں۔ نو مخطوطوں کے منجملہ سات مخطوطوں میں شاعر کے تخلص والے اشعار کو نظر انداز کردینے کی بھی یہی وجہ ہو سکتی ہے۔

ان مخطوطوطات پر نظر ڈالنے کے بعد، شعبہ اردو میں میرے رفیق کار ڈاکٹر حفیظ قتیل اور میں، اس نتیجہ پر پہنچے کہ کاغذ اور کتابت کے اعتبار سے نسخہ (الف) قدیم ترین ہے۔ یہی نتیجہ راقم نے مخطوطات کے دیرینہ سال ماہر مولوی قدرت رحیم، ریسرچ اسسٹنٹ، سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری سے مشورہ کے بعد اخذ کیا۔

نو مخطوطات کا تفصیلی مطالعہ کرنے، اور خود ان کی نقل کرکے ان کا باہمی مقابلہ کرنے کے بعد، راقم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ان میں سے چھ مخطوطات (الف)، (د)، (ی)، (ف)، (ل)، اور (م) بنیادی طور پر نسخہ (الف) سے متعلق ہیں؛ یعنی یہ نسخہ (الف) یا اس سے مشابہ کسی ایک یا ایک سے زائد نسخوں کی نقلیں ہیں۔[1] یہ سارے نسخے

---

(۱) انڈیا آفس کے دو نسخوں، اور انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے ایک نسخہ کو دیکھنے کا مرتب کو موقع نہیں ملا۔ لیکن ان نسخوں سے متعلق جو توضیحی مضامین، اور ان کے حو

(باقی ص ۳۳ پر)

کثر مقامات پر تو بعینہ ایك دوسرے کی نقل معلوم
ہوتے ھیں ، لیکن کہیں کہیں اشعار میں کچھ کمی بیشی
ہو گئی ھے ، یا ذیلی حکایتوں کی ترتیب بدل گئی ھے ۔
نیم تر الفاظ کی بجائے کم قدیم الفاظ اکثر صورتوں میں
ستعمال ہوئے ھیں ۔ بعض مقامات پر ایسا معلوم ہوتا ھے
، مخطوطه کے بعض مقامات کرم خوردہ یا غیر واضح
ھے ھوں گے ، چنانچه نقل کے دوران شعر کے کسی خاص
زو میں مختلف کاتبوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق خیال
رائی کرنے کی کوشش کی ھے ۔ مخطوطه (ل) میں
و بیویوں والے سپاھی کی حکایت کے بعد مینا اور بوڑھی
لاله کے ما بین ایك طویل مکالمہ جو بالترتیب سوله اور
وبیس اشعار پر مشتمل ھے ، اضافه ھو گیا ھے ۔

نسخه (ب) اور اس سے متورہ نسخه (ن) ، اس اعتبار
سے نسخه (الف) سے مختلف ھیں که ان میں قصه کے پلاٹ
یں ایك نئے کردار کا اضافه کر دیا گیا ھے ۔ یه فاضل کردار
یك « پیر » کی شخصیت ھے ۔ کہانی کا مرکزی خیال وفا شعار
یوی ، مینا ، کی عصمت شعاری ھے ، جو بادشاہ اور اس
کی فرستادہ دلاله کی تمام تر کوششوں کے باوجود اپنے

سلسل) اقتباسات پیش نظرھیں ، ان سے اندازہ ھوتا ھے که یه تینوں
خے بھی بنیادی طور پر نسخه (الف) کے گروپ سے متعلق ھیں ۔

شکل ہے ۔ راقم کو مہدوی کی مثنوی کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا ۔ لیکن حال میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا ایک مختصر مقالہ « مثنوی لورک چندا » « نوائے ادب » (اکتوبر سنہ ٦٤ ء) میں شائع ہوا ہے ، جس میں موصوف نے اس مخطوطہ سے متعلق ایک تفصیلی نوٹ اقتباسات کے ساتھ دیا ہے ۔ اس مثنوی کا پلاٹ غواصی کی مثنوی سے قابل لحاظ حد تک مختلف ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہدوی کی مثنوی کی بنیاد لورک چندا کے گروپ کی کسی اور کہانی پر ہے ، جو غواصی کے ماخذ سے مختلف ہے ۔ لیکن اس کے باوجود غواصی کی مثنوی کے متعدد اشعار اس مثنوی میں ملتے ہیں ۔ ڈاکٹر گوپی چند کا یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ "مہدوی کی نظر سے غواصی کی مثنوی گزر چکی ہوگی" اور اس نے غیر محتاط طریقہ پر اس سے استفادہ کیا ہے ۔ نسخہ (ج) میں قصہ کا ... مہدوی کی مثنوی کے مطابق ہے ، لیکن اس کے ... اور دونوں کے مکالموں کے بیشتر حصے غواصی کی مثنوی کے مطابق نہیں ہیں ۔ اکثر مقامات پر متعدد ایسے اشعار ملتے ہیں ، جو غواصی کی مثنوی کے کسی مخطوطے میں نہیں پائے جاتے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف قصہ کی دلکشی کے پیش نظر ، اس مخطوطہ کو غواصی اور مہدوی کی مثنویوں کے مختلف اجزا کو خلط ملط کر کے لکھوایا گیا تھا ۔

راقم نے کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطہ (الف) کو بنیادی نسخہ قرار دے کر مثنوی مرتب کی ھے - لیکن ایڈیٹنگ کا یہ جدید اصول مرتب کے پیش نظر رھا ھے کہ کسی خاص مخطوطہ کی اندھی پابندی کرنے کی بجائے، مصنف کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی جائے؛ یعنی یہ کہ جس قدر ممکن ھو، مختلف مخطوطات میں سے وہ متن قبول کیا جائے، جو زبان اور اسلوب بیان کے اعتبار سے، مصنف کی زبان اور اس کے اسلوب بیان سے قریب تر معلوم ھوتا ھو۔ غواصی کی صورت میں یہ کام اس لیے بھی زیادہ دشوار نہیں ھے کہ اس کی دو مثنویاں ھمارے سامنے موجود ھیں۔ اور مرتب کو، ان دونوں کا غائر نظر کے ساتھ مطالعہ کرنے کا موقع ملا ھے - اس لیے میری مرتب کردہ مثنوی، اگرچہ بنیادی طور پر مخطوطہ (الف) پر مبنی ھے، لیکن جہاں کہیں کاتب کی کم سوادی، یا کتابت کی تحریف کی وجہ سے متن کے اشعار یا مصرعے بے معنی ھو گئے ھیں، بحر سے خارج ھو گئے ھیں، یا ادبی اعتبار سے واضح طور پر کسی فروتر ذھن کی پیداوار معلوم ھوتے ھیں، میں نے دوسرے نسخوں سے مدد لی ھے - اس طرح میں نے مندرجہ بالا نو مخطوطوں کے مطالعہ اور باھمی مقابلہ کے بعد، اس مثنوی کا ایک از سر نو ترتیب شدہ متن تیار کیا ھے، جو مخطوطہ (الف

پر مبنی ھے ، لیکن حس کے اشعار میں متعدد الفاظ ، اور
بعض مقامات پر مصرعے ، دوسرے نسخوں کے مطابق ھیں ۔
لیکن میں نے جہاں کہیں بنیادی نسخہ سے انحراف کیا ھے
فوٹ نوٹ میں بنیادی نسخہ کا متن بھی درج کر دیا ھے ۔
سوائے ان صورتوں کے جہاں بنیادی نسخہ کے مصرعے
کاتب کی کم سوادی کی وجہ سے بالکل بے معنی ھو گئے ھیں ۔
اس امر کی بھی صراحت کر دی گئی ھے کہ مرتبہ متن میں
جس مصرعہ کو منتخب کیا گیا ھے ، وہ کس مخطوطہ سے
لیا گیا ھے ۔

نسخہ (ب) اور (ن) کے وہ زاید اشعار ، جن کا
تعلق پیر کے کردار سے ھے ، جو ادبی اعتبار سے بھی بھرتی
کے اشعار ھیں ، اور جن کے متعلق راقم کی رائے ھے کہ
یہ الحاقی اشعار ھیں ، مثنوی کے آخر میں ضمیمہ کی حیثیت
سے شریک کر دیے گئے ھیں ۔ اس کے علاوہ بعض نسخوں میں
پائے جانے والے ایسے چیدہ چیدہ اشعار ، جو صرف ادبی اعتبار
سے بے مایہ ھی نہیں ، بلکہ بحر سے بھی خارج ھیں ، اور
دوسرے کسی نسخے میں نہیں پائے جاتے ، نظر انداز کر دئے ھیں ۔

مثنوی کا نام پیش نظر مثنوی کے تمام دریافت شدہ
نسخوں سے کہیں اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ خود شاعر نے
اس مثنوی کا کیا نام تجویز کیا تھا ۔ مثنوی کے آغاز یا اختتام

بر مختلف کاتبوں کے جو ترقیمے ملتے ہیں ، ان میں اس قصہ کو
'' قصہ چندا و اورک '' ، '' قصہ میناو ستونتی '' یا '' قصہ ستونت''
سے موسوم کیا گیا ہے ۔ سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری ،
کتب خانہ آصفیہ اور کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے
فہرست نگاروں نے اسے '' میناوستونتی '' کا عنوان دیا ہے ۔
بلکہ اول الذکر دو کتب خانوں کی فہرستوں میں جو توضیحی
نوٹ ان مخطوطات کے بارے میں دیے گئے ہیں ، ان میں لفظ
'' ستونتی '' کو غلط فہمی کی بناء پر دوتی یا دلالہ کا نام سمجھ
لیا گیا ہے ۔

اس قصہ کا نام '' لورک و چندا '' اس لیے درست نہیں
کہ پیش نظر مثنوی میں لورک اور چندا کی داستان محبت نہیں
بیان کی گئی ہے ۔ یہ '' چنداین '' کے قصے کا موضوع ہے ۔
اس کے برخلاف یہ مثنوی تمام تر '' میناست '' کے قصے پر
مشتمل ہے ۔ یہ مینا کی وفاشعاری اور عصمت کوشی کی
داستان ہے ۔ اس لیے '' چندا و لورک '' یا '' مینا و ستونتی ''
نہیں ، بلکہ '' مینا ستونتی '' اس قصہ کا نام ہونا چاہئے ۔

تمہیدی اشعار

مثنوی کا آغاز حمد کے اشعار سے ہوتا ہے ۔
لیکن شاعر نے حمد کے ان تمہیدی اشعار میں بھی مثنوی کے
مرکزی خیال کی طرف اشارہ کر دیا ہے ۔ چنانچہ انسانی کردار
میں عصمت و عفت کی اہمیت پر وہ اسطرح زور دیتا ہے :

فقر کا اسی ناروں کوں ہے آب
حیا کا ہے جس مکھ اپر آب و تاب
حیا کا نگہبان ہے ذوالجلال
وہی ست رکھنہار ہے بے مثال
کتیاں کوں حیا سوں رکھیا ہے سنوار
کیتے بے حیا ہیں سدا خوار زار
حیا کا رتن رب دیا جس کے ہات
ہوی نار ستونت ہور نر سجات
الہی شرم دھرم تج پاس ہے
ہمن کوں ترے کرم کی آس ہے

حمد کے بعد نعت کے چند اشعار ہیں . پھر خلفائے راشدین ، حضرت حسن اور حضرت حسین کی مدح میں اشعار ملتے ہیں ۔ اس کے بعد حضرت عبدالقادر جیلانی اور خواجہ بندہ نواز کی منقبت میں کچھ اشعار ہیں ۔ آخر میں صرف تین اشعار اس مثنوی کے تعلق سے ہیں ، جن میں قصہ کے ماخذ سے متعلق یہ ادھورا اشارہ ملتا ہے :

رسالہ اتھا فارسی یو اول کیا نظم دکنی سیتے بے بدل

میناستونتی کے قصے کے ماخذ سے بحث کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے غواصی کی مثنوی کے قصہ کا قدرے تفصیلی خاکہ یہاں پیش کر دیا جائے ۔

مینا ستونتی کا قصہ

کسی شہر میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام بلاکمور تھا۔
چندا اس کی حسین بیٹی تھی۔ عنفوان شباب کے زمانے
میں ایک شام شہزادی چندا اپنے محل کے غرفے میں
کھڑی تھی۔ نو جوان چرواہا اورک، ریوڑ ہانکتا ہوا
جنگل سے واپس ہو رہا تھا۔ شہزادی اورک کے مردانہ
حسن پر فریفتہ ہو گئی۔ ایک دن موقع پاکر اس نے گوالے
کو اشارہ سے بلایا، اور اپنے دل کا حال سنا کر کہا میں
تجھے سرفراز کرنا چاہتی ہوں۔ گوالا پہلے تو گھبرایا،
لیکن شہزادی نے اس کی ہمت بندھائی، اور کہا ہم مال
و دولت اور زر و جواہر لے کر کہیں دور چلے جائیں گے،
جہاں بادشاہ اور اس کے آدمی ہمیں تنگ نہ کر سکیں۔
لیکن اورک نے جواب دیا کہ بچپن میں میری شادی ہو چکی ہے،
میری بیوی مینا غیر معمولی حسین و جمیل عورت ہے، چاند
اور سورج بھی ہوں تو مجھے نہیں چاہئیں، خود میرے
گھر میں شعلہ طور موجود ہے۔ چندا نے طنز کیا کہ
تو جنگل میں ریوڑ ہانکنے، اور جھونپڑوں میں بود و باش
کی زندگی بسر کرنے کا عادی ہے۔ تجھے یہ بھی اندازہ
نہیں کہ میں کیسی نعمتوں سے تجھے سرفراز کرنا
چاہتی ہوں۔ چندا کی ترغیب و تحریص پر اورک اپنی بیوی

مینا کو چھوڑ کر، چندا کا ساتھ فرار ہو گیا۔ دوسرے
روز بادشاہ کو خبر پہنچی۔ اس نے اپنے ہمراز مصاحبوں
کو بلا کر کہا جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب میں تمھیں اپنے
دل کی بات بتاتا ہوں۔ میں نے اس کوالے کے گھر میں
ایک حسینہ کو دیکھا ہے جو بے پناہ حسن و جمال کی
مالک ہے۔ جب سے اسے دیکھا ہے ہمیشہ اس کی صورت
نگاہوں میں رہتی ہے۔ تم کسی ہوشیار دوتی (دلالہ)
کو بلاؤ، جو اسے سمجھا بجھا کر میرے محل میں لے آئے۔
ایک چھٹہ کار دوتی بلائی گئی۔ بادشاہ نے اس کے ساتھ مہربانی
کا برتاؤ کیا، اور کہا تو کسی طرح کوالے کی اس
عورت کو سمجھا بجھا کر میرے پاس لے آ۔ دوتی نے
کہا، تمھاری ہی خدمت گزاریوں میں میری بڑی عزت ہے۔
اگر کوئی حسینہ کسی محل کے سات پردوں میں بھی چھپی
رہتی ہو، تو میں محل کے سب رکھوالوں کو غفلت میں
ڈال کر اسے میرے آگے پیش کر دوں گی۔ کوالے کی
عورت کو بہلا پھسلا کر لانا تو کوئی کام ہی نہیں۔ یہ
تو میرے لیے باعث اہانت ہے۔ میری ہم پیشہ بوڑھیاں
میرا مذاق اڑائیں گی۔ بادشاہ نے جواب دیا کہ تیرا کام
اتنا آسان نہیں۔ جو بے بہا موتی میری نگاہ میں ہے،
اس کے رخ پر میں نے حیا کی آب دیکھی تھی۔ اگر تو

اسے کسی طرح لے آنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ بڑا کام ہو گا۔ اس کے جواب میں دوتی نے کہا کہ اگر میں یہ چھوٹا سا کام نہ کر سکوں تو اپنا چونڈا مونڈوا دوں گی۔

اس کے بعد شاعر قصہ کی ہیروئین مینا کا حال بیان کرتا ہے۔ جب مینا کو معلوم ہوا کہ اس کا محبوب شوہر، شہزادی چندا کے ساتھ فرار ہو گیا ہے، تو ہندوستان کی اس شوہر پرست اور باوفا عورت نے راضی بہ رضا ہو کر مستقل مزاجی اور پاکدامنی کے ساتھ اس بلائے آسمانی کا سامنا کرنے کا تہیہ کر لیا۔ آرایش و زیبایش ترک کر دی۔ جوگنوں کا سا روپ اختیار کر لیا، اور چرخا کات کر اپنی زندگی کے دن گزارنے لگی۔ ایسے میں ایک دن بوڑھی دلالہ اس کے گھر پہنچی، اور کہا میری پیاری مینا تو کس حال میں ہے۔ تو نہیں جانتی میں تیری ماں ہوں۔ تو نے دو برس میرا دودھ پیا ہے۔ پھر حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ میں تجھ سے دور ہو گئی۔ تیری یاد اکثر ستایا کرتی تھی۔ دودھ کے رشتے نے جوش کیا تو یہ سوچ کر تیرے ہاں آئی ہوں کہ اب یہیں رہوں گی۔

فراق زدہ مینا دل ہی دل میں خوش ہوئی۔ اس نے کہا مجھ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ میرا محبوب مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ اس دیار میں غریب الوطن ہوں، عزیز

واقارب کوئی ساتھ نہیں ۔ ایسے میں تیری آمد میرے لیے
خدا کی رحمت ہے ۔

موقع پاکر دوتی نے کہا تیری مصیبت دیکھ کر دل
دکھتا ہے ۔ اورنگ نے تیرے ساتھ بڑی بے وفائی کی ۔ تجھے
خدا نے غیر معمولی حسن اور شباب کی دولت سے نوازا
ہے ۔ تو اپنی جوانی کو برباد کر رہی ہے ۔ تمہیں ہے ،
تو ابھی تک اس کو اپنا محبوب کہتی ہے ۔ مینا کی آنکھوں
میں آنسو بھر آئے ۔ اس نے کہا ، اے مائی اس قصہ کو
چھوڑ ، اب مجھے اپنے غم میں رہنے دے ۔ دنیا میں اورنگ کے
بعد اب کوئی میری مرضی ہے ۔ اورنگ کو برا نہ کہہ ۔ خدا
انصاف کرنے والا ہے ۔ میں نے تو اسے معاف کر دیا ۔
خدا نے مجھے اس کی بیوی بنایا ہے ۔ میں اس کی خاطر ہر
قسم کی مصیبت سہنے کے لیے تیار ہوں ۔ عورت کے قدم
ایک بار ڈگمگا جائیں ، تو پھر دونوں جہان میں اس کا منہ
کالا ہوتا ہے ۔ دوتی نے چاہے وہ مینا کو ڈانٹا کہ تو میرے
سامنے کی بچی ہے ، اور مجھ ہی سے باتیں بناتی ہے ۔ اورنگ
گاؤدی تیری قدر و قیمت کیا جانے ۔ وہ گدھا پتھر اور ہیرے
میں تمیز نہیں کر سکتا ۔ یہ تیرے کھانے پینے اور عیش
کرنے کے دن ہیں ۔ میں تجھے عقل کی بات بتاتی ہوں ۔
تیری بہار کے دن گزرے جا رہے ہیں ۔ اب بھی موقع ہے ۔

میں ایک ایسے جوهر شناس کی تلاش کروں گی، جو تیری قدر
و قیمت کو سمجھ سکے -
بڑھیا کی باتیں سن کر مینا کے تن بدن میں آگ لگ گئی -
اس نے کہا میں تجھے اپنا همدرد سمجھتی تھی - تو مجھے
تباهی کے غار میں دھکیلنا چھتی هے - مینا کی برهمی کے
جواب میں بڑھیا نے بھی خود پر برهمی طاری کر کے کہا،
اے بد بخت شاید جوانی کی آگ دیکھنا هی تیری قسمت میں
لکھا هے - جب دن بیت جائیں گے تو میری نصیحت تجھے
یاد آے گی - تو میری باتوں کو دشمنی پر محمول کرتی هے -
دودھ کی محبت نے جوش مارا، تیری مصیبت آنکھوں سے
دیکھی نہیں جاتی، تیری جوانی پر رحم آتا هے، اس لیے
تجھے کہتی هوں - فراق کی آگ نے تیرے کندنی رنگ کو
جلا دیا هے - تیرا حسین چہرہ ملگجا گیا هے جیسے کالے بادل
چاند کو اپنی اوٹ میں لے لیں - سچی بات تو یہ هے کہ تجھ
جیسی حسینہ کے لیے گوالے کا جوڑ نہایت غیر موزوں تھا -
دیوانی میں تجھے بالا کنہ رسے ملانے کا انتظام کردوں گی -
پھر تیرے دن پلٹیں گے - زرین لباس میں ملبوس، پھولوں
کے گجرے گلے میں ڈالے، آنکھوں میں سرمہ، اور کپڑوں میں
عطر لگاے تو شاهی صدر پر جگہ پاے گی، اور باغوں اور
چمنوں کی سیر کرے گی مینا نے اس کے جواب میں بڑھیا

کو کوسنے دے ۔ عصمت و عفت کی زندگی کی حرمت سمجھائی اس نے کہا میں اورك کی ہوچکی ہوں ۔ وہی میرا بالا کنور ہے ۔ میں ایسے سینکڑوں بادشاہوں کو اس پر نچھاور کردوں گی ۔ اگر وہ میرا سر طلب کرے ، تو میں اپنا سر بھی کاٹ کر اس کے حوالے کردوں گی ۔ اگر وہ میرے سارے اعضاء بھی قطع کردے تو میرا دل اسی کی محبت کی مالا جپتا رہے گا ۔ جو عورت کسی اجنبی کو اپنے حسن کی بہار دکھانا چاہتی ہے ۔ اسکی صورت مٹی میں ڈھك جائے تو بہتر ہے ۔ تو جس زرین اور معطر لباس کا ذکر کر رہی ہے ، اس کے مقابلے میں میں کفن میں ڈھانك دیے جانے کو ترجیح دوں گی ۔

بڑھیا نے کہا تو اپنے حسن و شباب ہی کو نہیں ، اپنی زندگی کو بھی خطرہ میں ڈال رہی ہے ۔ شاید گوالے نے تجھ پر کچھ جادو کردیا ہے ۔ عیش و نعمت کی زندگی شاید تیرے مقدر ہی مین نہیں لکھی ہے ۔ تو بس یوں ہی افلاس اور مصیبت کے دن کاٹتی رہے گی ، اور آخر کو پچھتائے گی ۔ پھر کسی دن قبر میں جاکر سو رہے گی ۔ گوالے کی صحبت نے تجھے کم نظر اور بے حوصلہ بنا دیا ہے ۔ سچ ہے بھلے آدمیوں کی صحبت بُرے آدمی کو بھی بہتر بنا دیتی ہے ، اور بُرے آدمی کی سنگت مستقل برائیاں انسان میں پیدا کردیتی ہے ۔ آدمی

ایک مرتبہ بری عادتوں میں مبتلا ہو جائے تو پھر وہی اس کی
طبیعت ثانی بن جاتی ہیں ۔ پھر بڑھیا ایک حکایت سناتی ہے ۔

ایک بھکارن اور بادشاہ کی حکایت

سنا ہے کہ ایک بادشاہ نے کسی فقیر کی عورت
کو اپنے محل میں داخل کیا ۔ وہ در بدر
بھیک مانگنے کی عادی تھی ۔ بادشاہ نے اسے شاہی صدر پر
بٹھایا ۔ لیکن اپنی عادت سے مجبور ہونے کی وجہ سے وہ
ہر روز کسی طاق میں روٹیاں لا کر جمع کرتی تھی ، اور پھر
اس طاق کے آگے بھکارن کی طرح کھڑے ہو کر روٹی مانگتی
تھی ۔ ہر طرح کی نعمتیں میسر تھیں ، لیکن جب تک دن میں
کسی وقت یہ کام نہ کرلیتی اسے چین نہ آتا تھا ۔ تیرا بھی
یہی حال ہے ۔ افلاس کی زندگی گزارنے کی عادت نے تجھے
کم حوصلہ بنا دیا ہے ۔ اس عادت کو ترک کردے ، پھر تیری
زندگی بن جائے گی ۔ عیش و آرام کی زندگی اور مال و دولت
کی لالچ کے جواب میں مینا نے عفت اور پاکیزگی کی زندگی
کی عظمت سمجھائی ، اور پھر یہ حکایت سنائی ۔

تین دوستوں کی حکایت

ایک شہر میں تین دوست رہتے تھے
تینوں میں گہری دوستی تھی ۔ ایک بار تینوں مل کر سفر
کر رہے تھے ۔ جنگل میں انہیں سونے کی دو اینٹیں پڑی ہوئی
ملیں ۔ تینوں نے خوش ہو کر انہیں اٹھا لیا ، اور قریب ایک
کنوئیں پر گئے تا کہ آپس میں تقسیم کرلیں ۔ ایک دوست نے

دوسرے سے کہا: تم قریب گاؤں میں جاؤ اور کھانے کی چیزیں لے آؤ۔ دوست گاؤں کی طرف چلا تو اس نے دل میں سوچا کہ ان اینٹوں کو تقسیم کرنے کی بجائے کھانے میں زھر ملا دوں، دونوں ساتھی ھلاک ھوجائیں گے اور سارا سونا میرے ھاتھ آئے گا۔ یہ سوچ کر اس نے کھانے میں زھر ملا دیا۔ ادھر دو ساتھیوں نے آپس میں طے کیا کہ ان دو اینٹوں کو تقسیم کرنے کی بجائے کیوں نہ ھم تیسرے ساتھی کو ختم کردیں۔ جب تیسرا دوست گاؤں سے لوٹا تو دونوں نے مل کر اس کا کام تمام کردیا۔ پھر اطمینان سے کھانے بیٹھے، زھر کی وجہ سے یہ دونوں بھی ھلاک ھوگئے۔

میں نے کہا دولت کی طمع کا یہی حشر ھوتا ھے میں اپنی گدڑی اور جھونپڑی ھی میں خوش رھوں گی، اور اپنے دلہے کی محبت میں مگن۔ کسی دوسرے کی سیج پر سونے کے مقابلے میں، میں قبر کے بچھونے کو ترجیح دوں گی۔

دوتی نے زندگی کے تجربہ کی باتیں بتائیں، طعن و طنز کے حربے استعمال کیے، اور کہا کہ اگر اورلٹ کبھی واپس لوٹ بھی آئے، تو وہ چندا کو ساتھ لیتا آئے گا۔ اور شہزادی چندا یا تو تجھے گھر سے نکال باھر کردے گی، یا تجھے داسی بنا کر رکھے گی۔ پھر اس نے دو بیویوں والے ایک شوھر کی حکایت سنائی۔

سوکنوں کی رقابت کسی شہر میں ایک سپاہی رہتا تھا جسکی دو بیویاں تھیں - پہلی بیوی بالائی منزل پر رہتی تھی، اور دوسری جو عمر میں چھوٹی تھی اور شوہر کی چہیتی، نچلی منزل میں - ایک رات سپاہی رات کے پہرے پر گیا - رات کے اندھیرے میں موقع پا کر ایک چور سپاہی کے گھر میں داخل ہوا، اور سیڑھیوں پر چڑھنے لگا - سیڑھیوں پر اس کے قدموں کی آہٹ سن کر نچلی منزل میں رہنے والی بیوی بیدار ہوئی - اس نے خیال کیا کہ شاید شوہر اسکی سوکن کے ہاں جانا چاہتا ہے، اس نے دوڑ کر اس کے پاؤں پکڑ لیے - اسی دوران میں پہلی بیوی نے جب آہٹ سُنی تو وہ بھی دوڑتی ہوئی سیڑھیوں پر آپہنچی اور شوہر پر اپنا حق جتاتے ہوئے، اسکے سر کے بال مضبوطی سے تھام لیے اور اسے اوپر کو کھینچنے لگی - اس نے دوسری بیوی سے مخاطب ہوکر کہا۔ اتنے دن وہ تیرے ساتھ رہا - شاید ابھی تک تیری آنکھیں سیر نہیں ہوئیں - ایک مدت کے بعد وہ مجھ پر مہربان ہے، اے بے شرم چھوڑ، اسے اوپر آنے دے، دوسری نے کہا میں اسے ہرگز نہ چھوڑوں گی - اگر وہ اوپر جائے تو اسکے پاؤں توڑ دوں گی - اسطرح دونوں نے مل کر چور کو مخالف سمتوں میں کھینچنا شروع کیا - اس کشمکش میں چور کی جان لبوں پر آ گئی - دونوں نے مل کر

اسے اتنا آزار پہنچایا کہ اس نے دل ہی دل میں آئندہ سے
چوری کرنے سے توبہ کرلی - ایسے میں سپاہی رات کے
پہرے سے فارغ ہوکر، گھر میں داخل ہوا - عورتوں نے
جب شوہر کو باہر سے آتے دیکھا تو حیرت زدہ ہوکر
بھاگ کھڑی ہوئیں ۔ اور چور بے حال ہوکر گر پڑا -
سپاہی نے چور کی مشکیں کسیں ۔ اور صبح کو اسے بادشاہ کے
دربار میں پیش کیا - بادشاہ نے چور کو قتل کرنے کا حکم دیا -
چور نے کہا جہاں پناہ میرا گناہ معاف کر دیجئے ، مجھے
اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے - اگر میں آئندہ کبھی چوری
کروں تو مجھے دو بیویوں کا شوہر بنا دیجیے - جب چور نے
اپنی بپتا سنائی تو بادشاہ اور درباری ہنسے ۔ اور چور کو
رہا کردیا - دوتی نے بتایا کہ دو سوکنوں کا ساتھ بہت برا
ہوتا ہے - دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں - اگر
حقیقی بہن بھی سوکن بن جائے تو وہ بھی زہریلے ناگ سے
زیادہ خطرناک ہوتی ہے -

مینا نے برہم ہوکر کہا میں سمجھتی تھی کہ تنہائی کی
زندگی میں تو میرا ساتھ دے گی ۔ ور میرے لیے مصیبت کے
دن گوارہ ہو جائیں گے - لیکن تو میرے لیے ایک مستقل
مصیبت بن گئی ہے - خدا کے سوا اور کوئی نہیں جو میری
ہمت بندھائے - اے بڑھیا سن اگر آسمان سے سورج اور چاند

بھی آ کر مجھے آزمائیں تو میں انھیں اورك سے کم تر سمجھوں گی۔ سوکن کی مصیبت میرے لیے کوئی چیز نہیں۔اگر چندا آئے تو میں اسکا سواگت کروں گی۔ اگر اورك کسی داسی کو بھی اپنا آئے تو میں اپنی جان داسی پر نثار کرنے کے لیے تیار رھوں گی۔تمام عورتیں ایك طرح کی نہیں ھوتیں۔ تو نے '' اَصیل عورت '' کو دیکھا ھی نہیں۔ سن تجھے میں ایك اصیل اور وفا شعار عورت کی کہانی سناتی ھوں۔

ایك باعصمت حسینه کی کہانی وہ ایك غیر معمولی حسین وجمیل عورت تھی۔ اس کا شوھر جو کوئی لشکری تھا، اس پر جان نچھاور کرتا تھا۔ایك بار شوھر کسی ضرورت سے سفر پر گیا۔ اس کا ایك پر خلوص دوست تھا جس پر اسے پوری طرح اعتماد تھا۔ جاتے ھوئے اس نے گھر کی دیکھ بھال اپنے دوست کے ذمه کی، اور بیوی کو نصیحت کیا که تم اسے بیگانه نه سمجھو، اور اپنے حقیقی بھائی کی طرح اس سے پیش آؤ۔ حسینه نے حقیقی بھائی کی طرح اس کی خدمت کی، لیکن اس بے وفا ساتھی نے ایك دن اپنے دوست کی بیوی سے کہا که اے شہری میں تیری محبت میں پھنسا جارھا ھوں۔ میرے حال پر رحم کر اور مجھے اپنے گلے لگا لے۔ اس کی یه بات سن کر عورت کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔اس نے دونوں ھاتھوں سے اپنا چہرا

چھپا لیا، اور کہا تم میرے شوھر کے دوست ھو، میں تمہیں
اپنا حقیقی بھائی سمجھتی ھوں ۔ افسوس، شاید قیامت آپہنچی
ھے، دنیا سے وفا کا نام و نشان مٹ گیا ۔ اے عزیز تمھیں
ایسی بے تمیز بات نہیں کرنی چاھئیے تھی ۔ بے وفا دوست
اس وقت تو شرمندہ ھوکر خاموش ھو رھا ۔ کچھ روز تك
گویا اس واقعہ کو بھلانے کی کوشش کی ۔ پھر ایك دن
حسینہ سے کہا کہ تم بہت دلگیر معلوم ھوتی ھو، شاید میرا
دوست تمھیں یاد آرھا ھے ۔ چلو ھم ایك ایسے باغ کی سیر
کر آئیں جسے دیکھ کر تمھارے دل کا تکدر دھل جائے ۔
مختلف باتوں سے فریب دے کر اس نے حسینہ کو چلنے پر
آمادہ کیا ۔ اور اسے ایك جنگل میں لے آیا ۔ اس نے کہا
کہ اگر تو نے میرا کہا مانا تو ٹھیك ھے ۔ ورنہ میں تجھے
قتل کر دوں گا ۔ وفا شعار عورت نے کہا اگر تم مجھے قتل
کردو تو جان جائے گی، لیکن کوئی برا بول تو مجھ پر نہ آنے
پائے گا ۔ عصمت و عفت کے مقابلے میں مال و دولت اور
جان سب کچھ قربان کر دینے کے قابل ھے ۔ اتفاق سے اسی
وقت جنگل میں ایك طرف سے کوئی قافلہ آتا دکھائی دیا ۔
یہ دیکھ کر بے وفا دوست نے عورت کو اپنے حال پر چھوڑا
اور خود بھاگ کھڑا ھوا ۔ یہ ایك تاجر کا قافلہ تھا ۔ تاجر
نے اس مصیبت زدہ عورت سے اس کا حال پوچھا، اور

اس کے حال پر رحم کھا کر کہا، میرے کوئی بیٹا یا بیٹی
نہیں ھے، میں تجھے اپنی بیٹی کی طرح رکھوں گا۔ اسے
پالکی میں بٹھا کر وہ اپنے ساتھ لے چلا۔ اور گھر پہنچ کر
اسے اپنی بیوی کے سپرد کیا۔ کچھ عرصے بعد اتفاق سے تاجر
کو ایک لڑکا تولد ھوا۔ بچے کی پرورش اور دیکھ بھال
اس نے اس عورت کے تفویض کی۔ لیکن یہاں آسمان نے
اس پر ایک اور ستم توڑا۔ اس تاجر کے گھر میں ایک غلام
تھا۔ وہ اس غمزدہ حسینہ پر فریفتہ ھو گیا؛ اور ایک دن
اس سے کہا کہ ھم تم ایک ساتھ رھتے ھیں، کیوں نہ ھم
دونوں مل کر راحت کی زندگی گزاریں۔ جب حسینہ نے
غلام کی بات ماننے سے انکار کیا تو اس نے کہا میں کسی
ناگہانی مصیبت میں تمھیں مبتلا کر دوں گا۔ چنانچہ موقع پا کر ایک
رات وہ اس جگہ پہنچا جہاں یہ حسینہ تاجر کے بچے کو
اپنی آغوش میں لیے سو رھی تھی۔ غلام نے بچے کا پیٹ
چاک کر دیا، اور عورت کے ھاتھوں کو خون سے آلودہ
کر کے، خود اس واقعہ سے ایسا بے تعلق ھو گیا گویا کچھ
جانتا ھی نہ تھا۔ صبح ھوئی تو تاجر کو یقین نہ آیا کہ یہ
کام اس مصیبت زدہ عورت نے کیا ھوگا۔ تاھم اس نے کچھ
روپیہ دے کر اس عورت کو اپنے گھر سے چلتا کر دیا۔

مصیبت زدہ حسینہ آہیں بھرتی ہوئی وہاں سے نکل کھڑی ہوئی - راستے میں ایک جگہ اس نے دیکھا کہ لوگ کسی شخص کو جس پر چوری کا الزام تھا قتل کرنے لے جا رہے تھے - اس نے اپنے ہاں سے روپیہ ادا کر کے اسکی جان بچائی - چور نے اس کے احسان کا شکریہ ادا کیا، اور اس احسان کے بدلے میں اسی کی خدمت میں رہنے کی تمنا ظاہر کی - لیکن ایک رات اس نے بھی حسینہ کو ورغلانے کی کوشش کی - چور کے یہ ڈھنگ دیکھ کر اسی رات حسینہ چپکے سے اس سے علحدہ ہو گئی، اور کسی خالی دوکان میں جا کر سو رہی - صبح کو چور اسے ڈھونڈتا ہوا وہاں آ پہنچا - اور شور مچانا شروع کیا کہ یہ میری زر خرید لونڈی ہے جو فرار ہو گئی تھی - پھر اس نے ایک تاجر کے ہاتھ اسے فروخت کر دیا، اور چلتا بنا -

تاجر اس حسینہ کو خریدنے کے بعد اپنے مال و اسباب کے ساتھ جہاز پر روانہ ہوا - پاک دامن عورت نے دل میں سوچا آج تو میری ساری کوششیں ضائع ہو گئیں، اور میں اس کی زر خرید لونڈی ہو گئی - رات کو تاجر نے اس سے خواہش کی کہ وہ اسکے پاؤں دابے - لیکن جیسے ہی وہ اس کے قریب پہنچی - تاجر کی روح اچانک پرواز کر گئی - صبح کو اس نے دیکھا کہ جہاز کے

دوسرے لوگ بھی مر چکے ھیں ، اور جہاز کسی شہر
کے کنارے آ لگا ھے۔ عورت نے مردانہ لباس پہنا ،
سوداگروں کا سا عمامہ سر پر باندھا ، اور جہاز کا سامان
لے کر شہر میں پہنچی ۔ پھر اس نے ایك بڑی دوکان
کھول لی ۔ ایك محل تعمیر کروایا ، اور آرام کی زندگی بسر
کرنے لگی ۔ عصمت شعاری ، تقدس اور روحانی پاکیزگی
کی بدولت قدرت نے اسکی آنکھوں میں ایسی روحانی
طاقت پیدا کر دی تھی کہ اگر وہ کسی مریض کو نگاہ
بھر کر دیکھ لیتی تو وہ شفا پاجاتا ۔ دور دور تك اس کی
کرامت کا چرچا ہونے لگا ۔

ایك عرصہ بعد جب اس عورت کا شوہر اپنے گھر
لوٹا تو اس نے اپنے دوست کو کوڑھ میں مبتلا پایا ۔ اس نے
بتایا کہ مجھے اس حال میں دیکھ کر تمہاری بیوی کہیں چلی گئی۔
لشکری نے بیوی کی بے وفائی پر افسوس کیا اور کہا کہ
آتے ہوئے اس نے کسی شہر میں ایك تاجر کی کرامت
کا چرچا سنا ھے ۔ چنانچہ اپنے مریض دوست کو ڈولی
میں بٹھا کر وہ اس شہر کی طرف چل پڑا ۔ راستے میں
اسے تاجر کا غلام ، اور وہ چور بھی ملے ، جنہوں نے
اس حسینہ کے ساتھ دغا بازی کی تھی ۔ یہ دونوں بھی کوڑھ
کے مرض میں مبتلا تھے ۔ لشکری نے انہیں بھی ہمراہ لیا ،

اور سوداگر کے محل پر پہنچا۔ ڈولیوں کو دیکھ کر عورت نے ان سب کو پہچانا۔ پھر لشکری کی موجودگی میں اس نے ایک پردے کے پیچھے سے یکے بعد دیگرے ہر مریض سے پوچھا کہ وہ اس مصیبت میں کیوں مبتلا ہوا ھے، صاف صاف خود بتا دے، تو اس کا علاج ممکن ھے، ورنہ وہ سخت تر مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے گا۔ تینوں نے تفصیل کے ساتھ اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ اعتراف جرم کے بعد اس نے تینوں کو اپنی شفا بخش آنکھوں کی جھلک دکھائی اور وہ صحتیاب ہو گئے۔ اس کے بعد عورت نے زنانہ لباس پہنا اور لشکری سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ پھر اپنی ساری بپتا اسے سنائی۔ لشکری نے اپنی بیوی کو پہچانا اور اس کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے تینوں مجرموں کو آزاد کر دیا، اور از سر نو پر مسرت زندگی کا آغاز کیا۔

یہ قصہ سنا کر مینا نے کہا کہ خدا جب بچھڑوں کو ملانا چاھتا ھے تو وہ خود سارے سامان فراھم کر دیتا ھے۔ مجھے یقین ھے کہ میرا سر تاج لورک بھی ایک روز مجھ سے آ ملے گا۔ اس نے دلالہ کی باتیں سننے سے انکار کر دیا۔ اور دوتی مایوس ہو کر وھاں سے نکل کھڑی ہوئی۔ دوتی کی ان کوششوں میں چھ مہینے گزر گئے

وہ بادشاہ کے دربار میں گئی، اپنی کوششوں کی تفصیل
سنائی، اور اپنی ناکامی کا اعتراف کیا۔ بادشاہ نے کہا
تو ایک بار اور کوشش کر دیکھ۔ میں خود بھی ساتھ
آؤں گا۔ غرض ایک رات دوتی بادشاہ کے ساتھ مینا کے
گھر پہنچی۔ بادشاہ کسی گوشے میں چھپ کر کھڑا
ہو گیا۔ دوتی آہ و زاری کرتی ہوئی مینا کے گھر میں
داخل ہوئی اور کہا کہ میں تو تیری باتوں سے ناراض ہو کر
چلی گئی تھی، لیکن پھر دودھ کے رشتے نے جوش مارا
کہ تو بچی کی باتوں کا برا مانتی ہے، اور تو نے کس
طرح اسے تنہا چھوڑ دیا۔ مینا نے کہا میں تجھے اسی وقت
پسند کر دوں گی جب کہ تو دوبارہ اپنی کہانی شروع نہ
کرے۔ دوتی نے کہا تیری مصیبت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی
میں تجھے آرام و آسائش کی زندگی گزارتے دیکھنا
چاہتی ہوں۔ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ وقت بیت
جائے تو انسان ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ تو نے شاید
قصہ نہیں سنا۔

بد خصلت عورت کی کہانی شہر میں تجھ جیسی ا
بے ڈھنگی ستونت عورت رہتی تھی۔ کسی مرد نے د
کے ذریعہ اسے پیام محبت بھیجا۔ دوتی نے ہر طرح
کوشش کی، لیکن وہ رضا مند نہ ہوئی۔ کچھ دن بعد

روز جب وہ اپنے شوہر سے ملنے کے لیے مکان کی
بالائی منزل پر گئی ، تو دیکھا کہ اس کا شوہر کسی اور
حسینہ کے ساتھ گفتگو کر رہا ھے ۔ عورت برہم ھو کر
چپکے سے واپس چلی آئی ۔ پھر اس نے دوتی کو بلا بھیجا ،
اور کہا کہ تو نے مجھے جس شخص کا پیام محبت سنایا تھا ،
میں اسے ایك نظر دیکھ لوں تو قبول کر لوں گی ۔ دوتی
نے یہ خوش خبری اس مرد کو سنائی ۔ لیکن اس نے
جواب دیا اب میرے دل میں اس کے لیے کوئی دلکشی
باقی نہیں رھی ۔ پھول باسی ھو جائیں تو کوئی انہیں سر میں
نہیں لگاتا ۔ سوکھے تاڑ پھل کسی کام نہیں آتے ۔ ھر چیز
کی قدر و قیمت کا ایك وقت ھوتا ھے ۔ میں یہ قصہ تجھے
اس لیے سنا رھی ھوں تاکہ تجھے بھی اس بے ڈھنگی
ستونت عورت کی طرح مایوس نہ ھونا پڑے ۔

فراق زدہ ستونتی کی حکایت مینا نے کہا تو جو جس عورت
کو ستونت کہتی ھے ، وہ بد خصلت عورت تھی ۔ میری
مثال اس سے مختلف ھے ۔ میں اس ستونت عورت کی طرح
ھوں جس کو نصوحا (نصوح ؟) نے محبت کا پیام بھیجا
تھا ۔ اس ستونت عورت کا شوھر بھی اسے چھوڑ کر چلا
گیا تھا ، اور وہ مصیبت کے دن کاٹ رھی تھی ۔ نصوحا
نے لالچ دے کر ایك دوتی کو اس کے پاس بھیجا ۔ دوتی

نے دیکھا کہ وہ حسینہ تو بس زار و قطار روتی رہتی ہے،
اور کسی سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرتی۔ اس نے
بادشاہ سے آکر کہا کہ میں ایسی دیوانی کو کیا سمجھاؤں۔
بادشاہ نے کہا، بزور ھی سہی، اسے لے آ، ورنہ میں تجھے
قتل کردوں گا۔ دوتی جب دوبارہ وھاں پہنچی تو اس نے
دیکھا کہ یہ ستونت عورت خدا کو پیاری ہو چکی ہے۔ ضدی
بادشاہ نے اس کی لاش منگوا بھیجی، لیکن غیب کی آواز
نے اسے بر وقت متنبہ کیا، اور اس نے نادم ہو کر اپنے دل
میں توبہ کی۔

جب دوتی نے پھر اپنی پر مکر باتوں سے مینا کے
جذبات کو جگانے کی کوشش کی، تو مینا نے کہا تو مجھے
مجبور کرتی ہے کہ میں دوسرے مردوں سے ربط پیدا کروں،
یہ تو بتا کیا خود تو نے بھی یہی کیا ہے۔ بڑھیا نے جواب
دیا کہ ھاں کم سنی میں دوچار، اور جوانی میں آٹھ دس سے
میرا ربط تھا۔ اب تو بوڑھی ہو چکی ہوں، لیکن امنگوں
کی وہ زندگی اب بھی یاد آتی ہے۔ مینا نے مسکرا کر
کہا اگر میں نے تیرا دودھ پیا ہوتا، تو میرا دل بھی تیری
باتوں سے کسی نہ کسی طرح پسیج گیا ہوتا۔ مجھے یقین
ہے کہ میری ماں نے مجھے تیرا دودھ نہیں پلایا ہوگا۔ اچھے
ماں باپ جانتے ہیں کہ بچوں کے تعلق سے چار فرائض ا

عاید ہوتے ہیں۔ اول تو یہ کہ انہیں کسی نیک عورت کا
دودھ پلائیں۔ دوسرے یہ کہ انہیں شریفوں کی صحبت میں
رکھیں۔ انہیں حق کی بات سکھائیں۔ چوتھے، انہیں ادب
لحاظ کے برتاؤ کی تعلیم دیں۔ مینا نے دوتی پر برہم ہوتے
ہوئے کہا کہ تو اور تیرا بادشاہ دونوں مل کر مجھے تباہی
کے غار میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں۔ لیکن میری آہ میں اتنی تاثیر
ہے کہ وہ تجھے اور تیرے بادشاہ دونوں کو جلا کر بھسم
کر دے گی۔

مینا کی یہ باتیں سن کر بادشاہ متاثر ہوا۔ وہ مکان کے
گوشہ سے باہر نکل آیا۔ مینا کی عصمت و عفت کی داد دی
اور اپنے قصور کی معافی کا خواستگار ہوا۔ پھر بادشاہ نے
ایک فرمان بھیج کر لورک اور چندا کو بلوایا۔ اور لورک
کو مینا سے ملادیا۔ اپنی بیٹی کو اس نے سنگسار کرنے کا
حکم دیا، اور دوتی کا سر مونڈا کر، اسے گدھے پر سوار
کرکے شہر میں گھمانے کا حکم دیا۔

قصے کا ماخذ

مینا ستونتی کے قصہ کے ماخذ پر خود غواصی نے ان
الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

رسالہ اتھا فارسی یو اول کیا نظم دکنی ستے بے بدل

اس فارسی رسالہ کا ذکر خود مثنوی میں ملتا ہے، اور نہ

متعلقہ مخطوطات کی توضیحی فہرستوں میں ۔ راقم نے اس
سلسلے میں جو معلومات فراہم کی ھیں ، وہ حسب ذیل ھیں ۔
میناستونتی کا قصہ ھندوستانی اصل کی ایك قدیم پریم کتھا
پر مبنی ھے ، جو عہد وسطی میں شمالی ھند کے مختلف علاقوں
میں نہایت مقبول تھی ۔ پھر نا معلوم اسباب کی بنا پر یہ لوك
کہانی ایك طویل عرصہ تك طاق نسیاں کی نذر ھوگئی ۔ شاید
آج سے پندرہ سولہ برس پہلے تك چودھویں صدی کے مولانا
داؤد کی " چنداین " ، اور سولھویں صدی کے میاں سادھن کی
" میناست " جو قدیم اودھی بھاشا کی عشقیہ داستانیں ھیں ،
علمی دنیا کے لیے پردۂ تاریکی میں تھیں ۔ ان منظوم کہانیوں کے
قدیم اور نا مکمل نسخے جو فارسی رسم الخط میں تھے ،
منیر شریف پٹنہ کی خانقاہ میں ملے ، اور جناب سید حسن
عسکری نے پہلی بار ان پر Current Studies, Patna اور
Bihar Research Journal میں دو طویل انگریزی مقالے شائع کیے ۔
پھر ھندی دان طبقہ کی توجہ اسکی طرف مبذول ھوئی ، اور
مختلف عالموں اور محققوں نے اس خصوص میں تحقیق
وجستجو کا آغاز کیا ۔ لاھور کے آرکیوز سے چنداین کے با تصویر
اجزا دستیاب ھوئے ۔ راجستان اور یو ۔ پی میں بھی چنداین
کے دو نسخوں کا پتہ چلا ، جو ناگری رسم الخط میں تھے ۔
بنارس کے " کالا بھون " ، اور بمبئی کے میوزیم میں بھی
چنداین کے با تصویر اجزاء موجود ھیں ۔ پھر میاں سادھن کی

" میناست" گوالیار سے شائع ہوئی۔ اور مولانا داؤد کی "چنداین" کو ابھی چند ماہ قبل ڈاکٹر پرمیشوری لال گپتا نے، جو پٹنہ آرکیوز کے ڈائرکٹر ھیں، ایڈٹ کرکے ایك عالمانہ مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ھے۔

" چنداین " اور " میناست " اصل میں اك ھی طویل لوك کہانی کے دو رخ ھیں۔ چنداین. شہزادی چندا، اور اورك کی داستان محبت ھے۔ اورك کے چندا کے ساتھ فرار ھو جانے کے بعد، اس کی فرق زدہ بیوی مینا پر جو بیتی، اسکی داستان عم میناست میں بیان کی گئی ھے۔

گذشتہ چند برسوں میں ھندوستان کی اس مقبول عوامی کہانی کی ایك سے زائد ادبی شکلوں کی بازیافت عمل میں آئی ھے، جن میں قدیم ھندی بھاشا میں داؤد کی چنداین، اور میاں سادھن کی میناست، بنگالی میں دولت قاضی کی "ستی مینا واورچندرانی" اور فارسی میں حمیدی کا " عصمت نامہ " خاص طور پر قابل ذکر ھیں۔ چونکہ غواصی کی مثنوی کا قصہ بنیادی طور پر انہیں لوك کہانیوں پر مبنی ھے، جو جزوی اختلافات کے ساتھ، خود غواصی کے عہد میں اور اس سے قبل، ھندوستان کے ایك وسیع علاقے میں بکھری ھوئی تھیں، اسلیے ذیل میں اس مقبول عوامی کہانی کی ادبی شکلوں کا سرسری جائزہ پیش کیا گیا ھے، تاکہ غواصی کی مثنوی کے ابتدائی سرچشمہ پر روشنی پڑسکے۔

"چنداین" [1] لورك چندا اور مینا ستونتی کے گروپ کی پریم کتھاؤں کی قدیم ترین ادبی شکل جو ابھی تك دریافت ہوئی ھے، مولانا داؤد کی "چنداین" ھے، جس کا شمار اب ھندی کے ابتدائی ادب پاروں میں ہونے لگا ھے۔ چنداین کے متعلق جناب سید حسن عسکری لکھتے ھیں:

"یہ ایك طویل منظوم پریم کتھا ھے، جسے مولانا داؤد نے جو شاید یو۔پی کے مقام دالؤ کے رھنے والے تھے، وھاں کی مقامی بولی، اودھی میں ایك قدیم لوك گیت کو ماخذ قرار دے کر سنہ ۷۸۹ ھ میں تصنیف کیا۔ اور اسے فیروز شاہ تغلق سلطان دھلی کے وزیر، جہان شاہ، پسر خان جہان مقبول، کے سامنے پیش کیا" [1]۔

عہد وسطی میں شمالی ھند میں چنداین کی عشقیہ کہانی کی غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ، عہد اکبری کے مشہور مورخ ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان سے بھی ہوتا ھے۔ بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتا ھے:

"سنہ ۷۷۲ ھ میں خان جہاں وزیر نے وفات پائی، اور اس کے بیٹے جونا شاہ کو بھی یہی خطاب عطا ھوا۔ مولانا داؤد نے مثنوی "چنداین" ھندی زبان میں لورك اور چندا کے عشق کے بیان میں، اس کے نام پر لکھی ھے۔

(۱) معاصر، پٹنہ، شمارہ ۱۶، سنہ ۱۹۶۰ء۔

یہ مثنوی نہایت ذوق و شوق کی کتاب ہے، اور مخدوم شیخ تقی الدین واعظ اس کے بعض اشعار، دہلی میں منبر پر پڑھا کرتے تھے۔ لوگوں پر اس کے سننے سے بہت وجد وحال طاری ہوا کرتا تھا۔ کسی فاضل نے شیخ ممدوح سے پوچھا تھا کہ اس ہندی مثنوی کے منبر پر پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کے مضامین اور خیالات، اہل تصوف کے اقوال اور آیات قرآنی کے مطابق ہیں۔ ہندی گویئے اس مثنوی کو بڑے مزے سے گایا کرتے ہیں"۔[1]

ڈاکٹر پرمیشوری لال گپتا نے حال میں چنداین کا جو نسخہ مرتب کرکے شائع کیا ہے، یہ جملہ ۴۵۲ بندوں پر مشتمل ہے۔ ہر بند میں بارہ چرن یامصرعے ہیں۔ بند کی ابتدائی پانچ اردھالیاں یااشعار ایک ہی میٹر میں ہیں، اور ہرشعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ کا التزام رکھا گیا ہے۔ ہر بند کے آخری دو مصرعے مختلف میٹر میں ہیں، جو نسبتاً طویل ہے۔ ڈاکٹر گپتا کے مطابق شاعر نے اپبھرنش میٹر استعمال کیے ہیں۔ شاعر کے متعلق سوائے اس کے اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ دالمؤ کے رہنے والے تھے اور

---

(۱) ملا عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، ترجمۂ احتشام الدین، ص ۹۰۔

فیروز شاہ تغلق کے عہد میں سنہ ۷۷۹ ھجری (سنہ ۱۳۸۷ء)
میں انھوں نے یہ قصہ نظم کیا۔ دالمؤ، یا ڈالمؤ، اتر پردیش
کے ضلع رائے بریلی کا قصبہ ھے۔ اور بریلی سے ٤٤ میل
دور، اور کانپور سے ٦١ میل کے فاصلے پر ریلوے
جنکشن ھے۔ یہاں دریائے گنگا کے کنارے کچھ بلندی پر
ایك قلعه کے کھنڈر اب بھی موجود ھیں۔ داؤد کی شخصیت
اور مثنوی چنداین کے سنہ تصنیف پر، خود شاعر کے اس
بیان سے روشنی پڑتی ھے۔

برس سات سئے ھوے انامی
تھیا یہ کبی سر سئے بھامی
ساہ پھیروج دلی سرطانا
جونا شا اوجیر بکھانا
دلمؤ نگر بسے نورنگا
اوپر کوٹ تلے بہی گنگا

(یعنی سنہ ۷۷۹ میں شاعر نے یہ قصہ نظم کیا۔ فیروز شاہ
دلی کا سلطان تھا، اور وزیر جونا شاہ تھا۔ دلمؤ نگر ایك
خوبصورت شہر اس طرح آباد تھا کہ اوپر اس کے قلعه
تھا، نیچے دریائے گنگا بہتی تھی)

ذیل میں چنداین کے قصے کا قدرے تفصیلی خاکہ
پیش کیا گیا ھے، تا کہ مینا ستونتی کی عشقیه داستان کے

دوسرے رخ ، یعنی لورك اور چندا کی داستان محبت پر بھی روشنی پڑسکے ۔ ایسا معلوم ہوتا ھے کہ لورك ، چندا اور مینا کی پریم کتھا کی مختلف ادبی شکلیں ایك طویل کہانی کے مختلف اجزا کو اپنا موضوع قرار دیتی ھیں ۔ پھر یہ کہانی جزوی اختلافات کے ساتھ ، مختلف علاقوں میں ایك نئے رنگ روپ میں جلوہ گر ھوتی ھے ۔

چنداین کا قصہ ۔ سہدیو رائے مہر ، گوور نگر کا راجہ تھا ۔ اس کے ۸٤ رانیاں تھیں ۔ ان میں پھول رانی راجہ کی چہیتی تھی ۔ رانی کے بطن سے شہزادی چاند نے جنم لیا ۔ بچپن ناز ونعمت میں بسر ھوا ۔ ابھی چار برس ھی کی تھی کہ راجہ جیت نے اپنے بیٹے باون سے چاند کے بیاہ کا پیام بھیجا ۔ نسبت طے پائی اور دھوم دھام سے شادی رچائی گئی ۔ شادی کو بارہ برس گزر گئے ، چاند نے شباب میں قدم رکھا لیکن اس کا شوھر اسکی طرف مائل نہیں ھوا ۔ بالآخر چاند کے والدین نے آدمی بھیج کر اسے اپنے ھاں بلوالیا ۔

میکے آنے کے بعد چاند اپنی سکھیوں کے ساتھ دن گزارنے لگی ۔ ایك روز ایك باجر سادھو (بودھ فرقہ کا ایك سادھو) چاند کے محل کے قریب سے گزرا ، اور چاند کا حسن و جمال دیکھ کر وھیں مبہوت کھڑا رہ گیا ۔ لوگ جمع ھوئے اور اس کی دیوانگی کا سبب پوچھا تو اس نے

اعتراف کیا کہ وہ چاند کے آسمانی حسن کا دیوانہ ہوگیا ہے۔
اس کے بعد یہ باجر سادھو دیوانہ وار چاند کے حسن وجمال
کی تعریف میں گیت گاتا پھرنے لگا۔ کسی دوسرے نگر
کے راجہ روپ چند نے اس مجنوں صفت سادھو کا حال سنا
اور اسے بلا کر تفصیل پوچھی۔ سادھو نے چاند کے حسن
کا ایسا دلکش نقشہ کھینچا کہ روپ چند بھی چاند کا غائبانہ
عاشق ہوگیا، اور اپنی فوج لے کر گوورنگر پہنچا اور شہر کا
محاصرہ کر لیا۔ روپ چند نے راجہ سہدیو کو کہلا بھیجا کہ
وہ اپنی بیٹی کا اس سے بیاہ کر دے۔ راجہ نے جواب دیا کہ
چاند کا بیاہ بچپن میں ہوچکا ہے اور اب اس کے بیاہ کا
کوئی سوال نہیں۔ روپ چند نے اصرار کیا اور لڑای شروع
ہوگئی۔ راجہ سہدیو کی فوج کے بڑے سردار مارے گئے
اور قریب تھا کہ اس کی فوج کو شکست ہو جائے۔ ایسے
میں کسی نے صلاح دی کہ بہادر لورك کو جو اسی نگر
میں رهتا ہے اور گوالوں کا سردار ہے بلانا چاہیے
ایك بھاٹ کی مدد سے اسے بلوایا گیا۔ جب لورك اپنی
" کھولن " سے آشیرواد لینے کے لیے گیا تو ماں اور
کی بیوی مینا نے اسے لڑائی سے باز رکھنے کی کوشش
لیکن لورك نہ مانا، اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لڑائی
میدان میں آ پہنچا، اور ایسی دلیری سے مقابلہ کیا

روپ چند کی فوج کے قدم اکھڑ گئے ۔ فاتح لورك جب
دشمن کی فوج کو شکست دے کر لوٹا تو گوور نگر میں اس
کا شاندار استقبال ہوا ، ہاتھی پر اس کا جلوس نکالا گیا ۔
رانیاں بھی اسے دیکھنے باہر آئیں ۔ اسی موقع پر چاند نے
اسے دیکھا ، اور اپنا دل دے بیٹھی ۔ غم عشق میں مبتلا
ہونے کے بعد جب چاند اداس اور کھوئی کھوئی سی رہنے
لگی تو سہیلیوں نے اس کے دل کا حال پوچھا ، اور اسے
صلاح دی کہ تم اپنے باپ سے کہو کہ وہ فاتح لورك کے
اعزاز میں محل میں ایك ضیافت ترتیب دے ۔ ضیافت کا انتظام
کیا گیا ، چاند بھی سج دھج کر وہاں پہنچی ۔ لورك نے
اسے دیکھا تو کھانا پینا سب بھول گیا ۔ گھر لوٹا تو جنون
عشق نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا ۔ لورك کی ماں ، اور
اسکی بیوی ، اس تبدیلی سے پریشان ہوئیں ۔ چاند کی ایك
سکھی لورك کی ماں سے ملنے کے بہانے آئی ۔ لورك
نے جب چاند کا نام سنا تو اس کے قدموں پر گر پڑا ،
اور منت سماجت کی وہ پھر ایك بار اسے چاند کی صورت
دکھا دے ۔ سکھی نے مشورہ دیا کہ تم جوگی کا روپ
دھار کر مندر میں جا بیٹھو ، ہم وہاں بھگوان کے درشن
کرنے کے بہانے آئیں گے ۔ کچھ دن مندر میں دونوں کو
ایك دوسرے کو دیکھنے کا موقع ملا ۔ پھر چاند کی

سکھی نے اورك کو رات کے وقت محل میں آنے کی
ترکیب بتائی ، اور وہ ایك رسی کے پھندے کے سہارے ،
چاند اور اس کی سکھیوں کی مدد سے اوپر آیا ۔ صبح
کو جب راجہ سہدیو چاند کے کمرے میں آیا تو چاند نے
لورك کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا ۔ اسطرح چوری چھپے
ملاقاتیں ہونے لگیں ، اور شدہ شدہ شہر میں لوگ اس
واقعہ کے متعلق سر گوشیاں کرنے لگے ۔ لورك کی ماں
اور اسکی بیوی مینا کو بھی اس کی خبر پہنچی ۔ لورك
کو جب اس کا پتہ چلا تو اس نے مینا کے ساتھ دکھاوے
کی محبت کا اظہار شروع کیا ، جس پر مینا اور برهم
ہوگئی ۔ مینا نے ایك مالی کے ذریعہ چاند کی ماں سے
شکایت کی ۔ ادھر مینا ایك نئی مصیبت میں گرفتار ہو گئی
تھی ، اور ادھر چاند اپنی محبت کے سہانے خواب کے
ٹوٹ جانے کے خوف سے پریشان و متردد تھی ۔ اتفاق سے
دونوں ایك ہی وقت بھگوان کے آگے اپنی اپنی التجا لیے کر
مندر میں گئے ۔ یہاں دونوں نے ایك دوسرے کو
پہچانا ، تند اور تیز باتیں ہوئیں ، اور ہاتھا پائی تك نوبت
پہنچی ۔ لورك کو پتہ چلا ، اس نے جا کر بیچ بچاؤ کیا
اب لورك اور چاند نے مل کر طے کیا کہ ی
بسر ممکن نہیں ، اور وہ کسی دوسرے نگر کو فر

هو جائیں۔ منصوبہ کے مطابق ایك رات لورك چندا کے
محل پہنچا، اور دونوں مال و دولت اور زر و جواہر لے کر
فرار ہو گئے۔ راستے میں لورك کا بھائی کنورو ملا اس
نے لورك کو اپنے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش
کی، لیکن لورك یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا کہ وہ دو ایك ماہ
بعد واپس آئے گا۔ راجہ کے آدمی ان کا تعاقب کر رہے
تھے۔ راستے میں دونوں نے ایك ملاح کو دھوکا دے
کر گنگا کو پار کیا۔ چاند کا شوھر باون بھی تعاقب میں
نکلا۔ دریا کو پار کر کے اس نے ان دونوں کو آلیا۔
لورك اور باون میں لڑائی ھوئی۔ باون نے ھار مان لی،
اور کہا کہ اب چاند سے اسکا کوئی واسطہ نہیں۔ راستے
میں ایك جگہ چند کو سانپ نے ڈس لیا۔ ایك یوگی کے
منتروں سے اس نے دوبارہ زندگی پائی۔ پھر ایك بار جب
وہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے سو رہے تھے، دوسری
مرتبہ ایك سانپ نے چندا کو ڈس لیا۔ لورك نے اسکی
جان بچانے کی بہتری کوشش کی، دوسرے روز جب وہ
چاند کی لاش کو جلانے، اور خود بھی اس کے ساتھ جل
مرنے کی تیاری کر رہا تھا، اچانك ایك مداری ادھر آ نکلا۔
اور اس نے سانپ کا زھر اتار کر چاند کو دوبارہ زندہ
کر دیا۔ لورك نے اپنے سارے گہنے مداری کی نذر

کر دیے - جواب میں مداری نے بھی لورک کو ایک منتر
سکھایا - یہاں سے نکل کر لورک اور چاند ایک شہر
سارنگ پور پہنچے - لورک نے وہاں کے راجہ کے ساتھ
جوے کی بازی لگائی اور اپنے سارے مال و اسباب کے
ساتھ چاند کو بھی اس بازی میں ہار گیا - لیکن مداری
کے منتر کی بدولت ایک راکشش نمودار ہوا، اور اس نے
اورک کے دشمنوں کا خاتمہ کر دیا - اورک اور چاند کسی
اور طرف چل کھڑے ہوے - راستے میں تیسری مرتبہ
چاند کو ایک سانپ نے ڈسا، اور ایک سادھو کی مدد سے
پھر اس نے زندگی پائی - سادھو نے اورک کو متنبہ کیا
کہ ایک یوگی چاند کو اپنی محبت میں گرفتار کرنے کی
کوشش کرے گا - چنانچہ راستے میں انہیں اس یوگی سے
سابقہ پڑا، جس نے اپنے منتر کے ذریعہ چاند کے حافظے
کو معطل کر دیا - لیکن لورک اس پر بھی غالب آیا - پھ
جنگل میں ان کی ملاقات ایک راجہ سے ہوئی، جو شکا
کھیلنے کے لیے ادھر آ نکلا تھا - جب لورک نے اسے ا
حال سنایا تو راجہ نے ان دونوں کی دلجوئی کی، او
انہیں اپنے شہر ہری پاٹن لے گیا، جہاں یہ دونوں آر
و اطمینان اور شان و شوکت کی زندگی بسر کرنے لگے-
لورک کے چاند کے ساتھ فرار ہو جانے کے

اسکی بیوی مینا پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ۔ لیکن ملا داؤد کی چنداین میں اس موقع پر فراق زدہ مینا کی داستان غم کی کوئی تفصیل نہیں ملتی، اور نہ آزمائش و امتحان کے ان کٹھن مرحلوں کا کوئی ذکر، جو ''میناست'' کا بنیادی موضوع ہے ۔ چنداین کے صرف ایك بند میں مینا کے درد فراق کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:

نسی دکھ مینا ھی روئی بہائی
سبھ دن رہے نین پنتھ لائی

مکو لورك اینہا مارگ آوئی
کئی ھیری آکے آپو جناوئی

نسی دن جھروی آس بے آسی
روئی روئی کھن کھن ھوئی نرامی

لور لور کہ دن پور آوئی
اور بچن ہر مکھ ھیں نہ آوئی

تپنڈ یں اجھی رین بہائی
جس بچھری بن نیر مرجھائی

برہ سنتای میناں آھیں پری دن او رات
سب لن ھیں دکھ لورك کیرا برھا کنہیں سنگات[1]

---

(۱) چنداین، بند ۱۹۸ ص ۳۰۱ ۔

ایك دن مینا اور لورك کی ماں کھولن کو معلوم
ہوا کہ گوورنگر میں تاجروں کا ایك قافلہ آیا ہوا ھے -
دریافت کرنے پر کھولن کو پتہ چلا کہ یہ قافلہ ھری پاٹن
جانے والا ھے - کھولن نے تاجروں کے نایك کو جو ایك
برھمن تھا اپنے گھر بلایا - مینا اس کے قدموں پر گر پڑی. اور
بڑی منت سماجت کی کہ وہ ھری پاٹن میں لورك کا پتہ چلائے،
اور اس کی دکھ بھری داستان لورك کو سنا کر اسے لوٹ
آنے پر آمادہ کرے - برھمن مینا کی دکھ بھری کہانی سن کر
متاثر ھوا -

یہاں مولانا داؤد نے مینا کی آپ بیتی کو، جو وہ
تاجروں کے سردار کو سناتی ھے بارہ ماسی کے پیرائے
میں پیش کیا ھے - مینا فراق کے سات آٹھ مہینوں کا حال
جو اس پر گزر چکے ھیں، مختلف موسموں کی کیفیات کا
ذکر کرتے ھوئے برھمن کو سناتی ھے - تاجروں کا سردار
کوئی چار ماہ بعد ھری پاٹن پہنچا - اس نے لورك کا پتہ
چلایا اور اس کے گھر پہنچا - پھر اس نے گویا لورك کی
موتھی دیکھ کر اسے بتایا کہ وہ گوور کا رھنے والا ھے،
اور مینا کا شوھر ھے، اور یہ کہ مینا کا پتی ھونے کے
باوجود اس نے مینا کو زمین پر ڈال دیا ھے، اور چاند کو
آسمان پر چڑھا دیا ھے - مینا کا نام سن کر لورك کا

دل بھر آیا ۔ وہ مینا کو بھولا نہیں تھا اور اس کا حال جاننے
کے لیے بے تاب تھا ۔ اس نے برھمن سے پوچھا کہ وہ کہاں
کا رہنے والا ھے ، اور کہا اگر تم مجھے کچھ بتا سکو کہ مینا
کس حال میں ھے ، اور کیا وہ اب بھی میرا دم بھرتی ھے ،
تو میں تمہارے قدموں کی خاک اپنے ماتھے پر لگاؤں گا ۔
جب برھمن نے مینا کی داستان غم سنائی تو لورك رونے لگا۔
اس نے بہت سا سونا اور متعدد بیل برھمن کی نذر کیے ،
اور وعدہ کیا کہ وہ دوسرے روز گوور واپس چلے گا ۔
چاند کو جب اس نئے واقعہ کی سُن گن ملی تو وہ بڑی
پریشان ھوئی ، اور رات کو بغیر کھائے سو رھی ۔ دوسرے
روز لورك نے راجہ سے مل کر اس کو ساری تفصیل سنائی
اور جانے کی اجازت طلب کی ۔ راجہ نے بخوشی جانے
کی اجازت دی اور بہت سارے آدمی ، سازوسامان کے ساتھ
اس کے همراہ بھیجے ۔ لورك چاند کے ساتھ گوورنگر کی
طرف چل پڑا ۔ شہر سے تین کوس دور اس نے پڑاؤ کیا ۔
اطراف کے لوگوں میں یہ خبر اڑی کہ کوئی راجہ فوج لے کر
آیا ھے ۔ گوور میں کھلبلی مچ گئی لیکن مینا کو ایسا لگا
کہ لورك آیا ھے ۔ اس نے اپنی ساس سے کہا مجھے ایسا
معلوم ھوتا ھے لورك آئے گا ۔ پھر رات کو اس ۔
لورك کو خواب میں دیکھا ۔

اورك نے خود کو ظاہر کیے بغیر ایك مالی کے ذریعہ
یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ مینا کس حال میں ھے،
اور کیا وہ حقیقت میں اب بھی اس کی وفادار ھے۔
ادھر مینا ایك گوالن بن کر اپنی سکھیوں کے ساتھ اس باغ
میں گئی جہاں اورك اپنے قافلہ کے ساتھ ٹھہرا ھوا تھا۔ باتوں
باتوں میں جب چاند نے مینا سے اس کا حال پوچھا تو
مینا نے بتایا کہ بارہ مہینے پہلے اس کا پتی اورك چاند کے
ساتھ فرار ھو گیا ھے۔ اور اگر چاند اس کے ھاتھ لگے،
تو وہ اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے اسے
شہر میں گھمائے گی۔ چاند یہ سن کر اس سے الجھ پڑی۔
اس موقع پر اورك نے خود کو ظاہر کیا۔ مینا کو دیکھ کر
وہ چاند کو بھول گیا۔ پھر اس نے مینا اور چاند دونوں کو
سمجھا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دونوں ایك ساتھ
مل جل کر رھنے کی کوشش کریں۔ کھولن نے اورك اور
چاند کو اپنے گھر بلایا۔ اور سب مل کر سکھ کی زندگی
بسر کرنے لگے۔ کھولن نے اورك کو بتایا کہ اس کے
جانے کے بعد گھر والوں کو کیسی مصیبتوں کا سامنا کرنا
پڑا۔ کھولن نے کہا کہ خود اس کے دن رونے میں اور
راتیں جاگنے میں بسر ھوئی ھیں۔

یہاں پرمیشوری لال گپتا کی مرتبہ چنداین ختم ھوجاتی ہے

زیر بحث ایڈیشن کے مطابق یہ قصہ ٤٥٢ بندوں پر مشتمل ھے
جمع شدہ اوراق کے مطابق اس کے بعد کے بند کا صرف
نشان ٤٥٣ ورق پر موجود ھے۔ اس سے اندازہ ھوتا ھے کہ
داؤد کی چنداین کے متعدد بند ابھی تک دستیاب نہیں ھوسکے ھیں۔
ڈاکٹر گپتا کا خیال ھے کہ یہ قصے کا اختتام نہیں ھے،
یقینا کچھ اور بند اسکے علاوہ اصل تصنیف میں رھے ھوں گے۔ [1]

جناب سید حسن عسکری نے بھی اپنے مقالے میں جو
" معاصر " شمارہ نمبر ١٦ اور نمبر ١٧ میں شائع ھوا ھے، اس
امر کا ذکر کیا ھے کہ چنداین کے چیدہ چیدہ اور منتشر اوراق
کی مختلف مقامات پر دریافت عمل میں آئی ھے۔ کوئی تعجب
نہیں کہ قصے کے درمیانی حصے سے متعلق بھی چنداین میں کچھ
بند رھے ھوں، جس میں " برہ سنتای میناں " کی دکھ بپتی کی
تفصیل شاعر نے بیان کی ھو۔

میناست لورک چندا اور مینا ستونتی کے سلسلے کی اولین کتھاؤں
کا دوسرا اھم ادبی روپ میاں سادھن کی " میناست " میں
ملتا ھے۔ میناست کے قدیم نسخے فارسی کے علاوہ ناگری
رسم الخط میں بھی ملتے ھیں۔

چنداین، لورک اور چندا کی داستان محبت ھے۔ لورک

(١) چنداین، مقدمہ، ص ٥٣۔

کے فرار ہو جانے کے بعد، مینا پر جو بیتی، اسکی تفصیل میناست
میں بیان کی گئی ہے ۔ میاں سادھن کے حالات ہنوز تاریکی
میں ہیں ۔ اس قدر پتہ چلتا ہے کہ میناست سولھویں صدی
عیسوی کے درمیانی زمانہ کی تصنیف ہے ۔ بعد کے عہد کی ایک
تصنیف " مدھو مالتی " میں بھی " میناست " ایک ذیلی حکایت
کی حیثیت سے ملتی ہے ۔ سنہ ۱۹۰٤ ء میں مدھو مالتی کی اس
ذیلی کتھا کو ماتا پرشاد گپت نے علحدہ حیثیت میں شائع کیا تھا ۔
بعد کو سنہ ۱۹۵۸ ء میں ھری ھر نواس درویدی نے، سادھن کی
میناست کے منتشر اوراق کو، مدھو مالتی میں بیان کیے ہوئے
قصے کی بنیاد پر، مرتب کر کے، گوالیار سے شائع کیا ہے ۔

سادھن کی میناست کے مطابق، ساتن کنور، فراق زدہ
مینا کو ورغلانے کی کوشش کرتا ہے، اور رتنا نامی ایک مالن کو
دونی یا دلالہ کی حیثیت سے مینا کے ھاں بھیجتا ھے ۔ رتنا دلالہ
مینا کے گھر آئی ۔ اس نے بتایا کہ مینا کے بچپن میں وہ اسکی
دایا رہ چکی ہے، اور مینا نے اس کا دودھ پیا ہے ۔ مینا
اس کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آئی ۔ مالن نے مینا سے
دریافت کیا کہ اس نے جوگیوں کا سا روپ کیوں اختیار
کر رکھا ہے ۔ مینا نے دلالہ کو غمخوار سمجھ کر اسے اپنی
بپتا سنائی ۔ رتنا، مینا کے جذبات عشق و محبت کو بیدار کرنے کی
غرض سے ہر مہینے موسم کی مختلف کیفیات سے متعلق

ھیجان انگیز گیت سناتی ھے، اور اسے راغب کرتی ھے کہ وہ
بھی اپنے حسن و شباب کو ضائع کرنے کی بجائے، کسی
سے دل لگائے؛ مینا کو دلالہ کی یہ باتیں پسند نہیں آئیں،
اس نے عصمت و عفت کی اھمیت سمجھائی اور رتنا کے
مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کیا رفتہ رفتہ میںا کو
اندازہ ھوا کہ رتنا حقیقت میں صرف ایک دلالہ کا فرض
انجام دے رھی ھے۔ دلالہ کی کوششیں بارہ مہینے تک جاری
رھیں۔ اس دوران میں میںا پر دلالہ کا راز پوری طرح
فاش ھو گیا۔ پھر مینا نے اس کا سر مونڈوا کر اس کا منہ کالا
کرکے گدھے پر بٹھایا اور شہر کی گلی کوچوں میں اسے
گشت کروایا۔ رتنا کے اس حشر کو میاں سادھن کی زبانی سنئیے:

مینا مالن سیر ملائی

دھر حھوٹا کٹنی نیھورائی

منڈ منڈائی کے سیندور دیمھاں

کار پیردوی ٹیکا وینمھاں

گدھ آن کے دھائی چڑھائی

ھاٹ باٹ سب نگر پھرائی

جو جس کرے سو پاوے تیس

کٹنی لوگ پکاریں ایس

لاٹی پاتی کئے کاٹسے کان
کو دوں بوئے لو پنہوں دھان

ست میناں کو تھر رہ سادھن راکھ کو تار
کٹنی ماری نکاری کینہہ گنگ کے پار

پاپ پن دوی بیج جس بوئی تس نپجئی
سادھن جیسا کیجئی تیسا پھل آگے لھئی

(مینا نے مالن کو نزدیک بلایا - اس کا چونڈا پکڑ کر اسے
قابو میں کیا ، اس کا سر مونڈوا کر اسے کالے پیلے ٹیکے
لگوائے ، اسے گدھے پر چڑھوایا ، اس کو راستے ، بازار
سارے شہر میں گھمایا - اسے جو دیکھتا تھا کہتا تھا - یہ
دلاله هے ، جو جیسا کرتا هے اسے ویسا هی ملتا هے - کودوں
بونے پر دھان کیسے پیدا هو سکتا هے - سادھن کہتے هیں
که نیکی اور بدی دو بیج هیں ، ان میں سے جس کو بویا
جائے ، اسی کا پودا زمین سے برآمد هوگا - سادھن جیسا کیجئے
ویسا هی پھل لیجئے) -

سادھن کی میناست کے متعدد بند بھی هنوز دستیاب
نہیں هوئے - قصه کا آغاز ساتن کنور کی شیطانی کوششوں سے
هوتا هے - البته رتنا مالن اور مینا کے مکالموں سے پته چلتا هے
که مینا کا شوهر لورك هے ، اور وہ چاند کے ساتھ فرار
هوگیا هے - لیکن مینا ، لورك کی خاطر ، چاند کی داسی بن کر

رھنے بھی تیار ھے ۔

عصمت نامه غواصی کی مثنوی کے تعلق سے ، اس عشقیه کہانی کی ایك اھم ادبی شکل حمیدی کا عصمت نامه ھے ۔ حمیدی ، عہد جہانگیری کا ایك غیر معروف شاعر ھے ۔ اس نے سنه ۱۰۱۶ ھجری (۱۶۰۷۰۸ء) میں یه مثنوی تصنیف کی ، اور اسکا نام عصمت نامه رکھا ۔

در سال سعید و ماہ مسعود تاریخ هزار شانزدہ بود
روزی که شد این رساله مرقوم بر عصمت نامه گشت موسوم

آغاز داستان سے قبل شاعر ، روایتی حمد و نعت اور جہانگیر کی مدح و توصیف کے بعد ، ھندوستان کی تعریف کرتا ھے ۔ پھر کہتا ھے که ایك جگه کچھ لوگ بیٹھے عرب اور ایران کے حسن کی توصیف کر رھے تھے ، اور لیلٰی ، عذرا ، اور شیریں کے حسن و جمال ، اور ان کے جذبۂ محبت کی داد دے رھے تھے ۔ میں نے بھی اپنی زبان کھولی ، اور ایك عروس ھندی کی داستان محبت سنائی ، اور کہا که لیلٰی و عذرا کیا چیز ھیں ، مجھ سے مینا کے وصف سنو :

من نیز در سخن کشادم شرحے زعروس هند دادم
گفتم که چه لیلٰی و چه عذرا از من شنوید وصف مینا

لوگ اس قصه کو سن کر متاثر ھوے ، اور حمیدی سے فرمایش کی که وہ اس قصه کو فارسی میں نظم کر دے

عصمت نامه کے مطابق مینا، هندوستان کے ایك راجه
کی لڑکی تھی ۔ راجه نے لورك نامی ایك خوب رو نوجوان
سے اس کی شادی کر دی ۔ مینا حسن صورت کے ساتھ
حسن سیرت کی بھی مالك تھی ۔ هندوستان کی روایتی شوهر
پرست عورت کی طرح وہ اپنے شوهر پر جان چھڑکتی تھی ۔
لیکن لورك کو چاند نامی ایك حسینه سے محبت هو گئی ، اور
وہ اسے چھوڑ کر چاند کے ساتھ کسی اور شہر کو فرار هو گیا ۔
فراق زدہ مینا جوں توں کر کے ، آہ و زاری میں اپنے دن بسر
کرنے لگی ۔ مینا کے حسن کا چرچا سن کر ساتن نامی
شخص مینا پر فریفته هو گیا ۔ اور رات دن اس کے محل کے
چکر کاٹنے لگا ۔ پھر اس نے ایك بوڑھی دلاله کو مینا
کے پاس بھیجا ۔ بڑھیا نے خود کو مینا کے زمانۂ شیر خوارگی
کی دایا ظاهر کیا ۔ اس طرح مینا کا اعتماد حاصل کر کے
اس نے مینا کا دکھ درد پوچھا ۔ پھر شوهر کی بے وفائی
کے جواب میں اسے بھی عصمت و عفت کی خیالی باتوں کو
خیر باد کہنے ، اور زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز
هونے پر مائل کرنے کی کوشش کی ۔ اس نے بتایا که ساتن
نامی ایك نوجوان اس پر فریفته هے ۔ اور وہ بھی ساتن کے
ساتھ عیش و راحت کی زندگی گزار سکتی هے ۔ مینا نے ان
باتوں پر سخت ناراضی اور برهمی کا اظہار کیا ، لیکن دلاله نے

اپنی کوشش جاری رکھی - وہ ہر ماہ موسم کی مختلف کیفیات کے دلکش گیت مینا کو سناتی تھی ، اور اس کے خوابیدہ جذبات کو بیدار کرنے کی کوشش کرتی تھی - لیکن مینا اپنے عزم میں ثابت قدم رہی - بارہ ماہ بعد چاند کی موت واقع ہوئی، اور لورک مینا کے پاس واپس چلا آیا -

مثنوی کے آخر میں حمیدی نے اس کہانی کو مجازی (allegoric) رنگ دینے کی کوشش کی ہے ، اور لورک کو خدا ، مینا کو انسانی روح ، ساتن کو شیطان ، اور دلالہ کو نفس انسانی سے تعبیر کیا ہے - یہاں یہ امر محل نظر ہے کہ لورک ، چندا اور مینا کی کہانی کی مجازی تعبیر کا یہ پہلو ، چنداین ، مینا ست ، یا ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں پھیلی ہوئی ، اس قبیل کی دوسری کسی کہانی میں نہیں پایا جاتا - حمیدی کی یہ کوشش فارسی شاعری کے متصوفانہ اثرات کی غمازی کرتی ہے -

ستی مینا و لورچندرانی سترھویں صدی کے اوائل میں بنگالی شاعر دولت قاضی نے اس کہانی کو "ستی مینا و لور چندرانی" کے عنوان سے ادبی روپ میں پیش کیا - دولت قاضی اراکان کے راجہ چندر سدھرم (۱۶۲۲ تا ۱۶۳۸ ء) کے عہد کا شاعر تھا - ابتداً یہ کتاب حمیدی پریس کلکتہ سے "ستی مینا

کے نام سے شائع ہوئی تھی ، پھر وشوا بھارتی شانتی نکیتن کے سری ستندر بھوشال نے اسے ایڈٹ کرکے "ستی مینا و اور چندرانی" کے نام سے ، ساھتیہ پرکاش کی جلد اوّل میں شائع کیا۔ دولت قاضی کے قصہ کا آغاز حمیدی کے عصمت نامہ کے مطابق ھے ۔ دولت قاضی کے قصے میں رتنا مالن ، مینا کو ورغلانے کی کوششوں کے دوران میں اسے طرح طرح کے قصے بھی سناتی جاتی ھے ۔ لیکن بنگالہ کہانی کا اختتام عصمت نامہ سے مختلف ہو گیا ھے مینا اپنی ایک سہیلی کی مدد سے بوڑھی دلالہ کا سر مونڈوا کر اسے گدھے پر گشت کرواتی ھے ۔ پھر وہ ایک برھمن کو لورک کے ھاں بھیجنے میں کامیاب ہو جاتی ھے ۔ مینا کا حال زار سن کر لورک کا دل پگھل جاتا ھے ، وہ چندا کے ساتھ واپس لوٹتا ھے ۔ اور پھر چندا اور مینا کی رفاقت میں زندگی کے دن گزارتا ھے ۔ قصہ کے اختتام کا یہ رخ چنداین میں قصے کے اختتام سے مشابہ ھے ۔

دوسری بولیوں کی لوک کہانیاں چنداین ، میناست ، عصمت نامہ ، ستی مینا و لور چندرانی کے علاوہ شمالی ھند کے علاقوں کی متعدد بولیوں میں بھی یہ لوک کتھا ، جو لورک ، چندا اور مینا اور لورک کے تانے بانے سے بُنی گئی ھے ، اتر پردیش بہار ، بنگال ، اور چھتیس گڑھ کے علاقوں میں پھیلی ہوئی

ملتی ھے - چنانچه بھوجپوری ، مرزا پوری ، چھتیس گڑھی ،
اور میتھلی بولیوں میں ، اور بہار اور بھاگل پور کے علاقوں
میں لورك ، چندا اور مینا کی محبت کے افسانے جزوی
اختلافات اور طرح طرح کی کمی بیشی کے ساتھ بکھرے
ھوئے ملتے ھیں -

عصمت نامه اور مینا ستونتی غواصی نے ایك فارسی '' رساله ''
کو اپنے قصے کی بنیاد بتایا ھے ، اور لورك چندا کی
کہانیوں کی قبیل کا واحد فارسی قصه ، جو ابھی تك دستیاب
ھوا ھے ، وہ حمیدی کا عصمت نامه ھے - اسلیے فطری
طور پر یه خیال پیدا ھوتا ھے که حمیدی کا عصمت نامه ھی
غواصی کی مثنوی کا ماخذ ھے - لیکن غواصی کی مثنوی ،
قصه کی بعض جزویات میں حمیدی کی مثنوی سے مختلف
ھے - اس خصوص میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اپنے
ایك حالیه شائع شدہ مضمون میں جو استدلال کیا ھے ، اور
جس نتیجه پر وہ پہنچے ھیں ، حسب ذیل ھے - '' قصه چنداین
کی اس وقت تك صرف ایك ھی فارسی روایت یعنی
عصمت نامه از حمیدی دریافت ھوئی ھے - مگر غواصی کی
مثنوی عصمت نامه سے ماخوذ نہیں - عصمت نامه میں چندا
آخر میں مر جاتی ھے ، جبکه غواصی کے ھاں ایسا نہیں
ھوتا - نیز اس میں بارہ ماسه بھی نہیں جو قصه چنداین کا

اهم ترین حصہ ھے ، اور فارسی عصمت نامہ میں بھی موجود ھے ۔ عصمت نامہ در اصل ایک صوفیانہ تمثیل ھے ، جس میں وضاحت کردی گئی ھے کہ لورک خدا ، ساتن ابلیس ھے ، مینا روح ھے اور دلالہ نفس ھے ۔ غواصی کی مثنوی میں ایسی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ۔ ان امور سے ثابت ہوتا ھے کہ قصہ چنداین سے متعلق فارسی میں حمیدی کے علاوہ کوئی اور روایت بھی رھی ھوگی ، جسے غواصی نے اپنا ماخذ بنایا ھوگا ''[۱] ۔

غواصی کی مثنوی اور عصمت نامہ کے باھمی تعلق سے بحث کرتے ھوے چند امور قابل غور ھیں ۔

جہاں تک قصہ کا تعلق ھے یہ امر واضح ھے کہ عصمت نامہ ، چنداین نہیں بلکہ میناست کی کہانی پر مبنی ھے ، اور قصہ کا یہی رخ غواصی کی مثنوی کا موضوع ھے ۔ خود چنداین اور میناست کے جو منتشر اوراق اور نسخے دریافت ھوے ھیں ، ان کے قصے میں بھی قابل لحاظ اختلافات نظر آتے ھیں ۔ مثال کے طور پر جناب سید حسن عسکری نے جب چنداین پر اپنا مقالہ شائع کیا تو اپنے پیش نظر قصے سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ چندا بالآخر سانپ ڈسنے سے مر جاتی ھے ۔ لیکن ڈاکٹر گپتا نے

---

(۱) نواے ادب ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۶۵ ء ص ۲۵ ۔

، جو چنداین کا نسخہ مرتب کیا ھے، اسکے مطابق چندا
و تین مرتبہ سانپ ڈستا ھے اور تین مرتبہ وہ دوبارہ
ندگی پاتی ھے، اور آخر کار اورك اور چندا دونوں مل
کر گوور نگر آتے ھیں، اور مینا کے ساتھ مل کر رھتے
یں - یہ اور اسی قسم کے قابل لحاظ اختلافات ایك ھی
صنف کی لکھی ھوئی کہانی کے منتشر اوراق میں ملتے
ھیں - پھر مختلف علاقوں کے شاعروں نے اس کہانی کے
مختلف حصوں کو اپنا موضوع سخن بنایا ھے، اور تخلیقی تخیل
آرائی کے ذریعہ سے ھر جگہ اسے ایك نئے رنگ روپ میں
پیش کیا ھے - اس لیے اگر غواصی کی مثنوی، عصمت نامہ
کی بعینہ پابندی نہیں کرتی، تو اس سے یہ حکم لگانا کہ وہ
عصمت نامہ پر نہیں، بلکہ کسی اور نا معلوم فارسی مثنوی
پر مبنی ھے، غور مکرر کا محتاج ھے -

پھر اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ھے کہ قدیم
دکنی کی اکثر و بیشتر مثنویاں اگرچہ فارسی قصوں پر مبنی ھیں،
لیکن ان میں سے بیشتر ایسی ھیں، جن میں دکنی شاعروں نے
قابل لحاظ تخلیقی تصرف سے کام لیا ھے - اپنے ادب پاروں
کو مقامی تمدن کا رنگ دینے کی فطری کوشش کے دوران،
انھوں نے اکثر صورتوں میں قصہ کا صرف ڈھانچہ مستعار
لیا ھے، اور قصے کی تفصیلات اور جزئیات کا سارا مواد

اپنے اطراف کے ماحول سے حاصل کیا ھے۔ خود غواصی کی دوسری دونوں مثنویوں کا یہی حال ھے۔ سیف الملوك و بدیع الجمال، الف لیلہ کے فارسی ترجمے کے ایك مشہور افسانے پر مبنی ھے، لیکن اس حد تک، کہ صرف قصے کے چیدہ چیدہ واقعات غواصی نے مستعار لیے ھیں۔ متعدد واقعات کو حذف کردیا ھے، اور اکثر نام بھی بدل دیے ھیں؛ اور اس کو ایك حد تك اچھی قصہ بنا دیا ھے۔ اسی طرح طوطی نامہ، مشہور سنسکرت تصنیف " شُکاسپ تتی " کے فارسی ترجمے پر مبنی ھے جو ضیاء الدین بخشی نے کیا تھا۔ بخشی کا ترجمہ ۵۲ کہانیوں پر مشتمل تھا، لیکن غواصی کا طوطی نامہ صرف ۳۵ کہانیوں پر مشتمل ھے۔اور قصوں کی تفصیلات، جزئیات نگاری اور منظر کشی میں غواصی نے اس درجہ تخلیقی تخیل آرائی سے کام لیا ھے کہ دکنی ادب کے اس عظیم فن پارہ کو کسی فارسی یا سنسکرت تصنیف کا محض ترجمہ سمجھنا صریح زیادتی معلوم ھوتا ھے۔[1] اس لیے کوئی

(۱) سیف الملوك اور طوطی نامہ کے مرتب مولوی سعادت علی رضوی نے ان دونوں مثنویوں میں غواصی نے جو تصرفات کیے ھیں ان پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی ھے۔ ملاحظہ ھو، سیف الملوك و بدیع الجمال، مقدمہ، ص ۲۲؛ طوطی نامہ، مقدمہ، ص ۳۲ ۔

تعجب نہیں کہ غواصی نے مینا ستونتی کے قصے کا خاکہ عصمت نامہ
ھی کے کسی مکمل یا ادھورے نسخہ سے لیا ھو، اور ذیلی
تفصیلات میں اس نے حسب دلخواہ تصرف کیا ھو۔

پھر اس کہانی کی جو ادبی شکل بھی غواصی کے پیش نظر
رھی ھو، یہ امر یقینی حد تک ممکن ھے کہ اورك چندا کی
قبیل کی ایك یا ایك سے زاید لوك کہانیوں سے بھی غواصی کے
کان آشنا رھے ھوں؛ اور اس نے اپنی مثنوی کے پلاٹ کی
تشکیل میں آزادانہ طور پر ان کہانیوں سے بھی استفادہ
کیا ھو۔ کیونکہ سولھویں سترھویں صدی عیسوی کے
عرصے میں، جو غواصی کا زمانہ ھے، یہ لوك کہانی
ھندوستان میں اپنی مقبولیت کے نقطہ عروج کو پہنچ
چکی تھی۔ چودھویں صدی کے اواخر ھی سے شاعروں نے اس
مقبول عشقیہ داستان کو اپنا موضوع سخن بنانا شروع
کر دیا تھا، اور سولھویں سترھویں صدی میں یکے بعد دیگرے
اسکی چار ادبی شکلیں، میناست، عصمت نامہ، خود غواصی کی
مثنوی، اور بنگالی شاعر کی "ستی مینا و لور چندرانی"
وجود میں آئی تھیں۔ اگرچہ یہ امر بھی بعید از امکان نہیں
کہ اس عوامی کہانی کو فارسی کے کسی اور شاعر نے بھی
اپنا موضوع بنایا ھو، اور یہی قصہ غواصی کے پیش نظر
رھا ھو۔ لیکن جب تك ایسا کوئی قصہ دستیاب نہ ھو جائے،

کوئی اور ثبوت نا معلوم فارسی قصے کی تائید میں ملے، قطعی طور پر یہ حکم لگانا کہ غواصی کی مثنوی عصمت نامہ پر مبنی نہیں ہے، راقم کی رائے میں احتیاط کے منافی ہے۔

طوطی نامہ، سیف الملوک اور مینا ستونتی کی مشترک خصوصیات

یہ سوال، آیا یہ مثنوی سیف الملوک اور طوطی نامہ کے مصنف غواصی ہی کی ہے، جو مولوی ہاشمی صاحب کے بیان کے مطابق اس وقت پیدا ہوا تھا جبکہ سنٹرل اسٹیٹ لائبریری کے مخطوطات دریافت نہیں ہوئے تھے؛ مذکورہ لائبریری کے قدیم ترین اور مکمل نسخہ (الف) اور نسخہ (ب) کی دریافت کے بعد بحث طلب باقی نہیں رہتا، تاہم دکنی ادبیات کے طالب علم کو اس امر کی تائید میں کہ یہ مثنوی غواصی کی ہے، جو داخلی شہادتیں ملتی ہیں، ان کا سرسری تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

یہ مثنوی اپنی زبان، ذخیرۂ الفاظ، اسلوب بیان، اور شاعر کے مخیلہ (imagery) کے اعتبار سے غواصی کی دوسری دو مثنویوں سے اس درجہ ہم آہنگ ہے کہ دکنی کے طالب علم کے لیے، جس نے غواصی کی دوسری تصانیف کا توجہ سے مطالعہ کیا ہو، اس مثنوی کے مصنف کے متعلق اندازہ قایم کرنے میں دشواری نہیں ہوتی۔ مخصوص محاورے

ور فقرے، اظہار خیال کے خاص سانچے، مخصوص الفاظ کی
تکرار؛ بعض ہم قافیہ الفاظ کو بار بار استعمال کرنے کا
رجحان، مخصوص موضوعات جن سے شاعر کو دلچسپی معلوم
ہوتی ہے، ان موضوعات سے متعلق بعض ذیلی تصورات کا
اعادہ؛ غرض سیف الملوک اور طوطی نامہ کے مخصوص
اسلوب بیان، اور غواصی کے منفرد آھنگ شعری کی
گونج، پیش نظر مثنوی میں نہایت واضح طور پر سنائی دیتی
ھے۔ غالباً یہی وہ نمایاں خصوصیت تھی، جس کی بنا پر
مولوی نصیرالدین ھاشمی نے سنٹرل اسٹیٹ لائبریری کے
مخاص والے مخطوطات کی دریافت سے قبل ھی یہ رائے
قائم کی تھی کہ یہ مثنوی غواصی کی ھوگی۔ پھر ان کی رائے
کو مزید تقویت، مثنوی کے بعض اشعار میں لفظ غواص کے
استعمال سے پہنچی، کیونکہ غواصی نے اکثر مقامات پر
اپنا تخلص غواص بھی استعمال کیا ھے اور اپنے تخلص کی
رعایت سے وہ لفظ غواص سے کھیلنے کا بھی عادی ھے۔
راقم نے، حسب زیر ترتیب دکنی لغت کے لیے الفاظ،
محاورے، اور اظہار خیال کے مختلف سانچے جمع کرنے کے
سلسلے میں غواصی، اس کے معاصرین، اور متقدمین کی
تصانیف کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا ھے،
بعض دلچسپ داخلی شہادتیں، متذکرہ بالا مشترک خصوصیات کی،

سیف الملوك ، طوطی نامه ، کلیات غواصی ، اور پیش نظر
مثنوی سے جمع کی ھیں ، ان میں سے چند مثالیں درج ذیل ھیں ۔
قدیم دکنی کا ایك لفظ "ونیں" جو موجودہ لفظ
'وھیں" کی دکنی شکل ھے ، فوراً ، اسی وقت اور اسی
جگہ (then and there) کے مفہوم میں استعمال ھوتا ھے ۔
اور دکنی بولی میں آج بھی مستعمل ھے ۔ غواصی کے
معاصرین میں ، وجہی اور محمد قلی کے پاس ، جہاں تك راقم
کو یاد پڑتا ھے ، یہ لفظ شاید ھی کہیں استعمال ھوا ھو ۔
وجہی کی قطب مشتری میں یہ لفظ کہیں نہیں ملتا ۔ غواصی
بیان میں زور پیدا کرنے کے لیے اس لفظ کو کثرت
سے استعمال کرنے کا عادی ھے ۔ اس کی بعض مثالیں
ملاحظہ فرمائیے ۔[1]

پڑیا ونیں زمین کے اُپر بے قرار پڑیا چور ونیں سخت بے تاب ھو
(س ۱۲۶) (م ۳٦۸)

سو ونیں شرمندا ھو چلیا بادشاہ بزاں ھو کے شرمندا ونیں پھر چلی
(ط ٤۳) (م ٦۸۲)

(۱) ان مثالوں ط (طوطی نامہ)، س (سیف الملوك)، ك
(کلیات غواصی) کے مقابل میں ان کتابوں کے صفحات کے
نشانات ، اور م (مینا ستونتی) کے مقابل میں ، اشعار کے نشانات
درج ھیں ۔

اٹھیا مرغ وئیں صبح کیرا پکار اٹھیا صبح کا وئیں سو مرغا پکار
(ط، ۴۳) (م، ۵۲۲)

سو عاشق ہوا اس کے وئیں روپ پر چھپے ٹھار تے شاہ نکل بہار وئیں
(ط، ۱۸۵) (۶۸۴)

او عاشق سہیلی ہو حیران وئیں
کر اس روپ پر اپسیں قربان وئیں
(ط، ۱۸۵)

ذیل میں غواصی کے مخصوص مخیلہ (imagery) الفاظ اور محاوروں کے مفرد ذخیرہ، اور اس کے آہنگ شعری کے بعض ایسے رموز و علامات کی نشاندھی کی گئی ھے، جو غواصی کی دوسری تصانیف، اور پیش نظر مثنوی میں یکساں طور پر نمایاں ھیں۔ غواصی کے شاعری اور اس کے اسلوب کی یہ وہ خصوصیات ھیں، جو اس کے فن پاروں کو، اس دور کے دوسرے ممتاز شعرا کے کلام سے ممیز کرتی ھیں۔ متعدد مثالیں مصرعوں کے بعینہ توارد کی بھی ملتی ھیں۔

ڈوبیا سور ہور واں اندھارا بھیا اجالا ڈوبیا ہور اندھارا بھیا
(ط، ۵۶) (م، ۳۵۴)

اٹھیا مرغ وئیں صبح کیرا پکار اٹھیا صبح کا وئیں سو مرغا پکار
(ط، ۴۳) (م، ۵۲۲)

ڈوبیا جاکے مغرب کےظلمات میں ڈوبیا جاکے مغرب کےظلمات میں
(ط، ۱۷)
ڈوبیا جاکے مغرب کےظلمات میں
(م، ٤٩٧)

جو غواص ھوں میں کمر باندھیا بزاں سور غواص باندھیا کر
(م، ٥١٣)

سمندر منے دل کے ڈبکی لیا ڈوبیا جاکے مغرب کے دریا بھتر
(س، ۱۸۰)

لیا پیس مغرب کے دریا بھتر
(ط، ۹٦)

رھیا جیو ھونٹاں منے آ اسے رھیا تھا اسے آ کو ھونٹاں میں جیو
(س، ۱۳۱)
(م، ٦٣٨)

که ھونٹاں میں آجیو رھیا ھے سرا آیا چور کا جیو ھونٹاں منے
(ط، ۲۷٤)
(م، ۳٦٤)

نہیں جانتی تیونچ اپسیں دکھا
(ط، ٦۹)

نہیں جانتیاں تیونچ کیتا کلا نہیں جانتا تیونچ کیتا کلا
(س، ۱۲۳)
(م، ٤٧٤)

نیکاناوں اس کا سو ھے رام راج نیکا ناوں اس کا سوبالا کنوار
(ط، ۲۳٦)
(م، ٤۳)

نیکا ناوں اس کا ھے سیف الملوك
(س، ۱۱۲)

غلاماں کتك خوب صاحب جمال وزیراں کتك خوب صاحب کمال
(س، ۲٥)
(م، ٤٤)

سنے کی اگر تو کہوں کی تجھے (س ، ۱۱۹)
سُنے کی اگر تو کہوں کی تجے (م ، ۲۹۱)

سو اس دھات سوں لا ملاتا اھے (س ، ۱۷۷)
تو اس دھات سوں لا ملاتا رحیم (م ، ۵۸۰)

کہیا کھول قصا سب اس باغ کا (ط ، ۱۸۳)
کہی کھول اپنا قصا سب تمام (م ، ۴۵۳)

کہیا کھول کر وو حقیقت تمام (س ، ۵۳)
کہیا کھول کر سب سنے خاص و عام (م ، ۳۷۹)

سمایا تو یو آ کھڑیا ھے منجے (ط ، ۱۸۲)
سمایا کھڑیا ھے ھمن سر اُپر (م ، ۱۴۳)

عجب کھیل کچ یاں ھے کرتار کا (س ، ۱۴۶)
عجب کھیل ھے ایسے کرتار کے (م ، ۶۹۷)

یو بستاں تجے آرزانی اچھو (س ، ۳۴)
یو بستاں تجے آرزانی سدا (م ، ۳۳۱)

یکیلا ھوں میں اس شہر میں غریب (س ، ۱۱۶)
یکیلی ھوں میں اس وطن میں غریب (م ، ۱۴۹)

نہیں کوی یاں باج پروردگار (س ، ۸۴)
نہیں کوی یاں باج پروردگار (م ، ۳۹۷)

کیے ڈھنڈ ڈھنڈ سب شہر تل اُپر (ط ، ۱۸۷)
کیے دھونڈ کر سب ملک تل اُپر (م ، ۱۰۱)

کیسے ہت کڑک ہور پدک جوتیاں دیا ہت کڑک ہور پدک لعل اسے

(س ، ۱۷۳) (م ، ۱۲۶)

مرے پاس دھن مال ہے بے قیاس مرے پاس دھن مال ہے لی متا

(س ، ۵۲) (م ، ٦۵)

پچھونڈے بندیا سب کے ہت زوسوں پچھونڈے بندیا لشکری استوار

(س ، ٦٦) (م ، ۳۷۰)

بھرائے مجالس ولے در والے او منزل بہ منزل والے در والے

(س ، ۱٦۵) (م ، ٦۹۱)

کہ کیوں دو کھنڈے مائیں گے یک میاں میں سما اسکے میاں میں دو فرنگ

(ط ، ۱۵٦) (م ، ۳۸۱)

کتک دن پچھیں او شہنشاہ گنبھیر کتک دن پچھیں اشکری نام دار

(ط ، ۱۷۷) (م ، ۵۳۲)

کتک دن پچھیں جو خدا اس اپر کتک دن پچھیں آج کیتا کرم

(س ، ۱۲۰) (م ، ۳٦۲)

کتک دیس بعد از جو گھر آئیا کتک دیس بعد از کوں آئے وہاں

(ط ، ۲۰۱) (م ، ٦۹۲)

غواصی گرچہ کینا پنکھی ہے سائیں اگر غواصی کینے ہو کرنا نظر

(م ، ۷۰۲)

(مخطوطہ کلیات غواصی ص ۱۱۷)

سدا سر کوں بس یک چندوئی تجے جو کھاندے چو الا چندوئی ہے سیر
یو دو بونٹ کی بس لنگوٹی تجھے لنگے پاؤں ہور یک لنگوٹی ہے بھیر

(ط ، ٤٦) (م ، ۸۰)

یو ظاہر دسے بھول پھانٹے نمن سجن بن منجے بھول کانٹے دِسے
و لیے تیز باطن میں کانٹے نمن اوکا نٹیاں کوں کئی لاك بھانٹے دِسے
(ك ، ۱۹۷)   (م ، ۲٤۸)

زبان اور اسلوب بیان کی متذکرہ بالا مثالوں پر نظر ڈالنے کے بعد ، یہ رائے قائم کرنے میں دشواری نہیں ہوتی کہ مثنوی مینا ستونتی ، سیف الملوك اور طوطی نامہ کے مصنف ہی کی تصنیف ہے -

غواصی کی تینوں مثنویوں کی ایك اور مشترك خصوصیت ، جو بالخصوص طوطی نامہ اور مینا ستونتی میں نہایت واضح ہے ، وہ ان مثنویوں کے کردار ، اور ان کے مسائل ہیں - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غواصی کو طبعاً صنف نازك کے مسئلے سے کچھ خصوصی دلچسپی تھی - اس کا قلم اس موضوع پر خوب جولانیاں دکھاتا ہے[1] - شوخ و شنگ

(۱) غواصی کے شاعرانہ شعور ، اور اس کی جذباتی زندگی کا یہ پہلو ، اس کے تغزل میں بھی نمایاں ہے - شاید غواصی ، اردو کے قدیم کے دکنی اسکول کا سب سے بڑا غزل گو شاعر ہے - اس کی غزلیں ، شوخی و وارفتگی ، والہانہ شیفتگی اور خود سپردگی کی ایسی شدید کیفیات کی غمازی کرتی ہیں ، جن کے مقابلے میں کبھی کبھی جرأت ، مومن ، حسرت ، اور جگر کے تجربات محبت بھی بے رنگ معلوم ہوتے ہیں -

حسیناؤں کی عیاریاں اور ان کے مکر و فریب، آشفتہ دل عاشقوں کی وارفتگی، پاکدامن عورتوں کی عفت کوشیاں، کٹنیوں کی پر فریب کوششیں، یہ وہ مسائل ہیں جو طوطی نامہ اور مینا ستونتی کے صفحات پر بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ کہیں عشرت کوش حسینائیں سادہ لوح مردوں کو بیوقوف بنا رہی ہیں؛ کہیں شوریدہ سر نوجوان، فکر فضول اور جرأت رندانہ کے حربوں سے لیس، عفت مآب حسیناؤں کے دامن کو داغ دار کرنے پر مُصر ہیں، غرض جنس کے مسئلہ سے متعلق، مذہب اور سماج کی عاید کردہ پابندیاں، اور ان کے خلاف جذبات انسانی کی مسلسل بغاوت؛ طبع انسانی کے داخلی تقاضوں، اور خارجی بندشوں کی اس ازلی کشمکش سے غواصی کو بڑی دلچسپی معلوم ہوتی ہے؛ اور وہ عمیق نفسیاتی بصیرت، اور فن کارانہ کمال کے ساتھ ان مسائل کو شعر کے قالب میں ڈھال دیتا ہے۔ غواصی نے اپنے فنکارانہ شعور کے اس مخصوص رجحان کے متعلق ایک جگہ خود بھی اشارہ کیا ہے۔ طوطی نامہ کے تمہیدی اشعار میں وہ کہتا ہے کہ جب میں نے دنیائے شاعری میں ایک نیا کارنامہ سرانجام دینے کا ارادہ کیا، اور مختلف موضوعات پر نظر دوڑائی، تو میں نے بالآخر طوطی نامہ کو منتخب کیا، کیونکہ اس کا موضوع، اور اس کے مسائل، میری دلچسپی اور مذاق کے مطابق تھے۔

جو دل طوطی نامه پو دوڑائیا
مناسب مرے طبع کے آئیا

غواصی کے اس ذوق و پسند کی صدائے باز گشت، اس کی تینوں مثنویوں، بالخصوص طوطی نامه اور مینا ستونتی میں واضح طور پر سنائی دیتی ہے ۔ ان مثنویوں کی مجموعی فضا، قصوں کے کردار، ان کے مسائل، اور ان کے اسالیب بیان میں جو غیر معمولی تشابه اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے، اس کا اندازہ ذیل کی دو یك مثالوں سے ہوسکتا ہے ۔

پاکباز حسینائیں، اپنے تیر ابرو سے گھائل ہونے والے مردوں کی چشم نمائی کر رہی ہیں ۔

خیانت یکری آنك سیتے منجے
نجھانا تو واجب نه تھا یوں تجے
(ط، ۱۸۶)

کبھی یوں تو واجب نہیں ہے تجے
جو نزدیك آکر نجھاوے منجے
(س، ۱۲۸)

نه تھا تج کوں واجب اے جان عزیز
جو ایسی کیا بات توں بے تمیز
(م، ٤۳۰)

پاکدامن اور مظلوم عورتیں اپنی آہ کی تاثیر پر یقین رکھتی ہیں :

اگر نئیں تو یك آہ سوں مار دم
دو جا کوی ہوتا تو کرتی بھسم
(ط، ٤۳)

کروں آہ تو ہووے بادشاہی بھسم
(م، ٦۷۹)

مرے سانس کوں جان جیپال سار
جلاؤں تجے ہور ترا شہر یار
(م، ۶۷۸)

با عصمت حسیناؤں کے اوصاف، غواصی کے الفاظ میں :

سو اوتار ستونت روشن ضمیر | اتھی نار اس ایك روشن ضمیر
اتم پاکدامن و عاقل گنبھیر | (م، ۵۵۲)
(ط، ۴۰)

کہ او نار اوتار کُچ حور تھی | چھبیلی او اوتار کُچ حور ہے
(س، ۱۲۷) | (م، ۷۰)

انے تو اسے ستونتی نار کر | او ستونت ناریاں میں اوتار ہے
(ط، ۴۰) | (م، ۶۹)

عہد وسطی میں مروجہ اسلامی قانون کے مطابق فاسق و بدکار مردوں اور عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا دی جاتی تھی - اگرچہ میناستونتی اور طوطی نامہ دونوں ہندوستانی اصل کے قصے ہیں، لیکن غواصی نے جہاں قصے کی تفصیلات اور جزئیات میں آزادانہ تصرف کیا ہے، بدکار عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا بھی دی ہے - طوطی نامہ میں جہاں عشرت کوش عورتوں کی بہتات ہے، جگہ جگہ عورتیں سنگسار ہوتی بھی نظر آتی ہیں - مینا ستونتی میں بھی، غواصی کے قصے کے مطابق، چندا کو، لورك کو ورغلانے کی پاداش میں بالآخر یہی سزا بھگتنی پڑتی ہے -

ر چاروں کو فرثیا سنگسار
کیا فسق سے پاك دونوں دیار
(ط ، ۱۳۰۰)

بزاں شاہ اپے گھر کوں مینا کے جا
پھریا واں تے اس نار نو کوں ملا
کیا اپنی بیٹی کوں اُن سنگسار
مونڈا سیس دوتی کوں بھایا بہار
(م ، ۵۰ - ٦۹٤)

رئیں اُس نار تے ھات دھو ایك بار
غصا آئیا سو کیا سنگسار
(ط ، ۱۱۸)

مثنوی کا ادبی جائزہ عواص کی یہ مثنوی ، اپنے قصے کی عام دلچسپی کے قطع نظر ، اپنی زبان اور ادبی قدر و قیمت کے اعتبار سے بھی ، اردوے قدیم کے دلکش فن پاروں میں جگہ پانے کی مستحق ھے - قصے کا انتخاب بھی ، شعر و ادب میں غواصی کے حقیقت پسندانہ نقطہ نظر کی ترجمانی کرتا ھے - ہندوستانی اصل کی ایك لوك کتھا کو ، جو عہد وسطی میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مقبول اور ھر دلعزیز تھی ، سترھویں صدی کے ایك اردو شاعر کا ، اپنا موضوع سخن بنانا ، اردوے قدیم کے فنکاروں کے اس بنیادی رححان کی نشاندھی کرتا ھے کہ یہ فن کار عہد مابعد کے شعرا کے برخلاف ، زیادہ واقعیت پسند ، اور صحت مند فن کارانہ شعور کے حامل تھے - وہ اپنے مقامی ماحول اور مقامی روایات سے شاعری کا مواد اور آب و رنگ

حاصل کرتے تھے ـ طوطی نامہ بھی غواصی کے اسی رجحان کا آئینہ دار ھے ا ـ پھر غواصی ، عہد قدیم کے ان قصوں کو ، اس کے اپنے عہد کی معاشرت اور تمدن سے علحدہ کر کے نہیں دیکھتا ؛ بلکہ وہ اپنے عہد کے تمدن اور سماجی حالات کو ، قدیم مقامی تمدن کا ایك فطری تسلسل سمجھتا ھے ـ یہی وجہ ھے کہ وہ بے تکلفی کے ساتھ ، اپنے عہد کے مسلم معاشرہ کی مخصوص روایات کو بھی ، عہد قدیم کے ھندوستانی قصوں میں داخل کرتے ھوے نہیں جھجکتا ـ جیسا کہ صحفات گذشتہ میں صراحت کی گئی ، طوطی نامہ ، اور مینا ستونتی ، ھندوستانی اصل کے ان دونوں قصوں میں ، غواصی کے بیان کے مطابق بدکار عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا دی گئی ھے ـ اسی طرح مینا ستونتی کے سارے کردار لورك ، مینا ، چمدا اور بالا کنوار ، ھندو دھرم کی نمائندگی کرتے ھیں ، لیکن غواصی ، مسلمانوں کی مذھبی تلمیحات اور روایات کو ، ان کرداروں کی زبانی بیان کرتے ھوے پس و پیش نہیں کرتا ـ مینا ، دوتی پر ، عصمت و عفت کے

(۱) غواصی کا طوطی نامہ ، جو آج تك بھی اردو ادب میں اپنی طرز کا منفرد شاھکار ھے ، عظیم لاطینی فنکار بوکیشیو کی "دی کیمران" کی یاد دلاتا ھے ـ راقم کا خیال ھے کہ نظم میں "طوطی نامہ" ، اور نثر میں "سب رس" دکنی زبان و ادب کے اعلی ترین فن پارے ھیں ـ

عظمت و تقدس کو واضح کرتے ہوے کہتی ہے:

دئیے اسمٰعیل سبس کعبے بدل
مری شرم ہے زیب کعبہ نچھل

کسی اور جگہ کہتی ہے:

رکھے شرم جس کا سو او ذو الجلال
سکے ظلم کرنے کون کس کا مجال

توکل رکھی ہوں میں رحمان پر
وہی دینہارا ہی ست کا آجر

کسے قرب ہی جان ہور مال کا
مجے قرب ہی پاک رحمان کا

مرے سر پہ سایہ ہے سبحان کا
مجے پشت ہے اپنے ایمان کا

غواصی کی یہ مثنوی، قدیم دکنی شاعری کے عام میلان کے مطابق، سادگی اور حقیقت پسندی کے بعض بڑے دلچسپ نمونوں کی حامل ہے۔ دکن کے قدیم شاعرود کی واقعیت پسندی، اکثر اوقات قدیم عرب شاعروں کی یاد دلاتی ہے، جو زندگی کی حیاتی حقیقتوں کا برملا اظہار کرتے ہوے نہیں جھجکتے تھے، اور بسا اوقات تہذیب و شائستگی کی حدود سے بھی تجاوز کر جاتے تھے۔ دوت مینا کو ورغلانے کی پے در پے کوششیں کرتی ہے

اور مختلف حربے اس کو رجھانے، ڈھلتی ہوئی جوانی کا احساس دلانے، اور اس کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے اختیار کرتی ھے۔ ایک موقع پر جب مینا کے استدلال کے جواب میں دوتی کہتی ھے:

سنی بات دوتی، کہی، سن پری
یو سمت ھر کسی پر خرابی کری

کرے جیو اُپر گھات یاتن کوں زیان
دنیاں میں نہ رکھنا جوانی کوں ران

پیا بن سو کیوں سیج بھاتی تجے
یکیلی کوں کیوں نیند آتی تجے

نہ رکھنا ھے دو دن کی دنیا میں لاج
صبا کرنے کا کام کرنا ھے آج

مینا، ترغیب و تحریص کی ان مسلسل کوششوں سے تنگ آ کر بالآخر پوچھ بیٹھی ھے:

کہی سن کے مینا، تو کرتی ھے جھات
توں سچ کھول کر بول تیری تو بات

کری تھی کِتے مرد تو آج لگ
جو منج کوں کرو کر پڑی ھی بلگ

اس کے جواب میں دوتی کا یہ راست اور مختصر جوا ملاحظہ ہو:

سنی بات دوتی، کیتی کچھ نہ لاج
که بارے بیتی یو قبولے گی آج

که نهن بن میں دو چار، جانی میں دس
بڈی ہوئی اِتنا بہر کو آتا ہوس

دو بیویوں والے سپاهی کی حکایت بهی، سوکنوں کی باهمی رشك و رقابت کے جذبات کی ایك مختصر، ایکن راست اور بے نقاب تصویر ھے۔ اندھیری رات میں چور موقع پا کر بالاخانه کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ سپاهی کی پہلی بیوی بالائی منزل میں سو رهی تهی، اور کمسن بیوی نچلی منزل میں۔ سیڑھیوں پر پاؤں کی آهٹ سن کر یکے بعد دیگرے دونوں کو خیال هوا که ان کا شوهر بالائی منزل پر جانا چاهتا ھے۔ اس موقع پر جو پر لطف ڈرامائی منظر شاعر نے کھینچا ھے، اور دو سوکنوں کے بنیادی جذبات کو جس پر مزاح انداز میں بے نقاب کیا ھے، وہ غواصی کی نفسیاتی بصیرت، مزاح نگاری، اور اس کے فن کی سادگی اور پرکاری کا ایك بھر پور نمونہ ھے:

سیڑیاں پر دھریا پاؤں چڑنے بدل
بجیاں پاٹراں سب بنیادی سوں ہل

رهتی تهی مہاڑی تلے جو سندر
اٹھی هڑ بڑاتی سنچل دیك کر

کبھی مرد جاتا ھے سوکن کے پاس
پکڑ پاؤں جا اس کے محکم سراس

بڑی کا جو آواز یو کان میں
پڑیا، سو چلی دوڑ سیڑی کنے

چلا ھات االاں کے تئیں پینچ بھر
لگی کھینچنے، مرد اپنا کـکر

اُپر سوں کہی، سن یو سوکن مری
یتے دن رکھی، کیا نظر نئیں بھری

کتے دن پچھیں آج کیتا کرم
اُپر آنے دے، چھوڑ ری بے شرم

نھنی بولتی، اس نہ چھوڑوں اِتال
اوپر جائے تو پاؤں توڑوں اِتال

تلیں ھور اُپر سوں لگیاں کھینچنے
آیا چور کا جیو ھونٹاں منے

خدا کس نہ پاڑے ایسے بند میں
پڑیا چوڑ جوں دوئی کی دند میں

دیتیاں چور کوں سخت آزار او
ھوا چوری کرنے تے بیزار او

دو ناریاں کا اونر شبینے تے بھر
تلک آنیا پیس اپنے مندھر

دیکھیاں سوکیاں نہاس، بے آب ہو
پڑیا چور ونیں، سخت بے تاب ہو

مینا کی زبانی شاعر نے، ایک ستونت حسینہ کی جو طویل حکایت بیان کی ہے، اس میں وہ منظر بھی قابل دید ہے جہاں اس پاکدامن عورت کے شوہر کا باوفا دوست، ایک دن اچانک اس سے محبت کا اظہار کر بیٹھتا ہے۔ اس جرأت بیجا کے جواب میں باعصمت حسینہ کا ردعمل، ایک سیدھی سادی، لیکن عفت کوش عورت کے احساسات کی اس درجہ حقیقی اور فطری تصویر ہے:

سہی سو سکی، موں کوں لا دونوں ہات
انجو بن میں لیا، کہی، اے سجات

ترے ہور مرے مرد کی آشنای
ہمیں ہور تمیں جیوں سگے بھان بھائی

کہی یو سو کس دھات معنا ہوا
مگر دوز آخر زمانا ہوا

نہ تھا تج کوں واجب، اے جان عزیز
جو ایسی کیا بات توں بے تمیز

دوتی اور مینا کے مکالمے ہر جگہ نہایت جاندار اور پر اثر ہیں۔ اگرچہ اس مثنوی کا بیشتر حصہ ان ہی دا کرداروں کے باہمی مکالموں پر مشتمل ہے، جس کے دور

دیلی حکایتیں چلی آتی ھیں ۔ لیکن یہ مکالمے اس درجہ دلچسپ
اور مدلل ھیں کہ کہیں اکتاھٹ کا احساس نہیں ھوتا ۔ دوتی
ھر مرتبہ ترغیب و تحریص کے مؤثر ترحربے استعمال کرتی
ھے ۔ مثنوی کے وہ اشعار ، جہاں دوتی ۔ مینا کو ورغلانے
کی کوشش کرتی ھے ۔ زندگی کے حقیقی اور واقعی تجربات ،
انسانی جذبات کی وقعت اور وزن ، اور زندگی کی مادی
اور جسمانی آسائشوں کی اھمیت کی بڑے مؤثر طریقے پر
ترجمانی کرتے ھیں ؛ اور دوتی کی گفتگو ، اس کے مکر
و فریب کے بنیادی مقصد کے باوجود ، کہیں سے جان نہیں
معلوم ھوتی ۔ اس کے جواب میں ، مینا وقف شدہ محبت ،
اور عصمت وعفت کی نصب العینی قدروں کی علمبردار ھے ۔
اپنے محبوب شوھر کے لیے اس کے وقف شدہ جذبات ،
محبت کے نصب العینی نمونے کی کشش کے حامل ھیں ۔ اس
طرح دوتی اور مینا کے مکالموں کے ذریعہ ۔ شاعر نے زندگی
کی مادی اور روحانی قدروں کا ایک بڑا دلچسپ تصادم پیدا کیا
ھے ۔ زندگی کا یہ ازلی المیہ ، مادی اور روحانی اقدار کا یہ
تصادم ، جس میں زندگی کی یہ دونوں قوتیں ، اپنی اپنی جگہ حق
پر مبنی معلوم ھوتی ھیں ، اور ھر ایک اپنی پوری قوت وطاقت
کے ساتھ دوسرے پر حملہ آور ھوتی ھے ، مینا ستونتی کے قصے
میں ، اعلی ادب کی ایک واضح جھلک پیدا کردیتا ھے ۔

دوتی کی گفتگو کے دو ایک حصے ملاحظہ ہوں -

دنیا کی ہوس کُچ نہ دیکھی ہے توں
دنیا کی لذت کُچ نہ چاکی ہے توں

خدا کے وایاں، عالماں ہوا فقیر
اون کوں بی دنیا کی آتی فکیر

دنیا سوں شہر کوں سدا مان ہے
دنیا سوں شرم، دھرم، ایمان ہے[1]

توں ست بول پتیا کر سکو ہو ہلاک
یو ست ڈال دے بھوت پاوے گی ہاگ

سینا سخت توا نہ جیبی ہے توں
ملا زہر امرت میں پاتی ہے توں

بدل گڑ اڑاوے گر جنے میتی
پکیلی سیا بھٹ مرے کانپتی

مرا آس برلا چنچل گن بھری
جوانی چلی باؤ ہو صرصری

جوانی کی کوئی قدر پایا نہیں
جوانی گئے پر سمایا نہیں

کتے ہیں جوانی گئے پر اونار
کہ جیوں دیں ڈھل جا پڑے اندکار

(۱) غواصی کے یہ اشعار، نظیر اکبرآبادی کی نظموں " مفلسی "
اور " پیٹ کے لیے " کے بعض دلچسپ حصوں کی یاد دلاتے ہیں۔

اس کے جواب میں مینا کے جذبات کا ردعمل دیکھیے -

اگر سور اسمان تے آے گا

اگر چاند آسنج کون ازماے گا

اگر کُئی ملك هوے صاحب جمال

اگر کوئی مقبول هوے جگ اجال

تو اورك سے ایلاڑ هیں سب تمام

او سر تاج میرا منجے اس سون کام

دوجے تے بهلا موت آنا منجے

بهلا هے قبر کا بچهانا منجے

برای سیج میں حاپس کون سلاون

سو او سیج ماٹی میں کیون ناملاؤن

مرے ست کے دریا کالورك غواص

نه لیے سے کُئی اس باج موتیان کی راس

یرت کا مرے ذهن پو بیٹهیا هے ناگ

سکے کون لینے کون تن میں هے آگ

مثنوی کے وہ اشعار بھی جہاں دوتی کی جانب سے ورغلانے کی مسلسل کوششوں ، اور مینا کی جانب سے اسکی مدافعت کو مجازی (allegoric) رنگ میں پیش کیا گیا ھے ، شاعر کی قادر الکلامی اور فنی پختگی کے نمونے ھیں ۱ - مثنوی کا بیشتر

(۱) ملاحظه هوں اشعار ۵۹۲ تا ۶۰۰

حصہ چونکہ دوتی اور مینا کے مکالموں پر مشتمل ھے، اس لیے
غواصی نے ان مکالموں میں فطری رنگ پیدا کرنے کے لیے،
انھیں اپنے عہد کی عورتوں کی زبان، اور ان کے محاوروں سے
آراستہ کیا ھے - جسکی وجہ ھے ان مکالموں میں بڑی برجستگی،
روانی، اور بے ساختہ پن پیدا ھوگیا ھے - پیار بھرے اور
محبت آمیز انداز میں مخاطبت کے طریقے، کوسنے اور بد دعائیں
دینے کے انداز، غرض دکن کی قدیم نسوانی زبان کے بیسیوں
محاورے اور فقرے، اس مثنوی میں محفوظ ھوگئے ھیں -
جہاں تک راقم کو یاد پڑتا ھے، غواصی کے کسی ھم عصر
یا پیش رو شاعر کے کلام میں، دکن کی قدیم نسوانی زبان کے
اتنے وافر نمونے نہیں ملتے ا - چند مثالیں ملاحظہ ھوں:

بلا پیو کی میرے، پڑو تجھ اُپر
لڑو سانپ بیچھو ترا جیو جگر

او لورك جو میرا ھے بالا کنوار
بلا دور کروں بادشاھاں ھزار

مرو نار او پا پنی استری
جن ایک چھوڑ، دوجے اُپر من دھرے

(۲) غواصی کے بعد ھاشمی کا دیوان ریختی، قدیم دکن کی عورتوں
زبان کے ایك نایاب ذخیرہ کی حیثیت رکھتا ھے -

پرای بھار کے کوں سناوے گلا
تو اس جای کوں موت آنا بھلا

بگانے کوں جو مکھ دکھای خوب تر
بھلا ہے چھپے مکھ او ماٹی بھتر

بغیر پیو منج سیج کھاتی دسے
کوڑاتی ہے چپ آس کاٹی منجے

اتا سن یو ناچیز کٹنی حُھئی
کتی ھون اتا سن یو ، بختاں بھئی

میں سمجی توں تحقیق مکر رہاں
بوڈی بھار کی سوں ہے ملنا منا

کتی دیك اورك کوں توں گاودی
ھوے بال اجلے ، نکو کر بدی

نہنا کام یو نا کروں تو چونڈا
سٹوں گی ترت اپنے سر تے مونڈا

بزاں دوتی بولی اے بیٹ مری
مرا جیو قربان تج پر کری

سنی سو گیا سب سینا پھوٹ کر
فکر سوں کلیجا کیا ٹوٹ کر

اجوں لگ کتی ہے توں کیسا پیا
او اجڑیا تجے رنج ایسا دیا

توں نادان بالی مرے هات کی
کیا معنا یتا شوخ هو بات کی

توں نهنواد چهوری، تجے ام کیا
چندر کی صورت هے، تجے وهام کیا

کهی، بهاکونتی، جلو تیرا بهاگ
جو کهاتی توں اپنی جوانی کی آگ

هر ایك بات کرتی هے توں زار زار
پڑو تیرے دامن میں جلتے انگار

بهلا هی توں اپنا کیا پائے گی
انگے پند میری توں ازمائے گی

میری بات کوں تو سمجهتی هی دند
اٹهی دود کی جهل تو کہتی هوں پند

نهیں تو غرض کیا منجے بولنا
ستم گهوڑ پر کونهراں رولنا

بڈی سن کو بولی، نکو کر یو بات
ستم هوکے کرتی توں اپنے په گهات

کهی، توں سنی نئیں اچهے کی بیاں
مکی آپنا جیو تو سارا جہاں

اتا کیوں ترا دل مگر گهٹ هوا
یو سنپات کیا تج کوں او چٹ هوا

اِتا کیوں تو کوّال پر من دھری
اِتا کیوں ترا جسان اس پر کری

عجب ہے ترا دل نہ اس تے بھگیا
کیا سحر تیوں دھیان اس کا لگیا

تو آخر ہے گندی، جنم کھوے گی
برا کہا، برے گود میں سوے گی

پُھٹو دود مرا ترے بالے بسال
سزا دیوے اس کا تجھے ذو الجلال

آخر میں اِملا کے ان اصولوں کے متعلق چند امور کی صراحت ضروری معلوم ہوتی ہے، جو اس مثنوی کی تدوین میں ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ قدیم دکنی مخطوطات کے املا کے بعض اصول، معیاری اردو کے مروجہ املا کے اصولوں سے مختلف تھے۔ مثلاً لفظ "اُس" قدیم مخطوطات میں "اوس" کی شکل میں ملے گا، "اِتا" "ایتا" کی شکل میں۔ پیش نظر مثنوی کے متن میں، الفاظ کی جو صوتی شکل؛ شاعر نے منظوم کی ہے، اسے موجودہ اِملا کے مطابق لکھا گیا ہے۔ مثلاً اگر شعر میں لفظ "اِتال" باندھا گیا ہے، تو اسے "اِتال" ہی لکھا گیا ہے، اگرچہ مخطوطوں میں وہ "ایتال" کی شکل میں ملے گا۔ اسی طرح لفظ "کوئی" کے دکنی تلفظ میں (ہ) اور

i) کے دو متصل مصوتے نہیں پائے جاتے، بلکہ یہ (o)
ور (i) کے ایك امالہ (diphthong) کی شکل میں ملتا ھے؛
جسے موجودہ املا کے مطابق " کُئی " لکھا جاسکتا ھے۔
البتہ ایسی صورتوں میں جہاں کسی لفظ کے املا کو،
صحیح دکنی تلفظ کے مطابق لکھنے میں، لفظ کی شناخت
میں دشواری پیدا ہوتی ھو، اسے مروجہ املا کے مطابق
ھی لکھا گیا ھے۔ مثلاً " صورت " دکنی تلفظ کے مطابق
شعر میں " صُرت " باندھا گیا ھے، لیکن لفظ کا یہ اِملا
نامانوس ھے، اور اس سے لفظ کی پہچان میں دشواری
ھوتی ھے۔ اس لیے ایسے الفاظ کو مروجہ املا کے مطابق
لکھا گیا ھے۔ ایسی صورتوں میں جب تك الفاظ کو
صحیح دکنی تلفظ کے مطابق نہ پڑھا جائے، مصرعے بحر سے
خارج معلوم ھوتے ھیں۔ اگرچہ قدیم شعرائے دکن عربی
اور فارسی الفاظ کو ضرورت شعری کے پیش نظر، جب
چاھتے ھیں، عربی یا فارسی کے ابتدائی تلفظ کے مطابق بھی
استعمال کرتے ھیں۔ دکنی کے ایسے الفاظ جن میں "ہ"
کا صوتیہ درمیانی حالت میں آتا ھے، ان میں بالعموم "ہ"
کی جگہ بدل جاتی ھے، اور اکثر و بیشتر "ہ" کا صوتیہ،
اس سے پہلے واقع ھونے والے صوتیے سے مل کر، اس
صوتیہ کی متنفس شکل اختیار کر لیتا ھے۔ کسی صوتیہ کی

متنفس شکل کے لیے دو چشمی ھ کا التزام رکھا گیا ھے۔ مثلاً لفظ ''مہینے'' کا دکنی تلفظ ''مھینے'' ھو گا؛ ''رہا'' کا تلفظ ''رھیا''، اور ''کہا'' کا ''کھیا''۔[1]

پیش نظر مثنوی میں چند اشعار ایسے بھی ملتے ھیں، جن میں قافیہ غائب ھے۔ ایسی شاذ مثالیں طوطی نامہ اور سیف الملوک میں، بلکہ کلاسکی دکنی کے اکثر شعرا کے کلام میں نظر آتی ھیں۔ اس کا سبب بظاھر یہی معلوم ھوتا ھے کہ سالہا سال کے طویل عرصے میں ان ادب پاروں کا، صحیح متن ھم تک نہیں پہنچ سکا ھے۔

مثنوی میں بعض مصرعے ایسے بھی ملے، جن کا صحیح متن، مثنوی کے پیش نظر نو مخطوطوں میں سے کسی نسخے کی مدد سے بھی متعین نہیں ھو سکا۔ کہیں مخطوطے کا ورق کرم خوردہ ھے، اور کہیں کم سواد کاتبوں نے، بے معنی الفاظ کے ذریعہ خانہ پری کردی ھے۔ ایسے مصرعوں کو مختلف مخطوطات کے مختلف الفاظ کی مدد سے، از سر نو تشکیل دینے کی کوشش کی گئی ھے ان مصرعوں کے آگے نشان (*) دے دیا گیا ھے۔

---

(۱) قدیم دکنی کی متذکرہ صوتی خصوصیات سے راقم نے اپنے مقالہ ''دکنی زبان کے بعض لسانی رجحانات'' میں تفصیل سے بحث کی ھے، ملاحظہ ھو، ''مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر، سنہ ۱۹٦٤ء''۔

مثنوی کا یہ تعارف ادھورا رہے گا اگر میں ان
اصحاب کا ذکر نہ کروں جن کے قیمتی مشوروں سے میں
نے اس کی ترتیب و تدوین کے دوران میں استفادہ کیا ھے۔
محترم ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے مثنوی کے تدوین کے
مختلف مرحلوں میں، اپنے گراں قدر مشوروں کے ذریعہ
میری رھنمائی فرمائی۔ متن کے بعض الجھے ہوے مصرعے
اور پیچیدہ الفاظ جو کھل نہیں سکے تھے، ڈاکٹر صاحب
کی مدد سے حل ھوے۔ دکھنی کی پیچیدہ عبارتوں کو
کھولنے میں، ڈاکٹر صاحب کی لسانی اور صوتیاتی بصیرت
سے، میں نے راست اور بالواسطہ طور پر بہت کچھ استفادہ
کیا ھے۔ میرے فاضل دوست ڈاکٹر ایس آر کلکرنی،
صدر شعبہ مرھٹی، عثمانیہ یونیورسٹی، جو دکنی زبان و ادب
کے بھی مزاج شناس ھیں، اس مثنوی کی ترتیب کے متعدد
مرحلوں میں میرے برابر رفیق رہے ھیں۔ قصے کے ماخذ کا
سراغ لگانے میں ابتداً میری محترم دوست ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ
نے مجھے راہ دکھائی۔ پھر میں نے جناب ڈاکٹر نذیر احمد،
صدر شعبہ فارسی، علی گڑھ یونیورسٹی، اور جناب پروفیسر
سید حسن ڈائرکٹر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پٹنہ، سے مراسلت کرکے
ضروری لٹریچر حاصل کیا، جس کے لیے میں ان دونوں
عالموں کا بھی متشکر ھوں۔ ابتداء میں جب میں نے اس

نوی کو مرتب کرنے کا ارادہ ظاهر کیا تو مرحوم
لوی نصیر الدین هاشمی نے بڑے جوش و خروش کے
اتھ میری همت افزائی کی۔ اسٹیٹ لائبریری کا ایك اهم
طوطه بے جگه هو کر کہیں گم هو گیا تھا، موصوف نے
کئی گھنٹے چھان بین کرکے اسے ڈھونڈ نکالا۔ مرحوم کو
س مثنوی سے اسطرح دلچسپی تھی که اسے مخطوطات کے
هیر سے نکالنے، دکنیات کے طالب علموں کو اس سے
روشناس کرانے، اور اس کے مصنف کا سراغ لگانے
کے سارے مراحل انہوں نے هی انجام دیے تھے۔ موصوف
کا اصرار تھا که میں کسی طرح ڈسمبر سنه ۶۳ء سے پہلے
هی اس کو مکمل کرکے شائع کردوں، لیکن عملی دشواریوں
کی وجه سے یه ممکن نه هو سکا۔

غلام عمر خاں

حمد

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
کہ او حمد زیور ہے ایمان کا

جمع حمد اُس کوں سزاوار ہے
کہ جن جگ کوں پیدا کرنہار ہے

او خالق ہے سب خلق کا خاص و عام
او مالك اہے مُلك سب کا تمام

او رزاق ہے رزق کا دینہار
کہ دینے کو اُس کے کرے کون شمار

کتیاں کوں دیا مال[1] ، دھن سروری
کتیاں کوں دیا فقر سوں مہتری

کتیاں کوں صبر دے کے صابر کیا
کتیاں کوں فقیری میں نادر کیا

ہوے فقر سوں اولیا ہور امام
سدا فقر سوں انبیا تھے تمام

---

(۱) مطابق (ب) ، (الف) ملك کی سروری ۔

فقر کا اسی نارنز کون ہے آب
حیا کا ہے جس مکھ اُپر آب تاب

حیا کا نگہبان ہے ذوالجلال
وہی ست رکھنہار ہے بے مثال

[1] کتیاں کوں حیا سوں رکھیا استوار [1]
کتے بے حیا ہیں سدا خوار زار [2]

حیا کا رتن رب دیا جس کے ہات
ہوی نار ستونت، ہور نرسجات [3]

الٰہی شرم دھرم تج پاس ہے
ہمن کو ترے کرم کی آس ہے

تو ستار ہے، عیب داراں ہمیں
تو کرتار ہے خوار زاراں ہمیں

انہ میں نپٹ چور ہیں اے قوی
دلاں پر دکھا تازگی نت نوی

در نعت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم

الٰہی رکھیا توں بندیاں کی شرم
نبی کو دیا بھیج کیتا کرم

(۱) (ب) (ج) (ف) (ل) ہے سنوار (۲) کتے بے حیا ہو بھرے خوار زار (۳) مطابق (ف) (ل)، (الف) زینت سنگات۔

منور کیا جس نے اسلام کوں
شفاعت دیا خاص ہور عام کوں
شفیع او[1] حشر ہات کے وقت کا
او سلطان معراج کے تخت کا
او ہی سرور عالم و شہر یار
قناعت کیا جن اُپر عین بار
صبر جس کے گھر کا کواتا ہے داس
پڑیا ہے توکل سو جس دار پاس

۲۰ محمد نبی خاتم الانبیا

شرف جس نے حق جگ میں ہمنا دیا
منور کیا جگ کوں اس نور سوں
دیا روشنی سب کوں اس سور[2] سوں
جکئی رب کوں مانے ، نمانے رسول
نہیں دوست حق کا نہ کس کن قبول
دیا جس کوں تشریف لولاک کا
ہوا جس تے مظہر یو افلاک کا
نبی تے ہمیں پائے رب کا پچھان[3]
اٹھیا دل میں تے کفر کا سب گمان
تصدق ہمن سار کے کئی ہزار
محمد کے نعلین پر بار بار

---

(۱) مطابق (ب)، (الف) (ل) ہے اوعرصات (۲) مطابق (ی) (الف) نور (۳) (ب) نشان۔

نا اچھتے کمن کوں جو او مہرباں
تو اچھتے ھیں سب جہنم کے ٹھاں

ہزاران کمن بہشت کے نیک نام
محمد پو صدقہ ھیں سارے تمام

محمد کے بعد از صفا چار یار
نبی روح تھے ، او عناصر چہار[1]

امام ھے ابوبکر ایمان کے
خلیفے نبی بعد انسان کے[2]

۳. عمر کے عدل کا رہیا ھے نشان
خجل جس انگے عدل نوشیروان[3]

منور مکمل تھے عثمان ذات
حیا کے اتھے گو نہران جس کے ہات

سو شیران میں ھے شیر حضرت علی
انو کی شجاعت کی ھے کھلبلی[4]

علی تھے شجاعت میں روشن کمال
خجل جس شجاعت سوں رستم کا حال[5] *

شہیداں میں سرور حسین و حسن
حسن بعدازاں میر[6] میراں رتن

---

(۱) (ن) (و) کہ اصحاب یعنی وزیران چہار (۲) مطابق (م)، (الف) اسلام (۳) مطابق (ب)، (الف) خجل جس عدل کا ھے نوشیروان (٤) یہ شعر صرف (ب) میں ملتا ھے (٥) (ب) چال (٦) (ف) پیر -

محی الدین معشوق جس کا ھے ناؤں
ولیاں جس قدم کا لیے کر کو چھاؤں[1]

محی الدین ولی پیر کی بول آمنا
سچے دستگیر کی سبوں کو پناہ

مدد منگ کو اس تے کیا ابتدا
سنینگے سو بولیں کے رحمت سدا

نوازے ھیں بندیاں کوں بندے نواز
او صاحب جہاں کے ھیں گیسو دراز

رسالہ اتھا فارسی یو اول
کیا نظم دکھنی ستے بے بدل

۴۰ عقل فہم عرفان کا کام ھے
محبت کے دریا کا پُر جام ھے

مِٹھی یک حکایت عجب خوب تر
رسالہ مرا خوب شہد و شکر

حکایت بادشاہ و چندا و لورك

کہ یک شہر کا تھا بڑا پادشاہ
جہانگیر عالم میں تھا شہنشاہ

سچا عادل و مہربان شہر یار
اتھا ناؤں اس کا سو بالا کنوار[2]

---

(۱) تلمیح ھے حضرت عبد القادر جیلانی کے ان الفاظ کی طرف، جو انھوں نے حالت جذب میں فرمائے تھے: " قدمی ھذہ علی رقبة کل ولی اللہ " (میرا یہ قدم ھر ولی اللہ کی گردن پر ھے) ۔

(۲) (ب) (ج) (د) (ف) ع۔ نیکا ناؤں اس کا سو بالا کنوار۔

وزیراں کِتک خوب صاحب کمال
ملیکاں هزاراں سوں تھے محلے محال

اُسے گڑ، ولایت، بہت شہار تھے
سَبی خلق واں کے دنیا دار تھے

یوں بستی سوں معمور سب شہار تھے
جدر دیکھے صاحب تو گلزار تھے

تھا عالم خَلَق سب امن میں تمام
رھتے تھے تھنڈی چھاوں میں خاص و عام

چَتُر بادشاہ خوب چھبیلا نَوَل
اتھا خوش چمن میں سو دل کا کنول

تھی بیٹی اُسے ایك صاحب جمال[1]
اتھا ناؤں اس کا سو چندا کمال

۵. جھلك چاند کا جوں اُجالا دِسے
سو گڑ، چلبُلی نار دل میں بسے

سرو کے نمن نار، نازك بچھل
یو پانی اُپر جیوں کھلا ھے کنول

کھڑی عشق کے آکے میداں میں
رھیا نئیں ھے طاقت دل و جاں میں

سدا عشق لیٔ دل میں دھرتی اتھی
بَٹھے جان عاشق کوں جیتی اتھی

---

(۱) مطابق (ن)، (الف) اتھی ایك بیٹی سو صورت جمال۔

تھا اس بادشاھی میں گوّال ایک
اِسم اس کا لورك اتھا ناوں نیك
گُرو ھانك اك دن اوآتا اتھا
شہر[1] کی گلی میں سوں جاتا اتھا
شہنشاہ کی بیٹی چھجے کے اُپر
کھڑی تھی سو دیکھی اُسے سربسر
کہی من میں، کیا خوب سیدا ھے جان
گُرو راکنا کر ھوی پشیمان
کھڑی ہاٹ میں آ اشارت سوں دھر
بُلای نزك اس کوں گوّال کر
کھڑی ھو اشارت سوکئی اس سنگات
کتی ھوں تجے سرفرازی کی بات
٦٠ مرا دل لگیا تُج سوں، تو راج ھے
تجے سرفرازی کا یو ساج ھے
یو سن بات گوّال تسلیم کر
کھیا منج پو کرنا کرم کی نظر
میں چاکر ھوں تیرا نظر منج اُپر
ترا منج پو سایا ھے سر پر چھتر
سو واجب نہیں منج کوں یو کام سوں
دیکھو چھان کر بات خوب فام سوں

(۱) (ی) (و) چھجے -

جواب دادنِ چندا، گوّال را

کہی سن کو، گوّال اے جان یار
کی ہوتا ہے گورومنے خوار زار[1]
مرے پاس دھن مال ہے لی مَتا
تُجھے دیوں کی میں جِتا ہے وتا
چھبیلا توں ہے جان، جانی منجے
لگیا جیو میرا کَتی ہوں تُجھے
وولے مال سارا یہاں تے ھلوک
ہمیں ہور تمیں مل کو جائیں پر ملوک
کتی ہوں سدا سکھ سوں مل کر رھنا
میں عاروس پیاری، توں نوشو بنا

گفت گوال، چندا را

یو سن کر کہیا، میرے گھر نار ہے
او ستونت ناریاں[2] میں اوتار ہے
۷۰ چھبیلی او او تار کُچ حور ہے
سہیلی کوں یوسف کرا نور ہے
خدا نے اسے نور ایسا دیا
چتر سار خاصیاں میں اس کوں کیا

---

(۱) (ف) ع. کی ہوتا ہے تو گوروان میانے خوار (۲) (اِل) ناری نرا دھار ہے۔

نہ حاجت منجے چاند ہور سُور کا
مرے گھر میں شعلہ ہے کُہ طور کا
ستارے اس انگے یوں دستے اہیں
کہ جیوں دیس کوں دیوٹیاں لائے ہیں
اِسم پاك اس کا کہوں میں ٹك ایك
پتی ورتا مینا سو ہے ناؤں نیك
اسے چھوڑ جانا تو واجب نہیں
میں کس دھات سیتے لے جاوں تیرے تئیں[1]
توں ہے شاہزادی سو میں ہوں گوال
اِتا تو حرص کوں توں اپنے سمال
ترے بادشاہ ہور وزیراں امیر
سنیگے پکڑ کر کریں کے خمیر
مرا کُچ نہ جاگا ترا زیان ہے
مری نارسوں دیکھ مرا دھیان ہے

جواب دادن چندا، لورك را

یو سن بات چندا، کہی اُستوار
اپیں ہو خدا تج کوں کرتا ہے خوار

---

(۱) مطابق (ن)، (الف) ع . میں بھول مال کوں کیوں لجاوں تیرے تئیں (؟) .

جو کھاندے چوالا ، چندوٹی ھے سیر
لنگے پاؤں ھور یک لنگوٹی ھے پھیر

لنگوٹی کھٹی ھور سڑیا گودڑا
بچھانے کوں کی ، یک پھٹیا بوریا

لیا بھارکس ھات میں جھانکتا[1] (؟)
پھرے جنگلے جنگل گرو راکتا

تجے کائیکوں کسوت ، بچھانا ، صدر
ارے گاؤدی کیا توں جانے قدر

انبل چھاچھ کنکیاں سو تج لذتاں
تجے کائیکو ں خاص کیاں نعمتاں

جو کُچھ تیری قسمت ، سو توں پائے گا
ترا اودسا یو ، کدان جائے گا

یو سُن بات لورک ، کھیا ، شھپری
پکڑ ھات میرا کرم توں کری

توں چندا ، میں لورك هوں چاکر ترا
بَلا دور کروں تُج اُپر جیو مرا

کئے دونوں مل اختیاری یو گھٹ
لیے مال ھور واں تے نکلے اوپٹ

لے چندا کوں لورك جو باھر ھوا
سو یو غُلغُلا جگ میں ظاھر ھوا

---

(۱) (الف) (ب) ع . لیا بارکول ھات میں جھانکتا (؟) -

۹۰ گئی رات ہور بھی اجالا ہَہیا
خبردار لوگاں کوں معلوم ہوا
سو راجا وہاں کا بیٹھیا تخت پر
خبردار اس کوں دیے یو خبر
تری پاك دامن کوں لورك گَوال
ڑا دھیٹ ہو لے گیا بد شکال
سنا بات راجا ہنسا کِھل کِھلا
کہیا میرے دل کا اُٹیا وسوسا
کہیا اپنے لوگاں کوں موں کھول بات
گیا چوری کر، چور گوّال ذات
سو گھر اس کے مقبول یك یار ہے
بہوَت دن سوں اس پر مرا پیار ہے
کھڑیا تھا محل پر پڑی تھی نظر
انکھیاں تاب نالیا گیاں سُد بسر
صورت البیلی یك دمی ہے منجے
دیکھیا تب سوں او چٹ پٹی ہے منجے
چڑے ہات میرے جو او ماھتاب
نہ نس کوں غروب ہوے او آفتاب (۱)
کَیا خبرداراں کوں کٹنی کوں لیاؤ
ڈُھنڈو جاکے یك خوب کٹنی کوں پاؤ

---

(۱) یہ شعر (الف) کے سوا باقی تمام مخطوطوں میں ملتا ہے۔

۱۰ جتے خبرداراں رواں ہوے
چلے دھونڈ لینے زمیں کے چوے
اسے کر آے ہزاراں میں سوں یک چُنی
او قحبہ بڑی یک بُڈی کُوٹنی
اسے کر آ، شہنشاہ کوں تسلیم دلاے
بہت پیار سوں تخت نزدیک بلاے
کیا، لیا کے مینا کوں توں دے منجے
بہت مال بخشش کروں گا تجے
او محبوب اچپل عجب نار ہے
اسی پر مرا یو بڑا پیار ہے

جواب دادنِ دوتی بادشاہ را

سنی بات دوتی نے تسلیم کر
کہی اس کوں اے بادشاہ بخت ور
اچھو عمر دنیا میں تیری دراز
جو ہوتے ہیں مج تے حکمت سرفراز
اگر لاک پردے اچھے جس محل
اچھے نار کئی سات پردے و حھل[۱]
تو ویسیاں کوں غفلت منے بھاؤں گی
ترے سامنے لیا کو دکھلاؤں گی

(۱) (ب) (د) (ف) (م) وجل ۔

۱۱۰ یو مینا تو کَوال کی نار ھے
اسے بھوند لیا نا تو کیا بار ھے

بڑا کام مرما جو منج کوں سجے
ھے اس کام تے بہوت بہانت منجے

شہر کی رنڈیاں میں مرا ھانک ھے
مکر زن زناں میں مرا دھانک ھے

ہنرمند ساریاں میں میں نار ہوں
بہت فند فریباں میں سردار ہوں

نہنے کام پر کیا میں دوڑاؤں دل
کریں آیاں بُڈیاں مار ساریاں خجل

گفتن پادشاہ ، دوتی را

یو سن بات ، شہ یوں کہیا ، پیر زن
پڑیا تہا او میرے نظر تل رتن

دیکھیا اس کے مکھ پر حیا آب تہا
اِتا اس کے سر پر پاؤں لگ تاب تہا

دِسیا تہا منجے خوب اس کا جمال
یکایک او تُج ھات آنا محال .

یکائیک پھندے میں کیوں بھاے گی
توں کس دھات لیا منج کو دکھلاے گی

جواب دادن دوتی ، پادشاہ را

جلی ھور بولی یو کئنی جواب
بڑے ٹھگ فندان میں سو میرا ہے داب

۱۲ پری دیو شیطان میرے نفر
بنگالے میں ہوتا ہے میرا سحر[1]

مکر سحر جادو میرے ہات میں
پھرے سب موکل مری سات میں

اگر کئے تو لیاؤں مرس میں کی حور
جو بولوں تو افتاب آوے حضور

ستاریاں سو زھرا اتاروں ایال
کروں ست کوں ستوت کے پائمال

بھنا کام یو نا کروں تو ، چونڈا
سٹوں کی تُرَت اپنے[2] سرتے مونڈا

یو سن کر اپس شاہ تشریف دیا
کتک بے بہا بست بخشش کیا

دیا ہت کڑک ہور پدک لعل اسے
کتک موتیاں ہور کنٹھمال اسے

کیا ، سن توں یو بات منج پاس کا
دیا تج کوں فرصت میں چھے ماس کا

(۱) (ب) (د) ھنر (۲) (ب) موت بھا کر مونڈا .

تو حا بیگ پُھسلا کے کر کام ہو
اسے بھاوے تیوں کر توں آرام ہو

نہ کر ظلم اس پر مرے قرب تے
ھمن عدل پر بول نالیا دوتی

۱۳۰ سُنو قصہ میںا کرا سر بسر
سنی جیوں او لورك گیا نہاس کر

بندی خوب، دھنکڑا او اُجلا سو پاك
مانڈی چرخا، ہور موں کوں بھرلائی خاك

اپس دھول تن میں ملانے لگی
تمام روپ اپنا حلانے لگی

تلك آ کے کٹنی نے کیتی سلام
دی تعظیم اس کوں بُلا نیك نام

کہی مینا ماں تو کی اچھی ھے کاں
میں بیٹی ہوں تیری ، توں ھے میری ماں

کہی کٹنی مینا کوں ، ماں ھوں تری
چھپی دو برس توں پیٹی ھے مری

نہ تھا دود کُچ بی تری مای کوں
پلای تھی میں دود تج حای کوں

میں ھوں دائی تیری، منجے پیار کر
تجے جانتی ھوں میں دلدار کر

سُلا گود میں ، ھور تج کوں کھلای
بہت پیار سوں دود تج کوں پلای

پڑیا کچ سمایا، ہوی دور مئیں
بہت یاد آتی تھی اسے حور تئیں

۱٤ بتیس دھار منج مہر کے بار بار
ابلنے لگے تو آی تیرے دوار

پکڑ آی ہوں دل میں کر آس میں
رہوں گی کتی ہوں ترے پاس میں

یو سن بات مینا بے پاوان پڑی
دیتی بیٹھنے اپنی بیسک پڑی

کہی بات مینا اسے سربسر
سمایا کھڑا ہے ہمن سر اپر

کہی، تج تے اسے مای صحبت ہوا
تجے دیکھتے دل کوں راحت ہوا

گیا چھوڑ ہمنا ہمارا پیا
کما نوں کیوں کتی تھی یکیلا جیا

نہ ماں بھای بی کوئی منج سات ہے
نہ باندی نہ بردانہ کئی ذات ہے

نہ دادی، پھپی کئی چچانی منجے
نہ نانی نہ خالا کہوں کیا تجے

نہ نندان نہ بھاوج، بھتیجی نہی
کری ہوں مرا دل میں سب سو غنی

یکیلی هوں میں اس وطن میں غریب
کرم توں کری تو زهے منج نصیب

۱۵۰ که ایسی جو صحبت خدا نے دیا
مرے پر بڑا وُن نے احسان کیا

جواب دادن دوتی ، مینا را

بزاں دوتی بولی ، اے بیٹی مری
مرا جیو قربان تج پر کری
میں آتے وقت یو سُنی باٹ میں
کہیا یك جنا شہر کے هاٹ میں
مرا آشنا تھا ، کہیا یو خبر
اے چندا کوں اورك گیا نهاٹ کر
سُنی سو گیا سب سینا پهوٹ کر
فکر سوں کلیجا پڑیا توٹ کر
کہوں کیا میں اورك دیا تج کوں ڈوك
اپیں مل کے چندا سوں پاتا هے سُوك
تو کیسے کری جای تهی بختور
نه سمجیا اُنے تُج کوں ، ناچیز خر
کیسی بهاگونتی سو توں ، اے سکی
اَپَس تن کوں کیوں کر جلا کر رکهی

تو مقبول ایسی چھبیلی ہے نـار
اپس کوں جلاتوں کی ہوتی ہے خوار

کیسے بھاگ تیرے ہوے واہ واہ
پڑیا بخت تیرے او سانڈی گوا[1]

۱۶ احوں لگ کتی ہے توں کیسا پیا
او اجڑیا تجے رنج ایسا دیا

کہی ہور رونے لگی زار زار
نصیبوں کوں مینا کے جل آہ مار

جواب دادنِ مینا

دیکھی حال مینا سونا تاب لیا
اپیں بی درا آنک میں آب لیا

کہی ، مائی غم چھوڑ دے اب تمام
اِتا پند دے کُچ ، توں سِکلا فہام

دنیا میں بڑی توں جو ہمنا جنی
دوجا پیو لورک ہے سر[1] پر دھنی

نکو بول لورک کوں ہرگز اِتال
دَرونا مرا جل ہوا پائمال

---

(۱) مطابق (ب) ، (الف) دھیری گوا (؟) (۲) (د) (ل) سمرت دھنی۔

کدھاں تے کیا چھوڑ او خوش کلام
تدھاں تے کیا گھر میں برھا مقام

خدا نے کیا ہم کوں عورت مرد
تو ہونا ہمیں اس کے پگ کی گرد

جو کچ اُن کیا سو اسے ماف ہے
الہی کے نزدیک انصاف ہے

مرے پیو اپر جیو یو قربان ہے
اچھے جاں اُسے حق کا آمان ہے

۱۷۰ ہمن تے برا کچ ذرا کام ہوے
دونوں جگ میں او نار بدنام ہوے

اُسی نار کا موں سو کالا اہے
سو شیطاں کے موں کا جالا اہے

اُسے نئیں ہے جاگا کسی ٹھار میں
پڑے گی او عورت پڑے غار میں

خدا کا اُسے نئیں ہے دیدار واں
کرے گا اُسے کیوں خدا یاد واں

او سبحان مرداں کوں دیتا شرف
لکھیا ہے برا عورتاں کا حرف

میں عورت ہوں اُس کی وو میرا سجن
سلامت رہے مرد گلشن چمن

جواب دادنِ مینا ، دوتی را

سُنی بات دوتی ، کہی اے نہنی

پِچھل روپ کی توں چھبیلی[1] بنی

توں نادان بالی مرے ہات کی

کیا معنا یتا شُوخ ہو بات کی

تھکی ہوی ہوں ، یو دل کوں لگتا عجب

یتی دھیٹ ہو بات کی کیا سبب

تری عمر پندرا برس دین کے

کہوں کیا ، ترے دیس کم سین کے

۱۸۰ توں تہنواد چھوری تجے مام کیا

چندر کی صورت ھے تجے وھام کیا

جوانی تری دیک کر بارے بار

تڑپتا مرا جیو یت بے قرار

جوانی سدا جھاڑ کا بھار ھے

مدن مد بھریا سانپ کا لھار ھے

یو ھنگام تیرا ھے آنند کا

جو کھانے پینے ذوق کی چھند کا

جڑت روپ تیرا فکر میں نہ گھال

بھی غم کی لا کر ، کی ہوتی نڈھال

---

(۱) (ب) اھے پدمنی -

نہ سمجیا او لورك جو تج خاص کول
کیا نہاس کر مال کی آس کون

اگر گاؤدی ھات ھیرا اھے
نہ سمجھے، کہے گار چیرا اھے

یو آخر ھے کوال کیا جانتا
ترے پر اچھے جیو، تو او مانتا

دھریں کے لھوے کون جو سنوار کر
جو دکھلائیں کے گاودی کون اگر

کہے گا یو تروار ھے بے بہا
چتر دیکھ بولے، ٹکے کا لھوا

۱۹۰ چتر گاودی میں یتا فرق ھے
چتر سیانا ھور عقل میں غرق ھے

تجھے میں کتی ھوں نصیحت کی بات
تج ھنگام ٹلتا ھے دن ھور رات

سدا توں انند میں اچھنگی نہی
ترے گود میں ھے چندر جیوں بہی

اتا میں رتن پارکھی لیاوں گی
ترا جونہری روپ دکھلاوں گی[1]

ملا دیوں گی تج کوں جانی چتور
پچھانگی توں دیک اپنے حضور

---

(۱) (ف) ع . ترے جوز کا روپ دکھلاوں گی .

تُجے دیکھتے پیار آتا ھے بھوت
یو ھنگام پر بیچ ڈالی سپوت

یو جُانی سکی تیری اَبروپ ھے
مِلا دیتی ھوں یار یك خوب ھے

جواب دادن مینا، دوتی را

سُنی او سُلکھن جو ایسے بچن
لگے تیوں ھوا آگ سب اس کے تن

کہی میں بڑی کرکے سَمجی تُجے
جو پردیس کی ھے سنگاتی منجے

منجے عقل کی بات سکلاے گی
مرے دُکھ دَرَد کوں توں نہسلاے گی[1]

۲۰۰ سو ایسے توں دینے لگی پند یو
اُٹھے دو جہاں میں بُری گند یو

سو بدنام کرنے کو منگتی ھے توں
باتاں کر مَکَر ایا اُلنگتی ھے توں

بُدی سن کتی ھوں تجے میں بچن
ستی اپنے ست کوں جو رکھنا جتن

اپس پیو اُپر جن اَچھنگی فدا
یو رحمت اُسی پر رھے نت سدا

(۱) (د) ع . میرے دھشتاں فکر نہسلاے گی-

نھی کوں فہم سوں بڑا مان ھے
بڑا ھے عَقَل نئیں تو نادان ھے

نھی کی مناجات اوّل قبول
ھے خوشنود اُس پر خدا ھور رسول

اچھی جان صالح تو ابلس ڈرے
بُڈی خش سوں مسخرا گی کرے

تو ھنگام کہتی تُجے فام کیا
اچھے نیک بی بیاں تو ھنگام کیا

بُڈی، جان کا دیك ایکیچ ھوس
اُبال دُود کا تیونچ دِستا ھے بس

جو سو رات کوں چوری کر کھاوتے
گیا دھڑ منے بھر کے پچتاؤتے

۲۱۰ مِٹھا جیب میں ھے تلك بے مثال
گیا حلق میں تو ھوا پائمال

حِرَص آدمی کا سمج اس وضا
یو جینا ھے دو دن، نہ چوکی قضا[۱]

حِرَص کوں جلانا اپن ھات ھے
حیا کا کفن جیو کے سات ھے

کَتی دیك لورك کوں توں گاودی
ھوے بال اُجلے نکو کر بدی

---

(۱) (ب) ع ۔ یو جینا دو دن کا نہ چوکی قضا ۔

نہ ہووے گاودی، او چَتُر راج ہے
مرا پیو میرا او سرتاج ہے[1]

بڈی کو ہوا تیوں دَرونا جلائی
کہ جیوں روی میں تیل بہا آگ لائی

جواب دادنِ دوتی، مینا را

کہی، بھاگوتی، جلو تیرا بھاگ
جو کہاتی توں اپنی جوانی کی آگ[2]
ہر یک بات کرتی ہے توں زار زار
پڑو تیرے دامن میں جلتے انگار
بھلا ہے توں اپنا کیا پائے گی
انگے پند میری توں ازمائے گی

مری بات کوں توں سمجتی ہے دَند
اُتھی دُود کی جَھل تو کہتی ہوں پند
۲۲۰ جوانی تری دیک آتی ہے عار
تو کہتی تُجے پند میں بار بار
نہیں تو غرض کیا تُجے بولنا
ستم کُھوڑ اُپر کو نہراں رولنا

(۱) (ب) ع. کہ سنگار میرا او سر تاج ہے۔(۲) مطابق (ب) (ل)، (الف) ع. جولاتی توں اپنی جوانی کوں آگ۔

سُنا روپ تیرا بره ڈانك لگ
ہوا ہے یو افسوس کی ، آگ لگ[1]

کیتی بھیس مَیلا اپس کا زیان[2]
که جوں چاند کوں آکے پکڑیا گیران

چھپیا جا کے عقرب میں تیرا جمال
که جیوں چند یه چھایا ہے کالا اَبھال *

سُہا سے نه گوال تج لال کوں
دھتورا سُہے کاں سرو ڈال کوں

سہا سے نه کسوت تُجے کھونگڑی
بُری باس تن کوں لنگوٹی سڑی

سوے کھونگڑی اوڑ توں رات میں
دسے جیوں پڑا چاند[3] ظلمات میں

سُہاوے سدا چاند اسمان کوں
سہاوے گی تو نار دیوان کوں

دِوانی ، ملاتی ہوے بالا کنوار
ہمیشه اچھے دوق سوں نِت سنوار

۲۳. چھبیلیاں کری کسوتاں زرزری
بھرے خوش چمن میں توں ہو شہری

---

(۱) مطابق (ی) (م) (ن) ، (الف) ع . ہوا ہے یو افسوس کی لاك لگ - (۲) مطابق (ب) (د) - (۳) (د) (ل) سُور -

پینے پھول، ہور پان لوچن دسن
انگا خاص خوشبو تن، انجن نین
ہوے بخت واری بلندی نظر
چڑے شاهزادی ہو، شاهی صدر
جو دوتی نے اس دهات سوں بول اٹھی
تو ستونت مینا نے سن لھؤ گھی *

جواب دادن مینا، دوتی را[1]

که کیا بولتی توں مرے یار کوں
مرے من کے آدھار، دادار کوں
بُرا بولتی سو کَنا کیا اُسے
او ادمی نهنا هر کسی کوں دسے[2]
بلا پیو کی میرے پڑو تُج اُپر
اڑو سانپ بیچھو ترا جیو جگر
منگاوے جو یو سیس لورک اِتال
محبت چھری سوں اتاروں اِتال

(۱) مرتبه متن میں مینا کا یه جواب مخطوطات (ب) (ج) (د) (ی) کے مطابق هے ۔ نسخه (الف) میں اس موقع پر مینا کا جواب، پیش نظر متن میں شعر ۲۸۳ سے شروع ہوتا هے ۔ لیکن جیسا که مرتبه متن کے اشعار ۲٤٤ تا ۲۵۲ سے واضح هے که یه اشعار دوتی کی گفتگو (اشعار ۲۲۵ تا ۲۳۳) کے جواب میں کہے گئے هیں ۔ اس لیے اول الذکر چار مخطوطات کی ترتیب درست معلوم هوتی هے ۔ (۲) (د) ع. او کم تر نهنے آدمی سوں دسے ۔

طبق دل، حیا کا او سرپوش کر
پھٹا آوں لورک اَچھے جس نکر[1]
کرے گا جو عضوی سوں عضوی جدا
مرے پیو یہ منج سار کیاں کئی فدا[2]
۲۴۰ کرے گا جو لورک منجے تار تار
تو قرباں کروں جیو میں بار بار
او لورک جو میرا ہے بالا کنوار
بلا دور کروں بادشاہاں ہزار
میں مینا، او کوّال سو کند ہے
وہی میت میرا مجن چند ہے[3]
او گھنگڑی جو ظلمات کے سار کی
رَیَن[4] عیب سرپوش سنسار کی
مَرد نار او پانی استری
جن یک چھوڑ دوجے اُپر من دھری
پرای بہار کے کوں سناوے کلا[5]
تو اس جائی کوں موت آنا بھلا
بگانے کوں جو مکھ دکھای خوب تر
بھلا ہے چُھپے مُکھ او مائی بھتر

---

(۱) (ب) (ج) ع۔ میں بھیجوں کی لورک اچھے جس نکر۔
(۲) (ب) مرے پیو پر جیو کروں میں فدا۔ (۳) (ج) (ی) ع۔
وہی شاہ میرا منج آنند ہے۔ (٤) (ب) رھنے۔ (٥) (ب) (ج) ع۔
پرای مرد کوں جو سناوے کلا۔

مجن بن منجے بھول کانٹے دِسے
او کاٹیاں کوں کئی لاک بھانٹے دِسے
بغیر پیو منج سیج کھاتی دسے
کوڑاتی ہے چُپ آس کاٹی منجے
۲۵۰ یو خوشبوی منج تن اُپر خاک ہے
یو زر باف دھنکڑا انچل پاک ہے[1]
منجے خاص کسوت کفن ہے بھلا
بُرے کام تے کاٹ اپنا گلا
منجے پان ہے زہر، کاجل حرام[2]
دِسے خوب کھانے[3] انگارے تمام
نکو بات کر آج تے یو دراز
ڈوبانے کو منگتی ہے ست کا جہاز

جواب دادنِ دوتی، مینارا

بڈی سُن کو بولی نکو کر یو بات
ستم ہو کے کرتی توں اپنے پہ گھات
کبھی توں سُنی نئیں اچھے کی بیان
سُکی آپنا جیو تو سارا جہان

---

(۱) (ب) (ج) (د) ع۔ یو زر بفت کھنکڑی انچل پاک ہے۔
(۲) (ب) ع۔ منجے پان کاجل مسی ہے حرام۔ (۳) (ب) کھانے۔

یتا کیوں ترا دل نِکر گھٹ ہوا
یو سنپات کیا تُج کوں اوچٹ ہوا

یتا کیوں تو کوال پر من دھری
یتا کیوں ترا جان اُس پر کری

عجب ہے ترا دل نہ اُس تے بھگیا
کیا سحر تیوں دھیان اُس کا لگیا

تو آخر ہے کندی جنم کھوئینگی
بُرا کہا بُرے گود میں سوئینگی

۲۶۰ جو سوویگی نزدیك اُس شاہ کے
دِسے سُور جیوں گود میں ماہ کے

تجے کاں زری کسوتاں کی جھلك
تجے کاں او صدراں او زربفت لك[1]

تجے کاں او صدراں، سُنیری محل
جو تختاں مرصع کے ہیں، بے بدل

کہاں تُج کوں او مملکت مال زر
نہ سمجھی ہے اجنوں[2] توں اُس کا قدر

تجے پینے پرم ہور ٹاٹ بس
تجے کھونگڑی اوڑنے کی ہوس

---

(۱) (ب) ع۔ تجے کاں او زر بفت نیلك کی لك۔ (۲) (ب) حیواں۔

اِسی دھات اپنا جنم کھوئینگی
تو پَشتا بزاں گور میں سوئینگی

تو ست کوں پتیا کر نکو ہو ھلاک
یو ست ڈال دے بھوت پاویں کی بھاگ

سینا سخت تیرا، نہ جیتا ھے توں
مِلا زھر اَمرت میں پیتی ھے توں

بدل گڑ کڑاوے کر حنے میتی
پکیلی سینا پُھٹ مَرے کا نتی

مرا آس برلا، چنچل گُن بھری
جوانی چلی، باؤ ھو صرصری

۲۷۰ جوانی کی کُئی فند پایا نہیں
جوانی گئے پر سُہایا نہیں

کَتے ھیں جوانی گئے پر اونار
کہ جیوں دِین ڈھل جا پڑے اندکار

تجے بولتے مُنج پکیا ھے سینا
تو اپ بھاوتی ھے تجے کیا کنا

یتا کیوں توں گوّال پر من دھری
یتا کی تو جیو کیوں بَرھانا کری

سنگت نیک کا جاھلاں کو بَڈھائے
بُرے کی سنگت تے بُرا بول آئے

دیکھو بیل بھینساں کوں شیرنی سٹا
بغیر گھانس ان کوں نہ لا کے مِٹھا

مشہور بات ہے جل ستے سنگ نہ پاے[1]
سبی عِلتاں جاے، عادت نہ جاے

سنی ہوں کہ یک شہر کا شہریار
ملایا تھا درویش[2] کی ایک نار

ہمیشہ منگے بھیک او در بدر
چڑایا اسے بادشاہی صدر

ولے بھیک کی اس کوں عادت اچھے
لے کر آ کے روٹیاں پو روٹیاں رچے

۲۸۰ رکھے لا کے محراب میں یک سدا
منگے اس کنے ہو ہمیشہ گدا

او کھاتی تھی الوان نعمت جِتا
منگے باج اس بھیک راحت نہ تھا

وہی خصلتاں تج منے آج ہیں
یو سٹ عادتاں، تج جنم راج ہیں

جواب دادن دوتی، مینا را

سنی بات اس کی جو مینا سندر
دیا جوش لہو کوں اٹھی بول کر

---

(۱) (ج) (ی) ع ۔ بری چال اپس کی اپس کوں جو بھاے۔
(۲) (ج) درویشنی ایک نار ۔

اِتا سن یو ناچیز کٹنی جُھٹی
کتی ہوں اِتا سن تو بختاں پُھٹی

عجب کوچ کٹنی توں ہے بے دھرَم *
نہ رکھتی بھرم ہور لیتی شرَم

دغا دینے منگتی ہے کٹنی چھنال
ستی اپنے ست کوں جو رکھنا سنبھال

میں سمجی، توں تحقیق مکّر زناں
بُڈی بھار کی سوں ہے ملنا تما[1]

اپس دائی ہو کر سو کرتی مَکَر
شکر میں زہر، ہور زہر میں شکر

منجے مال ہور بخت سوں کام کیا
منجے شاہ کے تخت سوں کام کیا

۲۹۰ نہ بھاوے منجے مال، کسوت چمن
نہ بھاوے منجے وو، حلو راج دھن

نقل مال کا یاد ہے یک منجے
سنے گی اگر توں کہوں گی تجے

سن یک شہر کے تین یاراں ملے
وو دلدار ہو کر سفر کوں چلے

یکس کے اُپر یک فدا چُور تھے
سگے بھای اُن پر بلا دُور تھے

---

(۱) مطابق (ج) (د) (ف)، (الف) تو نا میلناں ۔

کِتك دن کوں یك ٹھار پر آئیے[1]
دو اینٹاں سُنے کی اُنوں بائیے
جھمکتیاں پڑیاں تھیاں وو جنگل منے
اوچا کر لیئے اس کوں تینوں جنے
ہوے خوش، کہے بانٹ لینا ہے راس
چلو جائیں نزدیك یك بائیں پاس[2]
چلے بیگ یك سیم منے آ بیٹھے[3]
اپس میں کے یك یار کوں بول اٹھے
کہے جاؤ تم گاؤں، کیرے بھتر
اسے کر آو کُچ نُقل فرمای کر
چایا گاؤں دھر یار اُٹ شوق سوں[4]
چلیا دل میں تجویز کر ذوق سوں
۳۰۰ یو بھنگار[5] کیوں بانٹ کر لیئنگے
یو کس دھات، تقسیم کر دئینگے
بھلا ہے جو کھانے میں سٹنا زھر
او[6] کھا تیچ میں یار دو جائیں مر

(۱) مطابق (ل) (ف)، (الف) کِتك دن کوں یك ٹھار جنگل میں آے۔ (۲) (ج) (د) گاؤں پاس۔ (۳) (ن) نزِك گاؤں کے باغ میں جا بیٹھے۔ (٤) مطابق (د) (ف)، (الف) اٹھیا یار دھر گاوں کی، ذوق سوں۔ (٥) (ی) یو دواینٹ۔ (٦) (ی) اُسی سات میں

یو کھانے میں مر جائیں کے دوجنے
ھمیں لے کے جائیں کے نوشہو بنے
نزاں مال مج ھات میں آے گا
نہ جانیا، کیا، آپنا پاے گا
ملایا او کھانے میں قاتل زھر
ولے وان ھوا ایک کو جا ھنر

او یاران جو تھے بھای سے بے نظیر
او تجویز اپس میں کیئے یو فکیر
ھمیں تین مل بانٹ لینا سو کیوں
ولے ایک فکر دل میں آتی ھے یوں[1]
کیا ھے جو کھانا پکانے کوں یار
او آتیچ میں بیگ سٹنا ھے مار
کتے ھیں تلک آئیا سامنے
فرنگ کھینچ مارے اُسے دوجنے[2]

لے کھانا لگے کھاونے ذوق سات
چڑیا زھر، ھورجیو گیا ھاتے ھات
۳۱۰ پڑے تین یاران نہ تھے تیوں موے
عبث مال تے روپ زایان کیئے[3]

---

(۱) (ج) (ی) یو دوانیٹ کوں پھوڑ دینا سو کیوں - (۲) مطابق (ج) (د) (ف) (ل) (م) (ن) - (۳) عبث مال خاطر او نو جیو دیئے

او یاری سو شیطان کا مثال ہے
شرم کوں بڑا جیو کا کال ہے

بندیا بہشت شداد دنیاں منے
بے حد مال خرچیا، چلیا دیکھنے
نہ ٹیا پاؤں دھلیز میں نا بکار
لیا جیو اس کا سو پروردگار

او قارون امی واسطے غرق ہے
جو ھامان کوں غیب کا چرخ ہے (؟)

یو دُنیاں کری نئیں وفای کسے
نہ بھاوے گی یو آشنائی کسے

بھلا ہے جو قائم اچھو اپنی کھاٹ
سلامت اچھو کھو نگڑی ہور تاٹ

مبارك او کوال مینا اچھو
سلامت ہر یک ٹھار جیتا اچھو

برای سیج میں جا اپس کوں سُلاؤں[1]
سو او سیج مانی میں کیوں نا ملاؤں

دوجے تے بھلا موت آنا منجے
بلا ہے قبر کا بچھانا منجے

---

(۱) مطابق (ی) (ف) (ل)، (الف) ع۔ کہ دُسرے کوں میں سیج میانے سلاوں۔

۳۲۰. توں دوتی ہو آی ہے شہ پاس تے
تو دیتی ہے فتوا اپس آس تے[1]

مبادا ترا ہوے یاراں کا حال
نکو پڑ دوانی توں میرے دُنبال

ستی ہندواں کی جلے ایک دن
ہماری عُمَر ساری جلنا کٹھن[2]

کہ جیتے ستیاں کی سو ہوں گرد میں
نکو پڑ توں منج آہ کے درد میں

جُکُئی منج پو کڑو یاں جو نظراں دھرے[3]
بلا شک سو اودو زہی ہو مرے

توکل رکھی ہوں میں رحمان پر
وہی دیہہارا ہے ست کا اَجَر

کِسے قرب ہے مال ہور جان کا
منجے قرب ہے پاک رحمان کا

مرے سر پہ سایہ ہے سبحان کا
منجے پُشت ہے اپنے ایمان کا

---

(۱) (ب) ع۔ دیوے عقل یو مال کی آس تے۔ (۲) (ج) (ل) ع۔ ہماری عُمَر سر کے جانا کٹھن۔ (۳) (ب) حکئی منج پو کڑوی نظر او دھرے۔

جواب دادنِ دوتی، مینا را

سُنی جیون او مکّر زناں ایسی بات
غصے سوں لگی چور نے اپنے هات

کہی، بهی سیبے کوں جلاتی سو، کی
برا بول کر یوں پلاتی سو، کی

۳۳۰ بہت پهر کے لئی ملک دیکهی هوں میں
ولے مار تج سار دیکهی نہ کیں

عجب فند دیکهی هوں میں تُج منے
یو[1] جهوٹی حکایت بکی کس کنے

ادِک هے مرا من هوا ناتواں
لرزتا مرے دُک سوں بهویں آسماں [2]

پهٹو دُود مرا ترے بالے بال
سزا دیوے اس کا تجے ذوالجلال

دنیاں میں بُرا سو مرا شیر هے
دعا سد مرا غیب کا تیر هے *

پلائی تهی میں دُود، کتی هوں تُجے
خدا جانتا میں کهوں کیا تُجے

اگر مائی یا باپ اچهتا ترا
بڑا چاؤ اس گهر میں هوتا مرا

(۱) (د) یو جهوٹے حکاتاں۔ (۲) (د) لرزتا هے میرے دُکهو آسماں۔

بُڈیاں کا تُجے سنگ لگتا برا
ولے نیم ہے سر بُڈیاں کا کھرا

بُڈیاں کی عَقَل سوں دُنیا دین ہے
چلیا ہے رواجِ یو نج عالم منے

تجے میں کتی ہوں، نکو کر غُصا
تو ہوسے دو عالم میں تیرا ہنسا

۳٤۰ پڑیا تھا سکندر جو ظلمات میں
بُڈیاں کوں کیا یاد اس سات میں

اُن کی عَقَل سوں نکل بہاراو
دیکھیا کھول انکھیاں میں سنسار او

بُرے سنگ تے آدمی خوار ہوئے
بھلے سنگ بیٹھے دنیا دار ہوئے[1]

دُنیا کی ہوس کُچ نہ دیکھی ہے توں
دنیاں کی لَذت کُچ نہ چاکی ہے توں

خدا کے ولیاں، عالماں ہور فقیر
اونن کوں بی دنیاں کی آتی وکیر

دنیاں سوں بشر کوں سدا مان ہے
دُنیا سوں شَرم، دین، ایمان ہے

جکُئی بد نیت ہیں سو ہوتے ہیں خوار
اونن پر سدا اودِسے کا ہے مار

(۱) (ج) ع. بھلے سنگ سوں آدمی وار ہوے۔

همارا تو دل کارسازی ہو ہے

همارا نیت سرفرازی ہو ہے

همیں تو تجے دینے منگتے هیں راج

خدا خوار کرتا، اُسے کیا علاج

او لورك جو اس ٹھار پر آے گا

تو سنگات چندا کوں لے دھاے گا

۳۵۰. اگر شاهزادی ایہاں آے گی

کرے داس، یا بھار تج بھاے گی[۱]

نقل یک کتی هوں برے سُس، تجے

بہت رور سوں یاد آیا منجے[۲]

سنی هوں سپاهی اتھا یک نگر

اتھیاں عورتاں دو اُسے سربسر

رهتی تھی بڑی سار مہاڑی منے

تلے تھی نھنی پیار سوں نر کنے

(۱) (ب) ع. گلے هات دے بھار تج بُھاے گی - (۲) مرتبہ متن میں سپاهی کی یہ حکایت جو شعر ۳۵۱ سے شروع هوتی ہے، مخطوطات (ب) (ج) (د) (ی) (ف) کی ترتیب کے مطابق ہے اور قصہ کے تسلسل کے پیش نظر اس حکایت کو یہیں آنا چاهیے. نسخۂ (الف) میں کاتب نے بھکارن شہزادی کی حکایت کے اختتام پر، یعنی شعر ۲۸۲ کے بعد، سپاهی کی حکایت درج کردی ہے، جو بے ربط ہے.

سو یک دن سپاهی شبینے گیا
اجالا ڈُبیا ، هور اندھارا بهیا

ادھی رات چوری کرے وقت پر
بیٹھیا چور ایک اُس سپاهی کے گهر

سڑیاں پر دھریا پاؤں چڑنے بدل
بجیاں پاٹراں سب نیادی سوں کھل

سوتی تھی مہاڑی تلے جو سندر
اٹھی هڑبڑاتی سنچل دیک کو

کہی ، مرد جاتا ھے سوکن کے پاس
پکڑ پاؤں جا اس کے محکم سراس

بڑی کا جو آواز یو کان میں
پڑیا ، سو چلی دوڑ سڑی کنے

۲۰۰ چلا هات بالاں کے تئیں پینچ بهر
لگی کھینچنے مرد ایما کُکر

اُپر سوں کہی ، سُن یو سوکن مری
یتے دن رکھی کیا نظر نئیں بھری[1]

کتے دن پچھیں آج کیتا کرم
اُپر آنے دے ، چھوڑ ری بے شرم

نهی بولتی ، اس نہ چھوڑوں اِتال[2]
اُپر جاے تو پاؤں توڑوں اِتال

---

(۱) (ج) ع ۔ یتے دن رھا تج نظر نئیں بھری ۔ (۲) (ی) (ل)
ع ۔ تلے سوں کہی اس نہ چھوڑوں اتال ۔

تَلیں هور اُپر سوں لگیاں کھینچنے[1]
آیا چور کا جیو هونٹاں منے

خدا کس نہ پاڑے ایسے بند میں
پڑیا چور جوں دوی کی کند میں[2]

دیتیاں چور کو سخت آزار او
هوا چوری کرنے تے بیزار او

دو ناریاں کا او نر شہینے تے پھر
تلک آئیا پیس اپنے مندھر

دیکھیاں سو گیاں نهاس ، بے آب هو
پڑیا چور وئیں سخت بے تاب هو

چھونڈے بندیا لشکری اُستوار
اجالا هوا ، لے چلیا گھر کے بھار

۳۷۰ پکڑ چور کوں خوب مزبوت کیا
اُسے مار کر رنج بے حد دیا

پھرایا اُسے چور کر شھار میں
لے جایا اُسے شه کے دربار میں

بیٹھیا شاہ آ منصفی کے بدل[3]
کھیا ، چور کوں بیگ کرنا قتَل

(۱) (ی) (ل) (ع). تلے سوں اُپر سوں لگیاں کھینچنے - (۲) مطابق (ب) . (الف) بند میں - (۳) (و) (ع). کیا منصفی شاہ نے یوں کُبل -

نہ جانیا والے پادشاہ یو خبر
دو ناریاں یو پُکلا کیاں خوب تر

کَہیا چور، اے شاہ عالم پناہ
یو بخشش کرو آج کا تم گناہ

میں چوری کروں تو ہے سوگند منجے
کرو بھیاؤ کیاں عورتاں دو منجے[1]

بری لت یو کھایا ہوں اے گُن نَدھان
اتا بخت میرے تو ہو مہرباں

دونوں عورتاں منج کوں ماریاں کُل
کیاں ہیں بندے بند میرے پُکل

ہنسا ہور بولیا اُسے شہر یار
یو سوگند کیسی تو کھایا گنوار[2]

بزاں سوکناں کا قِصَا سب تمام
کَیا کھول کر، سب سُنے خاص و عام

۳۸۰. ہنسا بادشاہ ہور سارے بشر
دیا چور کو چھوڑ، آزاد کر

ہے ایسا بُرا سوکناں کا دو سنگ
سمانا ناسکے میان میں دو فرنگ

---

(۱) (ب) ع. میں چوری کیا سو کہوں کیا تجے
ہویاں بھیاؤ کیاں عورتاں دو منجے

(۲) (ب) ع. یو ہے سوکناں کیسے کہنا سنوار –

کہتی ہوں تجھے بات میں، سُن اِتال
سکی بھان ہے بی، تو سوکن ہے کال

اگر کس کی جائی پو سوکن جو آی[1]
بھلا ہے او جائی زمیں گھر بسای

اسی فکر میں، میں ہوی ہوں فنا
نہیں عار آتی تجھے، کیا کنا

تجھے دیک پُھٹتی ہے میری نظر
جو ہوی زندگانی تری خوار تر

جوانی کوں کی جالتی رات دن
یو کیا دیس جینے کے بھرتی کٹھن

سِکایا تجھے کون ایسا وہام
ٹلے پر نہ آسے، یو ہرگز ہنگام

جواب دادن مینا، دوتی را

سنی بات مینا، اٹھی بول کر
انجو دو نَیَن سوں سٹی رول کر

برہا کا جو بادل گرجتا اٹھیا
ادک سانت غم کے برستا چُھٹیا

۳۹۰ نَیَن سوں رکت کے رتن یوں پڑے[2]
کہ جیوں شمع سوں لال پھولاں جھڑے

(۱) (د) (ی) (ل) ع. کسی پاک دامن پو سوکن جو آئی -
(۲) (ب) (م) ع. نین سوں رکت کے یو انجھواں جھڑے -

دروںا جلیا ہور کہی آہ مار
یو کتّی منجے کرنے منگتی ہے حوار

کہی کیا تپاتی ہے ناپاک ذات
کہ پھر پھر دُوراتی ہے اَیچ بات

اول تے جلی ہوں جلاتی سو کی
لگا آگ ، بھی تیل بہاتی سو کی

پیا بن ہے پردیس بھاری منجے
تری بات کا تیر کاری منجے

نہ ماں باپ سوں میں کدھیں سُوک پای
نہ راحوں مرد کے . نہ کُئی بھان بھای

نہ سسرا ، نہ کُئی ساس ، تایا ، چچا
قبیلا . نہ کُئی کوت گھر کا بچا

نہ ہمسایہ کُئی ہے دھرک دنہار
نہیں کوئی یار باج پروردگار

اوپچ تیچ مری موڑ کوں کیڑ کہاے
تو کس دھات سوں پھول پھل بار آے

ہوی پت جھڑی برھاتے جھاڑ کی
لگی ہو کے بارا تو آساز کی

۴۰۰ اگر سُور اسماں تے آے گا
اگر چاند آ منج کوں ازماے گا

اگر کُئی مَلِك ہووے صاحب جمال
اگر کوئی مقبول ہو جگ اُجال

تو اورك سے ایلاڑ ہیں سب تمام
او سر تاج میرا ، منجے اُس سوں کام

دکھاتی منجے سو کناں کا دو سنگ
تری بات سوں جاے سب نام ونگ[1]

اگر آوے چندرا ، کروں پیلا دھم
مبارك مرے پیو پہ لا کھاں حرم

کرے رات دن او جو مبج سوں لڑای
رکھے گھر میں یا بھار ، اُس کی بڑای

اولیا وے گا اورك جو داسی سنوار
ملارا ہے اُس کا سٹوں جیوکوں وار

اگر ایك لیاوے تو کُئی لاك مُسك
ہزاراں سوں لیاوے تو صد لاك مُسك

او ویسیا نچ تھیاں عورتاں خوار زار
کیاں تھیاں جو او چور کوں گرفتار

سبی یك سر یکیانچ ہو تیاں نہیں
لکھیا باج کُئی جگ میں پاتیاں نہیں

٤١٠ حرص آدمی کا تو ناپاك ہے
اصیل کوں سدا شرم کا دھاك ہے[2]

---

(۱) (د) (ی) ع . مرے پیو سوں کیا منجے نام و ننگ ۔
(۲) (ج) ع . اصیلاں کے تئیں شرم او رباك ہے ۔

سن هوں حکایت حو یک نار کی
پتی ورنا ناریاں میں اونار کی

سہاتا اتھا قد سرو کے نمن
پشانی سو جیوں چاند، تارے نین[1]

اتھے هونٹ جیوں لعل یاقوت بھرے
جھمکتے سو جیوں دانت هیرے جڑے

مٹھائی زباں میں، مبارک بچن
کری بات جوں پھول جھڑتے رتن

بہت مرد کا اس اپر پیار تھا
گھڑی یک نہ دیکھے تو غم خوار تھا

سکی چھوڑ جانے نہ هوے اس کا دل
ولے ایک دن او چلیا یک سبیل

اسے آشنا یک برادر اتھا
سگے بھای تیوں جیو کا یار اتھا

حوالے کیا اس کوں گھر بار سب
وصیت کیا جو کوں اس دھات تب

بگانا نہ دھر اس کوں، سن اے سمدر
سگے بھای تیوں، توں اسے پیار کر

۴۲۰ کہیا، هور چلیا، لشکری سربسر
کیا سیر کوں ایک مدت سفر

(۱) مطابق (ب) (د)، (الف) نمن۔

بڑان او سکی گُن بھری نام دار
کری خدمت اُس یار کا اُستوار
چھبیلی نے کھانا پکا کر کھلای
اپس ہات سوں اُس کے پاواں دُھلای
سو او بے وفا یار ، ناپاک ذات
بُرا دل میں لیا کر کہیا اُس سنگات
کہ اے شہپری تیری آدھار کا
دوانا ہوں میں تیرے دیدار کا
سر اوراز کو منج ، گلا گل سوں لا
اَدھر سوں اَدھر لاکے اَمرت پلا
کیا ہوں مرا جیو تُج پر فدا
چلو سیج میں دوق پاویں سدا
سُنی سو سکی ، موں کوں لا دونوں ہات
انجو نین میں لیا ، کہی اے سُجات[1]
تری ہور مرے مرد کی آشنای
ہمیں ہور تمیں جیوں سگے بھان بھای
کہی یو سو کس دھات معنا ہوا
مگر دور آخر زمانا ہوا
٤٣٠ نہ تہا تج کوں واجب اے جان عزیز
جو ایسی کیا بات توں بے تمیز

(۱) ع . (ب) انجو نین سوں بھر سنی او سجات ـ

نزاں ہو کے شرمندا او چُپ رہیا
ولے دل کی کَڑوای اُن نئیں سٹیا [1]
کِتک دیس بسراٹ میں بھاکو بات
کَیا ایک دن، اے سہیلی سجات
توں کیا واسطے سخت دلگیر ہے
ترا غم جِتا سب مرے سِیر ہے
مگر بھای او یاد آیا مرا
اُسی تے یو کملائیا مُکھ ترا [2]
چاو یک دکھاتا ہوں نادر ہوا
عجائب تماشا ہے واں کچ نوا
جو اس باغ کوں دیکھنے آے گی
کدورت یو دل کی سو سب جاے گی
بہت لئی وضا سوں فریب اس دیا
اِجانے کے تئیں اُس کوں راضی کیا
بہرحال پُھسلا، چلا لے اُنے
لے جایا اُسے ایک جنگل منے
اُتاریا بیاباں منے ایک ٹھار
نَزِک جا کے بولیا کہ اے گلعذار
٤٤ کَہیا گر توں مرا کَری تو بھلا
نہیں تو ترا کاٹتا ہوں گلا

(۱) (د) ع۔
نزاں چپ رہیا شرمندا ہوے کر ولے دل اتھا اس خیانت اپر
(۲) مطابق (ج) (د)۔

سُنی بات او ستونتی نامور
کہی ، بھای اِی بات ھرگز نہ کر[1]
اگر مارتا ھے تو جیو جائے گا
والے کُچ بُرا بول نا آئے گا
سُنیا سو ہو سخت ، لھؤ کھوئیا[2]
چُھری ھات میں لے ، سلایك سٹیا[3]
کھیا دھن اگر توں قبولی منجے
تو در حال جیو دان دیوں گا تجے
کہی یوں منجے توں کرے تار تار
تو رہ جائے گا یك مرا یادگار[4]
دنیٔ دین میں سو مرا ایك پیو
شرم پر سوں صدقہ ھے دھن ، مال ، جیو
دیے اِسمعیل سیس کعبے بدل
مری شرم ھے ریب کعبہ نچھل[5]
کتی نہی تلك اُس میں قادر قدیر
نظر جو کرم کی کیا دستگیر

(۱) مطابق (ب) (ن) - (۲) (و) ع . سُمیا سوچ غصے سوں لھؤ کھوئیا - (۳) (ب) (ن) ع . چُھری ھات میں لے گلے او سٹیا - (٤) مطابق (ب) ، (الف) ع . تو رہ جائے گا جگ مرا آشکارا - (٥) (ی) ع . مری شرم ہے ریب کعبہ نچھل -

عجب کھیل واں ایك رب کا ھوا
بشر قافلہ ایك وھاں دھائیا
دسیا حوں او سوداگری قافلا
گیلا کاٹ ناسك، ھوا او پیلا[1]
گیا چھوڑ کر نہاس، اُس نارکوں
او ستونت ناریاں میں اوتار کوں
دیکھیا جیوں تجارے نے عم حوار کوں
نزك آ، پوچھیا حال اُسے پیار سوں[2]
کہی کھول اپنا قصا سب تمام
بُرا مان بولیا اُسے نیك نام
توں بیٹی مرے نین کی روشنی
کروں میں تجے پیار چل اے نہی[3]
نہ بیٹا نہ بیٹی منجے نئیں سگے
بہت پیار سوں میں رکھوں گا تجے
دعا دے کے بولیا کہ اللہ غنی
تُجے ھی مددگار صاحب دھنی
منگا پالکی بیسلا اُس پہتر
چلیا لے کے اُس ٹھارتے سر بسر

---

(۱) (د) (ف) (و) ھوا وائیلا - (۲) (ب) (م) ع. نزك آکو پوچھیا اسے پیار سوں - (۳) (د) چل برھنی -

تجارا چلیا اسے کے دن ہور رات[1]
دیا بیٹی کر اپنی عورت کے ہات

ترق ہوا وقت اس نار کا
ہوا واں سے کُچ کھیل کرتار کا

تجارا اول تے اتھا بانجھ سار
ہوا ایک فرزند اسے خوب دیدار ٤٦

جو اس بانج نے پوت یو پائیا
سہیلی کا احسان بجا لائیا

اُسی جای کے گود میں بہائیا
کہیا میں ترے کَرْم تے پائیا

کری پرورش اس کی دل جان سوں
ہوا یک ستم اس پہ اسمان سوں

غلام ایک اتھا اس کوں فرزند کے سار
بُہایا دیک اس غمزدی کا دیدار

یکیایے بُلا اس کہیا . اے موھن
لگیا ھے ترے سات میرا یو من

رھتے ایک گھر میں ھمیں ہور تمیں
بڑے راحتاں سوں ترا جیو مگیں

سنی سو کہی ، بھای چاتر سُجان
مجھے جان یوں کر سگی تیری بہان[2]

---

(۱) (م) ع . تجارا گیا ایک دن ہور رات - (۲) (و) ع . سگی بہان تیری سمجھ کر پچھان -

ہمیں بھای بھانا میں کیا بانپ ہے
بڑا بھای سو توں مرا ساپ ہے
کہیا ، توں اگر نا قبولی منجے
بَلا لاؤں گا ناگہاں یک تجے [1]
وھی ہٹ پکڑ دل منے ناپکار ٤١
ادھی رات کوں جا کے سونی کے ٹھار
بچے کوں لے او نار ، اپن ٹھان میں
سوتی تھی اسے اپنے گریبان میں
مودی ، بدبخت وقت سادیا اتھا
ادھی رات کوں کِل او پایا اتھا
او ناپاک دند آپنا سار کر [2]
سٹیا پیٹ نہنواد کا پھاڑ کر
رکت اس بچاری کے ھاتھاں کو لا
نہیں جانتا تیو نچ کیتا کلا [3]
چندا جوھری لے کے تارے رتن
کیا جا کے مغرب کے گھر میں وطن

(۱) (ب) میں اس شعر کے بعد یہ اشعار ملتے ھیں :
بزاں سور اپ دیس کا چڑ ترنگ او مغرب کے دریا میں نہاٹیا نسنگ
کہ مشرق شہر تے او چندا نکل چڑیا چاند لے سات تارے سگل
(۲) (ج) (ی) ع . او ناپاک ، دند کار ، مردار حر - (۳) مطابق
(د) ، (الف) ع . بجانے تمن نیو نچ کیتا کلا -

او مشرق شہر تے کرن تار کر
نکل آئیا سُور زر تار کر

اٹھی جاگ کر جب تجارے کی نار
دیکھی حال بالک ہوا خوار زار

کہی کاں تے لیا یا ھے ڈاین بُلا
جگر گوشہ میرا یو کھائی بلا

تجارا سُیا دوڑ کر آئیا
او چا اس سہیلی کوں بسلائیا

۴۸۰ کیا، یو نہ ہوسے جلے بھاگ سوں
ستم اِس اُپر کرنہ توں آگ سوں*

مہرباں ہو اس بچاری اُپر
خرچ بات دے اس کوں بھایا بھر

چلی او سکی آہ وئیں مارتے
گلی مرتے بس لگ اس آزار تے

کہی یا الہی یو کیا ھے غضب
گنہ کیا ھے میرا، یو کیا ھے سبب

چلی سوز، میں آگ جلتی بھٹی
انکھیاں گل ریزاں سات انجواں سٹی*

دیکھی نا گہاں ایک جنگل منے
بلاتے تھے یک چور کوں مارنے

کہی کاں اِجاتے ہیں اے بھای یار
اگر چھوڑ دینگے تو دیوں ہوں ہزار

او سندر سکھی دے کے پیکے چُھڑای
دے جیو دان اسے بند میں تے چُھڑای

سخاوت یو کرتے چلی اپنے باٹ
ابھالاں بھی غم کے لگے[1] چھانے داٹ

رگت صاف سوں دو نین یوں بھرے
اُباتے تھے جیوں آب جم کے جھرے

۴۹۰ بزاں چور نے آ ہوا ہم کلام
کیا، توں دھنی، میں ہوں تیرا غلام

بڑا لاج ہے چھوڑ جانا تُجے
چھوڑای دے جیو دان بخشش منجے

میں قرباں تیرے قدم کے اُپر
سکی تیرے سر پر خدا کی نظر

اِتا یو قدم چھوڑ نا جاؤں گا
بندا تیرے گھر کا ہو میں آؤں گا

کہی، آ تو اے بھائی میرے سنگات
خدا تج چُھڑایا ہے[2]، بندے کے ہات

(۱) (د) لگے چھانے داٹ ۔ (۲) (د) نہ بندے کی بات ۔

بچاتا ہے او آپ پروردگار
ستّر مادران نے اُسے لاک پیار
سکی او چلی باٹ دن تین چار
کیتی جاکے بستی اُنے[۱] ایک ٹھار
سکندر نمن سور اس سات میں
ڈوبیا جا کے مغرب کے ظلمات میں
آدھی رات کوں چور اٹھ اپسے ٹھار
اوچا اس سکی کوں، کیا نا پکار
مرد نا تجے، ہور نہ عورت منجے
عبث عمر کھوتی، کہوں کیا تجے
۵۰ کھی توں میرے پیٹ کا ہے پسر
دھرے کیوں نظر پوت، مادر اپر
یو سن لھؤ پچیا ہے رگے رگ مرا
چھڑای سو دیتا نتیجہ مرا[۲]
جگئی چور شیطان سوں کیتا ہے سنگ
او آخر کرے بے وفائی کڈھنگ
نپٹ رُوخ دیک چور کا او گلی
چوکا آنک، اُٹ یک طرف سوں چلی
جدا چور سوں ہو گئی او ندان
سوتی جاکے خالی اتھا یک دکان

(۲) (ف) کنسے۔ (۲) مطابق (د) (ل) (م)۔

او ظلمات جا دیس آیا نکل
دورائی[1] پھرا سُور نکلیا نول

اُٹھیا چور، ڈھنڈتا چلیا چور او
چل آیا او، بیٹھی تھی جاں سُور او

دیکھو او کیا کیسی بازی گری
پکڑ ھات بولیا یو اندی مری

لے جا یک تجارے کے تئیں بیچ کر
گیا واں تے او نحس نا چیز خر

نہ سمجیا اُنے چور ناپاک دات
کتھن جیو اپر آی تھی سو او بات

۱۰۰ ھوا خوش وو تجار، دل میں کھیا
رتن آج پایا ھوں میں بے بھا

نزان او سکی سخت دلگیر ھو
سئی دل تے سب اپنی تدبیر دھو

کہی، میں خریدی ھوی اُس کی آج
اِتا شرم رکھنا ھوا لا علاج

نزان سُور غوّاص باندیا کمر
ڈوبیا جا کے مغرب کے دریا بھتر

---

(۱) (ی) دوھائی -

تجارا چندر رین کا جهاز چڑ [1]
ستارے سوں گوهر چلیا اُس میں بهر

بزاں سوداگر شوق میں آئیا
محبت کے بهر ذوق میں آئیا

بلا اُس سہیلی کوں بولا او نیک
منکهیاں مار چك نیند آوے تُکیك

اٹهی ناؤں لے کر الله کا سکی
برا نامَرد هے کُکَر او شَکی

هلوں چُپ کنے آ کے بیٹهی سکی
توکل سو اپنا خدا پر رکهی

سٹی پاؤں پر هات جب آہ مار
ایا جیو اُس کا سو پروردگار

۵۲۰ بلا ناگہاں اس پو نازل هوا
قضا عیب سوں آ مقابل هوا

مُوا او تجارا ، هوا اس کا کام
مُوے خلق بهی جهاز میں کے تمام

رَین کا چندا جب چُهپیا ایك ٹهار
اٹهیا صبح کا وئیں سو مرغا پکار

هوا دیس دیکهی موے هیں تمام
دیا بخت اس نار کوں تب آرام

---

(۱) (ی) ع . او تاجر چندر رین کا دهر چهتر -

موے تھے او سارے سو پانی میں ڈال[1]

چلی چھوڑ کر جہاز ، اے سارا مال

بھی کسوت او مردانگی کا کری

مونڈا سا بندی ایک سوداگری

کربند ، شمشیر اسے ہات میں

اتھا شہر نزدیک اس ٹھار میں

پلائی کتے خلق اس ٹھار جا

بندی محل ہور ایک اونچا چھجا

لگی رہنے اس ٹھار او استری

لگای دوکان ایک سوداگری

ہوا نین میں اس کے عظمت پناہ[2]

دیکھے درد منداں نو پاوے شفا[3]

۵۳۰ ہوا آنک[4] اس کا حو لقماں دھات

بھریا چشم حوں خضر آب حیات

ہوا غُلبُلا ملک میں نار کا

بہت خلق آنے لگیا شہار کا

---

(۱) مطابق (د) (ل) (ن) - (۲) (الف) کے سوا باقی سارے نسخوں میں " پناہ " کی بجائے " وفا " ملتا ھے - (۳) (ب) (م) ع . دیکھے درد منداں کوں تو ہووے شفا -

(٤) (ن) ھانك -

کِتَك دن پچھیں لشکری نام دار
اُسی شہر پرتے چلیا اپنے ٹھار

دیکھیا یار اپنا جو تھا نابکار
ہوا کوڑ میں اَنگ سب اُستوار

پوچھیا لشکری، کیا توا حال یار
کہاں ہے مری بھاگ ونتی او نار

کہا اے سُبھاتی وفادار نیک
نکل گئی تری دھن مرا حال دیک

سُنیا ہور کہیا، اے مرے جیو کے یار
بھلا ہے جو گئی بے وفا تھی او نار

ولے ایک حکمت ہے یک شہار میں
رہتا ہے تجارا ایک اُس ٹھار میں

عجب نین میں اس کرامت دسے
ہوے برطرف درد دیکھے جسے

تجے میں لے جاتا ہوں، چل اس کنے
کہیا ہور ڈولا کیا راس اُنے

۵٤. چلیا لے اسی کیچ نگری رُخن
اسی باٹ میں چوز، او بد لکھن

پڑیا ہے اُنے کوڑ میں پائمال
ہوا ہے نپٹ بدتر اس کا حوال

(٤) (ب) بے وفادار نار –

چلیا لے اُسے بی ثوابات بدل
کیا جا اسی ٹھار بستی اول

رکھیا تھا جہاں نار کوں سوداگر
او بیٹی کُکَر آپنے گھر میں بہتر

بندا اُس کا بی کوز میں چور ہے
سڑا تن کُکَر گھر میں سوں دُور ہے

اُسے بی چلیا لے کو ڈولی میں دھر
کیا تین ڈولیاں ۔ چلیا سر بسر

اُسی سوداگر کے محل کے تلدھار
خبر جا کیے ، تین ڈولیاں اُتار

سُنی سو منگای او ڈولیاں پچھان
بندا ایک پردا اپس درمیان

بزاں اشکری جا کے تسلیم کیا
اول یار کی لیا کے ڈولی دھریا

کہی اُس کوں سچ بول اے بد تشکال
یو کیا واسطے تن ہوا پائمال

۵۵۰ اگر بولتا ہے تو سب جائے گا[1]
وگر نئیں تو تج بھی بلا آئے گا

سُنیا بات سو یوں ، ہوا لا علاج
کَہیا ، اے سلکّھن ، میرے سر کے تاج

(۱) (ب) ع . تو تحقیق بولیا تو کُک جائے گا ۔

کرم کر جو لیایا ھے مُنج تیرے دھیر
اتھی نار اُس ایک روشن ضمیر

نظر میں دھریا اُس پو، راضی نہ دیک
اچایا اُسے میں سو جنگل میں ایک

اُسے بے گناہ کاٹنا تھا گلا
بُرا دل میں ایایا سو مُنج یو بلا

کہی، بے وفائی کیا، کیا سبب
شُکر کر کے گوڑی، بچایا ھے رب

تبھی بعد اراں کاڑ پردا اپن
دکھای سو تب کھول روشن نین[1]

اتھا درد اُس کا جو ظلمات کا
دیکھت صبح صادق ھوا رات کا

تراں دُسرے بندے کی ڈولی دھرے
لگی پُوچھنے اُس کوں، موذی ارے

یو کیا واسطے تن ھوا چُور چُور
جو سچ بول، تُج تن ھوے درد دُور

۵۶۰ کہیا یوں، مرا تھا جو تاج سری
گیا تھا او کرنے کوں سوداگری

---

(۱) (د) ع. دیکھی سُور تب کھول روشن نین۔

لے آیا تھا جنگل ستے ایک نار
دھریا تھا اُسے اپنی بیٹی کے سار
کیا ظلم اُس پر، رکھیا سد نظر
سو اس نے میں پایا ہوں بھاری ضرر
تزاں پردے اوپر سوں جھانکیا او چور
ہوا تن سوں اس کا سفیدی سوں دُور
تزاں چور کوں بی پوچھی اس وضا
یو کیا واسطے تُج ہوا ہے سزا
کہیا، میں کہوں کیا مرے حال کوں
ھزاراں سوں رحمت ہے اُس نار کوں
کُتبل اُبھار پر مارتے تھے مُنجے
چھڑای بجد ہو، کہوں کیا تُجے[1]
سو اس پر دھریا بے ایمانی نظر
سُنی نئیں، سو پھیکے کیا، بیچ کر
اسی واسطے یو کھڑیا ہے یو غم
عجب ہے جو گھٹ[2] میں رھیا ہے یو دم
کہی اے نحس، او الکھن، سا پکار
عجب کیا ترا حال ہوے اس تے خوار

(۱) (ب) (ع. چھڑای بجد ہو کے جیو دان دے۔ (۲) (ج) (ل) (ن) دھڑ۔

۵۷۰ چندر سار کا بعد ازاں مُکھ دکھای
هوا تن سب اس کا نِچھل روشنای[1]

نَزاں اپنی کسوت زنانی کری
هوس لشکری کی طلب کا دھری

کهی، زن تری، توں مرا مرد هے
جو کُچ یو کهے سو مرا درد هے

بڑی بےوفا دنیا ناپاک هے
همیں تو همن ٹهار پر پاک هے

عجب کُچ انھا پاک تیرا نِیَت
رهیا هے مرا آج لگ کا یو سَت

سُنیا سو هوا شرمندا اُستوار
کهیا یو مری هے وفادار نار

پڑیا پاؤں جا کے او تار کے
رکھیا جهاڑ کر کوشاں اُس نار کے

نَزاں تین کوڑیاں کوں آزاد کر
رهے مل کے یک ٹهار او نار نر

جو کُئی جس یو جیسی نظر لیاےگا
مشهور هے او اپنا کیا پاےگا

(۱) (ج) ع. هوا تن پهر اس کا سگل روشنای۔

ثمرو او دو رنگی، جو موں میں شکر
چھپیا دل میں کڑوای کرتی مکر

۵۸۰ جسے جو ملا نے کوں آتا کریم
تو اس دهات سوں لا ملاتا رحیم[1]

میں اس تے مناجات کرتی ہوں آج
ملے گا او لورك مرا رای راج

توں جابیگ یاں سوں اے ڈاین گھساٹ
نکو[2] ہو دوانی، پکڑ اپنی باٹ

جو دستے ہیں تارے سماوات میں
نہ آسیں او نج داس کے ہات میں

اِس داستاں حقیقت گفتن دوتی خود پادشاہ را

۵۸۵ بات ایسی جو کٹنی چھنال
چلی ہات سوں توڑ لے سر کے بال

چھے مہینے ہو گئے اس کی تکرار میں[3]
کھڑی جا شہنشاہ کے دربار میں

کری شاہ کوں تسلیم، پھر آے کر
کہی، اے گُنی بادشاہ بختور

---

(۱) (ب) ع. تو اس دهات، آسان کرتا مہیم - (۲) (ج) نکو پڑ توں منج سنگ، (د) نکو پڑ کُنبالی - (۳) مطابق (ج) (ی)، (الف) (د) ع. چھے مہینے پچھیں گئی او دربار میں -

پو چھیا شاہ دوتی کوں، کی آی توں
مُنج اسمان کا چاند نئیں لیای توں

مرے دل کی راحت کوں نئیں لیای ھے
رتن جوت کوں چوک یہاں آی ھے *

کبھی خُسروانی کہوں کیا تجے
عجب نار او نار دستی منجے

٥٩٠ میں اتھی سمجی کئی کڈھنگی ھے آج
وو دستی ھے پاتال کی رای راج

چھے مہینے جُھڑے اس سوں یوں آس کر
سینا سو تجر ھور الماس کر

کُبل کوٹ ست کا بندی شہری
صبر کا حشم لیا کو اُس میں بھری

رچی تٹ یو ھمت کی پھانڈی تمام
بھری غم کی دارو و گولی تمام

جلالی حندق کھود کر آس پاس
دھری تٹ پو حدے کو انداز راس (؟)

قہر کا حوالدار اُس ٹھار تھا
عقل کوتوال ھو، خبر دار تھا[1]

سمجونی کا قاضی بہتر ھو کھڑا
کری ھے زباں کوں عدل کا کڑا

---

(۱) (ب) ع. ھو کوتوال ابرو خبردار تھا۔

بزاں میں برھا کا جو لشکر منگای
او کونٹاں کوں ہمت کے هاتی تلای[1]

فکر کے او بھڑ کل دوارے کے تئیں
ڈیکے تئیں او کونٹال کُنجر کٹھیں *

خبر پا شرتم شاہ پر دھاں عقل
او بٹ برھا لشکر کوں ماریا کُھندل

۶۰۰ غُصے کے او شاطیر ہو کر چلیا
بزاں مکر سب مُنج دوتی کا ٹلیا

کھیا شہ دوتی کوں ، بھی یکبار جا
سنگات میں بی آتا ہوں ، بھی آزما[2]

بھی یکبار جالے توں ہمت کی لاگ
لگا دِل کے لنکھا کوں برھا کی آگ

بزاں سور اپ دیس کا چڑ تُرنگ
او مغرب کے دریا پو آیا نسنگ

ادھی رات کوں او شہنشاہ سجات
چلیا گھر کوں مینا کے دوتی سنگات

چُھپیا جا کے کونے میں او ایک ٹھار
پھتر گئی دوتی ، رؤوتی آہ مار

کھی ، میں کروں کیا فلك بھاں کوں
پریشان کیتا منج پریشان کوں

---

(۱) مطابق (ن) ـ (۲) (ب) ع • سنگا تیج منج کوں بی تیرے جا ـ

کئی بہار چُپ، میں تو ناچیز ہو
اُٹھیا دُود کا جھل رنگ آمیز ہو

کھیا جیو یکیلی کوں یوں چھوڑ توں
کی جاتی ہے مُلک آپنا موڑ توں

بچی کے غُصے کا کی لگتا بُرا
نہ جانا جو مارے او کوشاں پھرا

۶۱۰ رھیا نئیں مرا جیو تو پھر آئی میں
جنم پر مرے آجُ پشتای میں،

تھکی ھوی سکی، دیک یو علبلا
کہ پھر آئی یو آسمانی بلا

کہی، توں مرے جیو کوں تو بھاے گی
کنتھا تیرا پھر توں جو نالیاے گی،

جواب دادن دوتی، مینارا

کہی "اے سکی، گُن بھری نام دار
اچھو ناؤں جگ میں ترا بر قرار

نہ تھا کُچ غرض بولنے کا منجے
ولے اس بدل بولتی ھوں تُجے

کُڈھنگی اتھی شہر میں یک ستی
دیا بھیج اُس پاس یک نر دوتی

اُنے بی جُھٹے اُس سوں کی لک بچار
نہ ھوی بات میں او بی اُس کے قرار

ھوا بیساپ ھنگام سوں جب ٹلی *
بزاں یاد کر مرد اپنا چلی

چھجے کے اُپر مرد اُس کا یَنکات[1]
او بیٹھیا تھا اے یک سہیلی سنگات

چھجے پاس جا کر لگای نظر
او مشغول تھا پھر نہ دیکھیا اِدھر

۶۲۰ خجل ھو پھری واں تے دل میں انکڑ
بُلای او دوتی کوں کت پاؤں پڑ

کہی جا کے لیا توں کتی تھی جسے
قبولوں گی میں جو دیکھوں گی اُسے

گئی بیگ دونی نے اُس مرد پاس
کیا تھا جنے اُس سہیلی کی آس

دئی جا کے در حال اُس کوں خبر
قبول تُجے ای سہیلی سندر

کَہیا جان پھر کر دوتی کوں بی یُوں
اول نئیں قبول اتا کیا کروں

---

(۱) (ج) ع . نِجھا دیکھتی مرد اپنا یکات ـ

کہیا، کام اب کیا او آتی ہے بس
ٹلا اُس کے ہنگام کا رنگ رس[1]

ہوے پھول باسی تو کُئی سر نہ بھاے
سو کے تاڑ پھل نا کِسے کام آنے

کھاوے کہاں تازا تو دستا ہے بھوك
او باسی ہوے پر کرے تن کوں روك

جو کُچ ہے سو تارا وو دستا ہے خاص
او باسی ہوے پر کرے گھوڑ پوراس

کہیا یوں اُنے سو ہوئی نا اُمید
میں اس تے کتی ہوں تجے سو یو بھید

۶۳۰ تو کیا یوں چھرالی ہو کرتی غُصا
کتی آج توں دشمناں کا ہنسا

سُنی بات میںا، کہی سُن اے مای
تو سچ مان میری سُلکّھن سودائی

کُڈھنگی سَتی او تہی بد حصاتی
بُرے کام میں جی اپس کا رکھی[2]

جو کُئی ہٹ کرے سامیاں کے سنگات
کہو، کیوں زمانا اُسے دیوے ہات

---

(۱) یہ شعر صرف (ج) (د) (ی) میں ملتا ہے۔ (۲) مطابق (ج)۔

نہ چل سے یوھٹ اُس پیارے انگے
کہو، کون دنیا میں اس تے سگے
یو اس تے گوای ستیاں میں کُڈھنگ
کیتی اپنے پیوسوں، اُنے اام ننگ
ہمیں او ستیاں ہیں نصوحا نظر
کیا تھا جو او ایک ساری اُبر[1]
او ناری شہر میں ستی نیک تھی
اپس پیو پہ ہر دم فدا جیو تھی
اُسی دھات اُس کا کیا تھا سو پیو
رھیا تھا اُسے آ کو ھونٹاں میں جیو
نصوحا نے دوتی کوں دکھلا کے آس
دیا بھیج لانے کوں اُس نار پاس
۶٤٠. دیکھی نار، نا بات کس سوں کری
ابلتی اتھی نین انجھواں بھری
پھری دیک دوتی نصوحا کے دھیر
کہی آکے اے بادشاہ بے نظیر
سجیں، دن اُجالا ھوا اُس پو شام
روے باج دیگر نہ دستا ہے کام

(۱) مطابق (د)، (الف) ع. کیا تھا جو یک طلب داری ابر (؟)۔

موکی هو، اشارت سوں کرتی هے بات
کہو کیا چاہے بے خبر کے سنگات
نہیں عشق، نا عقل کا اُس میں گیان[1]
نہ کھانا نہ پینا نہ کس کا هے دھیان
کہیا، ظلم سوں لیا اُسے بیگ تو
نہیں تو کردوں تج کوں ٹکڑے، مگر
پھری واں تے دوتی او کرنے هلاك (؟)
نکل تن سوں اُس کے گیا روح پاك
رکھے شرم جس کا سو او دو الجلال
سکے ظلم کرنے کوں کس کا مجال
نزاں آکے دوتی کہی اُس کے پاس
موی او سکی. توں کیا جس کی آس
صندل ست کے لکڑیاں کا اوٹھا ڈھگار[2]
لگای اُسے غم کی تازی انگار
کھتی رُحصتی کا مِروبی چڑی ۶۵۰
دیے کے اُپر جا پتنگ هو پڑی
سُنیا سو نصوحا او غصے میں آ
تُرت اُس گھڑی اُس کا مُردا منگا[3]

---

(۱) (ب) ع. کہ نا عشق نا عقل نا اُس میں گیان – (۲) (ف) ع صندل سنگ او تن لکڑیاں کا ڈھنگار – (۳) (ج) (ی) ع رکھی نئیں دوجے کو لیایك گھڑی –

فضاحت سوں کرنے منگیا عیش یوں
هوا ایك آواز واں غیب سوں

اے ناپاك کرتا ھے کی آکے سنگ
که جلنے کو منگتا ھے اُس پر پتنگ

سُنیا سو او لرزیا و توبت کیا
اَمَر دل منے لیا فراست دھریا

کُڈھنگی کی نا بول هما کوں بات
همن میں وهی ستونتیاں کا ھے دهات [1]

سُنی بات دوتی ، کہی سُن پری
یو ست هر کسی پر خرابی کری

کرے جیو اُپر گھات ، یا تن کو رتاں [2]
دُنیا میں نه رکھنا جوانی کوں راں

پیا بن سو کیوں سیج بھاتی تجے
یکیلی کوں کیوں نیند آتی تجے

نه رکھنا ھے دو دِن کی دنیا میں لاج
صبا کرنے کا کام کرنا ھے آج

۶۶۰ کہی سُن کے میا توں کرتی ھے جهات
تو سچ کھول کر بول تیری تو بات

---

(۱) (م) ع . همن پر سدا ستونتیاں کا ھے هات ـ (۲) مطابق (ب) (د) (م) ـ

کری تھی کِتنے مرد توں آج لگ
جو مُج کوں کرو کر پڑی ھے بلگ
سُنی بات دوتی، کہتی کُچ نہ لاج
بَرے یوں بیتی، یو قبولے گی آج
کہ نھن پن میں دو چار، لحانی[1] میں دس
بڈی ہوی اِتا یاد[2] آتا ھوس
سُنی بات اس کی، سکی مُسکٹی[3]
مِٹھے دو لَبد کھول یوں بول اٹھی
اگر دود میں بی پی اَچھی ترا
تو ھر کیوں تو بی جیو پھرتا مرا
منجے مال بغیر دُود تہرا حرام
پی اچھی تو کرتی حرامیں کے کام
کہ ماں باپ پر فرض ھے چار بات
جو فرزند کے حق میں کرنا جہات[4]
اول نیک کا دُود اس کوں پلائیں
دوجا، دیك اشراف کے سنگ لائیں
ھے تیسرا، پسکانا اُسے حق کی بات
بھی چوتھا، اُچانا ادب کے سنگات

(۱) (د) بَڑ پن میں دس ـ (۲) (ب) (ن) پھر کو آتا ھوس ـ
(۳) (ج) (ی) ع . سُنی بات سن کی ستی مُسکٹی ـ
(٤) (ب) ع . جو بیٹیاں کے حق میں سو کرنا جہات ـ

اگر نئیں تو اس کے طرف سے اپنے
فضیحت ہووے دین دنیا منے

برانے مرد پر جو کرتی نظر
اُسی کام تے جاے دوزخ بھتر

دنیا میں برا نئیں ہے کُچ اِس سے کام
جو کُئی ہے حرامی سو کرنی حرام

مری ماں یو سب جانتی تھی تمام
پلائی نہیں دُود تیرا حرام

توں فحشا ہے تجِ توں نہیں لاج یاد
جو دیکھی ہے توں دس جنیاں کا سواد

وفادار ہے سو وہی نار ہے
وفا نئیں تو پیو اس تے بیزار ہے[1]

مرے ست کے دریا کا اورک غواص
نہ لے سکے کُئی اُس باج موتیاں کی راس

پرت کا مرے دھن یو بیٹھیا ہے ناگ[2]
سکے کون لینے کوں، تن میں ہے آگ[3]

مرے سانس کوں جان جیال سار
جلاؤں تجے ہور ترا سب[4] شہار

---

(۱) (ج) (د) ع. اُسی نار پر پیو کا پیار ہے - (۲) (د) (ی) کال - (۳) (د) (ی) ع. سکے کون لینے کون کس کی مجال -
(۴) (د) (ن) شہر یار -

کرے قرب حس کا ھے تُج پر کرم
کروں آہ تو ہوے بادشاھی بھسم

۶۸۰ کہی پھر کو، اے دوزخی نار توں
جنم اس عمل میں گرفتار توں

خدا تُج سے راضی، نہ راضی رسول
جیتے جیو دوزخ کری توں قبول

دوتی سُن، شرم تے اَپس میں گَلی
نِزاں ہو کے شرمندی پھر وئیں چلی

سُنی بات دوتی، چلی ھار مان
اَچنبا ہوا سُن کے باتاں دیوان

دیکھیا شاہ تدبیر چلتا نہیں
چُھپے ٹھارتے او نِکل بھار وئیں

دونو ھات تے شاہ تسلیم کر
کَیا، توں مری ماں، ترا ھوں پسر

کَیا، اے سکی میں ھوں فرزند ترا
بَخَش توں جو کُچ ھے سو تقصیر مرا

نِکل واں تے او شاہ آ تخت پر
لکھیا سات قولاں کا فرمان کر

دیا ھات قاصد کے جلدی چلا
لکھیا ھور لورِک کوں بھیجا بُلا

چلیا دھونڈتا قاصدی اُس کے تئیں
سو پایا اُسے یک شہر میں کہیں

لکھیا او دیا شہا کا اُس کے ھات ۶۹۰
دیکھیا سوچ لورک چایا اُس کے سات

لورک ہور چندا دونو مل چلے
او منزل بہ منزل ولے در ولے

کتک دیس بعد از کوں آے وھاں
خبر سُن کے مینا ہوی شادماں

جب آیا او لورک اَپس شاہ کن
کُھلے جیوں کہ ساری دلاں کے چمن

نزاں شاہ اپیں گھر کوں مینا کے جا
پھریا واں تے اُس نار نرکوں ملا

کیا اپنی بیٹی کوں اُن سنگسار
مُنڈا سیس دوتی کوں بھایا بہار

گدھے پر اُسے سار کر شہار میں
پھرایا ھر یک ٹھار بازار میں

عجب کھیل ھے ایسے کرتار کے[1]
کُھلے پھول مینا کے آدھار کے

---

(۱) مطابق (ب) -

پُریا آس مینا کی او ذوالجلال
دیکھت سَت، مِلا کر اوکیتا نہال[1]
وھی سَت دیا ھور زحمت دیا
مشقّت دیا ھور راحت دیا
کیا نظم قصے کا ناہات گھول
دیکھو چُوك یاراں تورا کھو نہ بول[2]
بَرے فہم داراں میں ھوں کم فہام
کَیا ھوں یو نادانگی سوں تمام
غواصی کیسے پوکرنا نظر[3]
دعا حق سوں منگنا مرے حق اُپر
ھوا نظم یو ناؤں سوں سب تمام[4]
بحق محمد علیہ السلام

---

۱) (ب) ع . رکھیا ست جتن کر، کیا اُس نہال۔ (۲) (ی) (ف) ع . منو خوب یاراں نزاکت کے بول ۔ (۳) (ب) ع . غواصی پوکرنا رم کی نظر ۔ (٤) (ب) ع . ھزاراں دروداں ، ھزاراں سلام ۔

ضمیمہ

ذیل میں مخطوطات (ب) اور (ن) کے وہ زاید اشعار درج ھیں، جن میں سے بیشتر کا تعلق بہر کے کردار سے ھے، اور جن کے متعلق راقم نے یہ رائے ظاھر کی ھے کہ یہ الحاق ھیں، اور کسی فروتر ذھن کی پیداوار ھیں ـ ان میں سے متعدد حصے ایسے ھیں جنہیں متن میں شامل رکھا جائے تو یہ قصے کی دوسری تفصیلات سے بھی متصادم ھوتے ھیں ـ

مرتبہ متن کے شعر ۱۲۲ کے بعد یہ اشعار ملتے ھیں :

اپس پیر کے تئیں سو کہر کوں بلا
قدم پر بلا دور ھو کر پلا

کہی یوں تو اورك نے کیتا ھے کرم
اِتا مُجھ سمالے تو ھوتا ھے کام

بلا دور قدماں ہوتے جیو مرا
میں پکڑی ھوں سب پیر کا آسرا

نکو ڈر کہے پیر الله ھے دیك
دعا میں کروں گا ترے حق میں نیك

و لیکن توں اپنی شرم کوں سنبھال
بغیر پیر کئیں بی نہ دوڑا خیال

خدا تج پو راضی اچھے گا مدام
بحق محمد علیہ السلام

اپس پیر سوں راز کی بات کر
رھی او اپس کے سو گھر کی بھتر

ودا ہو چلے پیر مینا ستی
کتک وقت بعد از کوں آئی دوتی

شعر ۲۱۲ کے بعد:

او لورک گیا تو بلا گئی مری
میں قدماں اپر پیر کے من دھری

منجے پیر میرے اتاریں کے پار
وھی منج رکھے دو جہاں میں ہشیار

ولیکن مرد کوں دیا تھا خدا
ھمارے تے ھونا نہ تھا او جدا

شعر ۲۵۳ کے بعد:

مجے مرد کا کچھ نہیں ھے گماں
مرا پیر ھادی سوں ھے جیو ایماں

بلا دور اپس پیر پرتے جو میں
رکھنہار ھے شرم ابرو کے تئیں

عقل ہور حیا آبرو شرم کا
نگہبان ہادی ہے ہر وقت کا

ہے مشہور یو بات پر من دھروں
شرم آبرو چھوڑ میں کیا کروں

کتے ہیں اول ہور آخر کے لوگ
ہنڈی ایک لیویں تو دیکھیں کے ٹھوک

لورک میرے میں کچھ نہ دستا خلاف
جہاں کی سہیلیاں میں ہے او صراف

یو مینا سوں دوتی سُنی جب بچار
لگی پھر کو رونے وہیں زار زار

کہی سُن یو ناداں صاحب جمال
کہاں کے فقیراں کا رکھتی خیال

یو پیراں فقیراں خدا کے ولی
انو کو کھلانا پلانا بھلی

انو کو جو کچھ خیر دینا مدام
دعا ان کی لینا ہے ہر صبح و شام

کہ یو کچھ کھلانے پلانے کے تئیں
کہ یو کچھ پنانے اُڑانے کے تئیں

یو مینا ستی سُن کو یوں لھؤ گھونٹی
اپس میں اپے آپ جل کر اٹھی

اری سُمن تو ناچیز گندی کُڈھنگ
کرے پل میں نا بود . . ننگ
محمد نے جس کوں سو عزت دیے
دنیا دین کا اوچ لذت لیے
دنیا دین ھیں ان کے باندی غلام
نہ دھرتے انوں دین دیا سوں کام
ھمیشہ رکھے عشق ربّی ستے
او ربّی ستے ہور مربّی ستے
مربّی کوں معبود کر جان توں
مربی کوں معشوق کر مان توں
انوں حق میں حق ھو کو رھتے اھیں
ھمن سار کے پار اتارے اھیں
بے ایمان بد بخت ناپاك ھے
خدا کی لعانت سدا تج کوں ھے

شمعر ۲٦۱ کے بعد:

ترا یار تج سوں وفادار نئیں
وفادار نئیں ھور غم خوار نئیں
دیا چھوڑ لورك نے تج ناؤں کوں
ترے ناؤں کوں ھور ترے ٹھاؤں کوں

او چندا ستی مل کو نت ذوق پاے
ترا یاد اُس دل میں ہرگز نہ آے

سکیاں سہیلیاں نے لگیاں پیو کے گل
سو پیاروں لگانیاں ہیں سینا چکل

میں لیاتی ہوں ماہ جان چاتر سجان
توں مل بیٹ کر یک گھڑی اس پچھان

تو نادان ہے تج کوں نئیں فام کُچ
تو اس وقت سمجے گی او لاب کُچ

کتی تھی جتے بول دوتی سنوار
یو سن کر کہی پھر اسے ست کی نار

کہی کٹنی کوں توں اری بے شرم
نہ رکھتی ہے کس دھات اپنا بھرم

برے یو نہ راضی رسالت پناہ
جو بولیا بُرا کُئی اُسے لئی گناہ

مری شرم نازک ہے شیشے ستی
بُرا بول ہے سخت تیشے ستی

مرا سخت سینا ہے الماس تے
کہ سہتی ہوں میں دوکھ آکاس تے

منجے ست کا سنگار ہے جگ منے
بھریا ہے مرا ست رگے رگ منے

نکو بوج توں منج دِوانی ہو خام
ھے لورک بنا منج سہاوے حرام
کہی یوں ، اے مینا چنچل گُن بھری
کہ میں آس دھرتی ہوں لاکھاں تری
جوانی منے توں لہو گھونٹی
تجے دیکھ کر میں سبی سُد سٹی
ترا دکھ سنی جو سٹی کان دھر
تو پانی ہوا گل کو میرا جگر
تو سنگار اپس کوں تو منج ہوے سُکھ
تو میلی رہے تو مجے ہوے دکھ
ترے لب میں دستے ہیں امرت جھرے
پلاوے تو امرت جوانا مرے
سمج تو ترے میں ذرا کُچ نہیں
ھے اوجھڑ پنے کا سمج تیرے تئیں

شعر ۳۹۹ کے بعد :

ولیکن مرے پیر ہادی ہوتے
یو جیو جان قربان کی اُس ہوتے
سبی ذوق میں پای ہوں پیرتے
دنیا دین کے شاہ گنبھیر تے
مجے مرد کا کچ نہیں ھے گماں
رکھی ہوں مرے پیو ہو سانت ایماں

مَرَد کوں کہے ہیں جو نیم خدا
کہے پیر کوں دیک نبی مصطفےٰ
نبی پیر مانند ہے اور بی (؟)
اسی پر میں ایمان راکھی سی
بلا دور میں پیر کے قدماں پوتے
اُسی ناؤں پر میں ہوی ہوں سے

شعر ۴۰۱ کے بعد:

تو ذرّا نہ ہوے کس پو میرا خیال
مرے جیو میں ہے پیر کا پھر جمال
او لورک مرے سر پو احسان کیا
قدم پیر کے مُنج کوں پکڑا دیا
یہی آسرا منج کوں یو بس ہوا
قیامت تلک منج اُپر جس ہوا

شعر ۵۲۷ کے بعد:

شہر تھا بڑا خوب دیکھی نجھا
حو دیکھی موا شہر کا بادشا
ملے ہیں خَلَق بہوت اس چوک میں
اُچا ہار ہاتھی لیا سونڈ میں
کھڑے خلق مبہوت ہو اس کنے
لی پھرتا ہے ہاتھی بہا گل منے (؟)

که ایسے میں دیکھیا اُسی نار کوں
گلے ہار بھایا اُسے پیار سوں
دیکھیا اس شہر کا او حکمت وزیر
دیا تخت اس کوں سو او با تمیز
خدا نے دیا باد شاہی تمام
کیے سب سپاہی اسی کوں سلام
او بھیجی نبی پر درود و سلام
بیٹھی راج کرتی اُنے صبح و شام

ان اشعار کے بعد (ب) اور (ن) میں، دوسرے تمام مخطوطات کے مطابق، یہ شعر ملتا ہے:

لگی رہنے اس ٹھار او استری
لگای دوکان ایک سوداگری

شعر ۵۸۱ کے بعد:

نبی کے مریداں میں تھی یک مرید
او بھی نیک بخت ہور نعمت مزید
یکا ایک ایک دن محمد نبی
چلے لے کو اپنے مجالس سبھی
چلے آئے او پاک دامن کے گھر
سنی سوچ قربان ہوی سربسر

بچھای صَدر ہور بچھانے تمام
نبی آکو بیٹھے اسی کے مقام
پڑی جا کو قدموماں پو نبابت کمال
مریداں منے تھی او صاحب جمال
شفقت ھوا دل نبی کا تمام
کہ رو رو کہی سب ہوا اب ارام
کہ میری مرید، تُج پو کیا حال ھے
کہی جیو میں حضرت کا مُنج خیال ھے
جداں سوں میں دیکھی مبارك قدم
اسی عشق میں مست ہوں دم بدم
چَشَم کھول رحمت سوں دیکھے نبی
مریدی میں بستا ھے ذات ربی
دیکھے عشق اُس کا عجب پاك ھے
بلا کر گلے لیا کو بوسا دیے
اپس گود میں اُس کوں بسلا ے کر
رکھے دست مبارك سر کے اپر (؟)
کہے سب حقیقت کا سارا کلام
کہے راز سب معرفت کا تمام
او خلوت تے فارغ ھوے جب نبی
کھلاے ھیں الوان نعمت سبی

خوش حالی سون بیٹھے تھے مجلس منے
یکا یک اے کر آ، مَیت سامنے
کہے اے محمد رسول خدا
کہ عرفان کی باٹ میں یو موا
یو ھے پوت پیارا امی نار کا
تمارے مریداں میں سردار تھا
نبی اٹ چلے و ٹھینچ خلوت منے
بیٹھے آکو او پاک دامن کنے
اُسے کُچ خبر یو نہ تھی پوت کی
چڑھی تھی او مستی اُسے ذات کی
و لیکن نبی نے کہے یو خبر
او فرزند تمارا موا ھے ککر
نبی نے کہے جاؤ اس کوں بلاو
پکڑ دست بیٹے کا منج پاس لیاو
دیے لا کو بیٹے کوں اس دم منے
پکڑ دست لیائے نبی کے کنے
نبی نے کہے یوں کہ صاحب جمال
دیا پوت تج کوں اپے ذوالجلال
یو فرزند تجے آرزانی اچھو
قیامت تلك یو نشانی اچھو

نبی نے تو سجدا کرے شکر کا
که سجدے میں آیا او غیبی ندا

تمارے مریداں میں ثابت یقیں
که بخشیا انوں کوں دنیا هور دیں

دنیا دین هیں اُن کے باندی غلام
بهشت میں کرو بادشاهی مدام

که ایمان پر دیك حق یوں کیا
موا تها پهرا کو اُسے جیو دیا

که ماں پوت کوں پهر مِلا کر تمام
پهر آے نبی واں سوں اپنے مقام

میں اُس تے مناجات کرتی هوں آج
ملے گا او لورك مرا رای راج

نِیَت کوی ثابت رکهے پیر پر
اوهی دیمهارا هے اس کا اَجر

شعر ٦٠٠ کے بعد:

کسی بات میں او سو آتی نہیں
کسی فند میں دل گماتی نہیں

او ناری مرید هے بڑے پیر کی
بهت عشق رکهتی هے اس پیر کی

که او پیر اُس کے درو نے بسے
کسی کا مَکَر واں نه چلتا دِسے

اُسے پیر دِن رات ھے پُشتی بان
ہمہ وقت اُس پر او ھے مہربان

بہت فند سوں میں نے سمجھای تھی
و لیکن اَپَس ٹھار ھشیار تھی

اُنے پیر پر بھوت رکھتی ھے خیال
بسیا اُس کے حیو میں انوں کا جمال

وسیلا اُسی پیر کا ھے اُسے
کہ دن رات او پیر دل میں بسے

نِیّت اُس کا ثابت ھے اُس پیر پر
تو اس پر نہ چل سے ھمارا مکر

نگھبان جس سر اُپر پیر ھے
اُنے دین دنیا میں گنبھیر ھے

شعر ۳۳۶ کے بعد بے ربطی کے ساتھ یہ اشعار ملتے ھیں :

کہ یو کام میرے سوں ھونے کا نئیں
مروں گی تو منج کوی رونے کا نئیں

کہ مرنا قبولی ھوں درگاہ میں
ولیکن تو مت آ مری راہ میں

مرے پیر کا حکم ھے اس وضا
شَرَم پر سوں جیو کوں توں کرنا فدا

تو اُس کا اَجر ھے خدا کے نزیك
دنیا میں اُسے مان ھوے ادیك

شعر ٦٥٠ کے بعد :

دئی او سکی جیو ست کے بدل
کھڑیا او نصوحا پو مشکل کُل

نصوحا چلا دیکھنے کوں وھاں
نبی آکو بیٹھے اتھے اُس مکاں

اُسی وقت گھا بر . . . واں ھوا
کھڑا شرم سوں حوں کہ جمتا موا

و لیکن اپس جیو میں یوں کہا
کہ دیدار اُس کا مُجے نئیں ھوا

کہ اُس گور کن آج میں حاؤں گا
اسے گور میں جا گلے لاؤں گا

ادھی رات کو اٹھ چلا گورکن
کہ دیکھوں بدل جوں کی اس گورکن (؟)

چلا کھود نے قبر نیت پکڑ
نبی آکو بیٹھے تھے اُس گور پر

دیکھا جوں جمال مبارك نبی
دٹا کر کہے اُس کوں حضرت نبی

اے مردود آیا ھے کی کور پاس
که معلوم ھوا ھے ترے دل کا آس

شعر ٦٨٢ کے بعد :

سو اتنے منے پیر از غیب او
یکائیک پیدا ھوے دیک او

سو ویسے میں دوتی بی پھر جای کر
بلا لیای ھے بادشاہ کوں مکَر

او ستونت دیکھی نظر کھول کر
آیا بادشاہ آپنے گھر بہتر

کھی یوں که ستونت ھادی رسول
مری آہ درگا میں کرنا قبول

دیکھیا بادشاہ سو ھوا بے خبر
ارزتا پڑیا او زمیں کے اُپر

یکتے وقت بعد از کوں ھشیار ھو
پڑیا پیر کے جا کے قدماں پو او

ان اشعار کے بعد (ب) اور (ن) میں دو اشعار (٦٨٤ ، ٦٨٥) ملتے ھیں ؛ اور پھر یه اشعار :

مرے پیر ھو صاحب العظمتی
رکھے ھیں نظر منج اُپر رحمتی

اٹھا ھات دونوں مناجات سوں
الٰہی کی درگاہ میں حاجات سوں

مرا جیو قربان تج ناؤں پر
که لولاك کلمه هے جس شان پر

سو تسلیم کر بادشاه اُس کے تئیں
رضا دے اِتا پھر کو جاتا ہوں میں

اِتا جا بُلا بھیجتا ہوں تمام
که چندا او اورك کے تئیں اس مقام

که میں بادشاهی نه کر سوں اِتا
که تقصیر مری یه بخشے خدا

رضا دے کو بولی وهیں ست کی نار
کیا جا خدا تج کماهاں سو بار

شعر ٦٩٤ کے بعد :

که چندا و اورك نے مل کر تمام
که ستونت کے جا کو پکڑے قدام

قدم پڑ کو بولے که اے نام دار
ترا ست خدا نے رکھیا برقرار

بزاں بادشاه هور سارے شہر
ملے آ کے ستونت کے گھر بھتر

ملے مجلسیاں هور وزیراں تمام
سلح دار سردار میراں تمام

بزاں یو قصا سب کہے کھول کر
او لورك و چندا سُنے سربسر

کہا یو سمجھاتی مری نار ہے
دو عالم منے یو تو اونار ہے

کہا بادشاہ نے او لورک کے تئیں
کہ ہادی ہدایت زبردست کے تئیں

انو سوں شَرَم او ستی کی رہی
پتی ورتا ناریاں میں او یل رہی

کہ از عیب سوں او اپے آن کر
بچاے شَرَم ہور ابرو مگر

بزاں پھر چلے واں سے مجلس تمام
کہ اُس پیر ہادی کنے خاص و عام

کہا بادشاہ نے اے کامل سریر
اِتا تم مجھے اپنا کرنا فقیر

دیا بادشاہی سو لورک کے تئیں
مبارک اچھو اس یو چندا کے تئیں

اسی وقت او بادشاہ ہو فقیر
چلیا وئیں سو مکّہ مدینہ کے دھیر

او کٹنی کوں اس وقت سنگبار کر
منڈا سر کو بٹھلا گدھے کے اُپر

شہر کے گلیاں میں پھرا خوار کر
کہ چھوڑے لے جا کر پرای نگر

او ستونت سکی نے پھرا بھیاؤ کر
ملائی او لورک و چندا مکر (؟)

سکل بادشاھی حوالے کیے
مُلک مال ھور تخت ان کو دیے

او ستونت بولی پیا نامدار
اچھو بادشاھی تجھے برقرار

سدا فتح و نصرت سوں راج کر
یو چندا مبارک تج کوں مکر (؟)

کہ یو مال ھور ملک کی آس کر
اسے کر گئے ھیں چندا کوں تم سربسر

مبارک ھے تم کوں مُلک مال یو
مبارک مجھے بیر کا داغ یو

مرے پر بخش کر کرو تم کرم
مبارک اچھو تم کو لاکھاں حرم

کہا، اے سکی تو کرے گی سو کر
ولے مج پو رکھنا کرم کی نظر

کہی، اے پیا جیو کے پیارے تمیں
ھمیں ھور تمیں عاقبت میں ملیں

ھمارے نصیباں میں اِتناج تھا
زیادہ نہ تھا ھم کو اِتناج تھا

یو دنیا کا جینا ہے چند روز کا
که جینا تو ہے عاقبت کا بقا
او اِنداج کم کر ہوی او فقیر
او ستونت ناریاں میں کامل سریر

شعر ۷۰۲ کے بعد نسخه (ب) میں یه اشعار بھی ملتے ہیں:

کرم کی نظر رکھ کم و بیش سوں
کرو پرورش اُس دل و جان سوں
بنانے کا مسج میں نه تھا کُچ دماغ
دعا بزرگاں کی کیا تازا باغ
شتابی سوں لکھنے کوں آوے ہوس
پڑنہار کوں پھر کو آوے اُمس

فرہنگ

(الف)

اَبھال : بادل

اَپ بھاوتی : خود پسند

اُپجنا : پھوٹنا ، اگنا

اَنروپ : بے مثل ، نایاب

اتا : (۱) اتنا ، اس قدر (۲) اب ، فی الوقت ؛ (۳) ذرا

اتال : اب ، اسی وقت

اُجڑیا : خانماں برباد

اُچانا : اٹھانا

اَچپل : چاق و چوبند ، شگفتہ خاطر ، خوش طبع

اَدِک : زیادہ

آس کاٹی : بد بخت ، نامراد

اُلنگنا : حد سے تجاوز کرنا

آمنا : امان

اَمبل : امبل

اَنجن : سرمہ

اَندکار : اندھیر

او پٹنا : جڑ سے اکھاڑ لینا ، قطع تعلق کرنا

اوتار : کوئی غیر معمولی نیک یا ہمار مرد یا عورت .

علی

اودسا : بد قسمتی ، بد بختی

ایلاز : اس طرف ، ادھر

(ب)

بار : (۱) باری ، دفعہ ؛ (۲) بوجھ ؛ (۳) دشوار

بارکش : چرواہے کی لکڑی یا درانتی (؟)

بالے لال گود بیٹھ : ایک دعا (کسی کے روئیں روئیں پر عذاب کا نازل ہونا)

باتیں : باولی

بجر : پتھر

بِچھانا : بچھونا

بختاں بھئی : بھوٹے نصیب ، بد بخت

بد شکال : بد سگال

بدل : (۱) لیے ، واسطے ؛ (۲) بادل

برا ماننا : افسوس کرنا ، غمگین ہونا

برانا : بیگانہ

برے : بارے

بران : بعد ازان

بسراٹ : بھول

بلا دور کرنا : قربان کرنا

بل پانا : موقع پانا

بلگنا : گڑگڑانا

بندا : غلام

بول راکھنا : حرف گیری کرنا نکتہ چینی کرنا

بول لیانا : حرف لانا ، الزام دھرنا

بہار : (۱) باہر ؛ (۲) بہار

بھڑ کل : قلعہ کا بڑا دروازہ جس پر لوہے کی برچھیاں لگی ہوتی تھیں ، تاکہ ہاتھی ان سے ٹکرائیں تو زخمی ہو جائیں

بھگنا : سیر ہونا ، تھك جانا

بھنگار : سونا

بھوگ : لطف ، لذت ، خوشی

بھی : بھر

بیسك : بیٹھك

بینی : بغیر آرائش کے باندھا ہوا بالوں کا جوڑا جو اس بات کی علامت ہے کہ عورت بیوہ ہے یا اس کا شوہر غائب ہے ۔

(پ)

پاپنی : پاپن

پارکھی : پرکھنے والا

پاڑنا : ڈالنا ، پھینکنا

پائراں : سیڑھیاں

پتی ورتا: وفادار، نیک اور شوهر پرست عورت

پچھونڈے بندنا: مشکیں کسنا

پدك: مُحکنی، لاکٹ کی ایک قسم

پرم، پڑم: موٹا کپڑا (؟)

پشتانا: پچھتانا

پُورنا: پورا کرنا

پھاٹا: شاخ

پھانڈی: پتھر

پھٹانا: بھیجنا

پھٹیا: پھٹا هوا

پھر کر، پھراکر: لوٹا کر، جواب میں

پیڑی: کٹھولا

پیسنا: داخل هونا

پیکا: پیسه

(ت)

تٹ: فصیل

تجار: تاجر (غالباً یه لفظ ملك التجار کا مخفف هے)

تجارا: تاجر

تجنا: کھولنا

تدهاں: تب

تُرنگ: گھوڑا

تشریف دینا: اعزاز دینا، تحائف دینا

تَنَدك: ایسے میں

تلهر: تلے، نیچے

تو: اُس وقت، ایسی صورت میں

تیَں: تو

(ٹ)

ٹھکی هونا: متحیر هونا

ٹھگ فنداں: مکار، عیار، چالاک

(ج)

جالنا: جلانا

جان: جوان

جپنا: دهیان لگانا

جدهاں: جب

جو: بیوی

جہات: جدوجہد، کوشش

جُھٹّے: بے حاصل

جھل: جذبہ، شدید جذبہ، گرمی، چمک

جیپال: سادھوؤں کا ایک فرقہ جس کی بددعا کی تاثیر مشہور ہے۔

جیو دان دینا: جان بخشی کرنا، حیات عطا کرنا

جیو ھو نہاں ہونے آنا: جان لیوں پر آنا

(چ)

چاتُر: تیز، دانشمند، چُست و چالاک، طرحدار

چٹ پٹی: بے چینی، اضطراب

چُٹک: ذرا

چَند: چاند

چندر رین: چاندنی رات

چندوٹی: سر پر باندھنے کا معمولی کپڑا

چوالا: ٹاٹ کا ٹکڑا (؟)

چھان: چھان بین، تحقیق

چھبیلا: خوب صورت، حسین، چمکیلا

چھرالی: تندخو، غصیلی

چھند: مکر و فریب، ساز وغیرہ

چیرا: پتھر

(خ)

خبردار: مخبر، خبر رساں

خرچ باٹ: سفر خرچ، زاد راہ

(د)

داب: دباؤ، رعب، وقعت

داٹ: شدید، کٹھن، گنجان

دارو: بارود

درحال: اسی وقت

دَرونا: دل

دَمن: دامن

دل دوڑانا: آمادہ ہونا، خواہش کرنا

سٹنا: ڈالنا، گرانا، چھوڑنا، ختم کرنا، ترک کرنا

سُجات: اچھی ذات کا، اچھے خاندان کا

سجان: عقل مند، سمجھ دار

سجونی: سچائی، ایمانداری، وفاداری

سُمراس: جوش وجذبہ کے ساتھ

سُرگ: بہشت

سلا: (۱) پتھر؛ (۲) ہتھیار

سمایا پڑنا: وقت آپڑنا، برا وقت آنا

سمایا کھڑا ہونا: مصیبت آپڑنا

سنپات: دکھ، روگ

سورات: حرص

سوگڑ: خوش وضع، حسین، سگھڑ

سُسمایا: حسن، دلربائی، رعنائی

سیم: کھیت

(ش)

شہار: شہر

شمیا: رات کا پہرہ

شکنا: شک کرنا، پس و پیش کرنا

(ص)

صفا: پاکیزہ، مقدس

صرصری باؤ: باد صرصر

(ع)

عاروس: عروس

(غ)

غلبلا: غلغلہ

غم خوار: غمزدہ، غمگین

(ف)

فام: (دیکھیے فہام)

فحشا: فاحشہ

فرزند: بیٹا، بیٹی

فکیر: فکر

فند: دھوکہ، فریب

فہام: فہم

(ق)

قاصدی : قاصد

(ک)

کال : (۱) کالا ناگ ؛ (۲) دشمن

کَبل : سخت ، دشوار ،

دشوار گزار

کتك : کتنے ایك ، کئی ایك

کتك دن پچھیں : کچھ دن بعد ،

کئی دن بعد

کتك دن کون : کچھ دن بعد ،

کئی دن بعد

کچلا کرنا : کچومر نکالنا

کدان : کب

کرا : کا

کرتار : کرنے والا ، بنانے

والا ، خالق

کلا کرنا : ڈھونگ رچانا

کینا : ناقص ، خام

کنتھا : کتھا ، کہانی

کُنجر : ہاتھی

کوٹال ، کوٹسال : پُر فریب

کوشاں : حو نیاں

کہان : کہانا

کہاندا : کدھا

کُہاٹ : کھوسٹ

(گ)

گار : سفید پتھر

گَل : گلا

گلنا : پگھلنا ، گھلنا

گمانا : وقت گزارنا ، دل بہلانا

گُن ندھان : صاحب اوصاف

گوا : گائے ، بیل ، بھینسا

گوڈڑا : گدڑی

کورو ، گرُو : گائے ، بیل ،

مویشی

ڳالنا : پھینکنا ، تباہ کرنا

گھانے : گھنے

گھٹ : (۱) جسم ؛ (۲) سخت ،

مضبوط ؛ (۳) مصمم

گھوڑ پر گونہراں رولنا :

گھوڑے پر موتی رولنا ،

فضول اور بے حاصل کام کرنا

کھونگڑی : گدڑی ، کمبل
کیران پکڑنا : گرھن لگنا

(ل)

لانا : لگانا
لاگ : سعی ، کوشش
لَبید : ھونٹ
لوچنا : چمکانا ، زیب دینا
لھار : ابھر
لھؤ : گھونٹ پینا
لَئی : زیادہ ، بہت زیادہ
لیانا : لانا

(م)

مانڈنا : پھیلانا ، قائم کرنا ، بنانا
مِٹھای : مٹھاس
مِرونا : جلوس کی شکل میں چلنا ، اکڑ کر چلنا ، ناز و انداز سے چلنا
مسخراگی : تمسخر
مُسکٹنا : مسکرانا
مَکَر : مکّار

مکرزن : دلالہ ، کٹنی
مُلازا : ملاحظہ
منا : منع
موڑ : کونپل
مونڈاسا : عمامہ ، پگڑی
موکا : گونگا
مہتری : سرداری ، بزرگی
میت : دوست ، محبوب

(ن)

نِاپٹ : پوری طرح سے ، حد درجہ ، بہت زیادہ
ت : مسلسل ، ہمیشہ
نِچھل : خالص ، اصلی
ندان : آخر کو ، آخر کار
نزلک : نزدیک
نِسنگ : تنہا ، راست ، سیدھا
نگر گھٹ : بے حس
نمن : مانند ، مشابہ
نوا : نیا
نوشو : نوشہ

نَوَل : نیا ، نوجوان ، حسین ، کیاب ، عجیب

نھاٹنا : بھاگنا

نھاسنا : بھاگنا

نھسلانا : دوڑانا ، دُور کرنا

نَھن پن : بچپن

نھنواد : ننھا

نھی : ننھی ، معصوم ، بے گناہ

نیلك : ایك قیمتی کپڑا (؟)

نِیَم : اصول ، مسلمۂ حقیقت

(و)

واہ : آہ

وائیلا ھونا : فارغ ھونا

وفائی : وفا

والے دروالے : محلہ در محلہ ، منزل بہ منزل

وھام : وھم

وَنْیں : وھیں ، اسی وقت ، اسی جگہ

(ھ)

ھات چڑنا : ھاتھ لگنا

ھات دینا : سہارا دینا ، دستگیری کرنا

ھاك : (۱) چیخ ، (۲) شہرہ ، چرچا

ھَاولے : آھستہ سے ، چپکے سے

ھنسا : ھنسی

ھنگام : موسم ، فصل کاٹنے کا موسم ، موزوں وقت ، شباب

(ی)

یکیلا : اکیلا

یکات : تنہای ، خلوت

یہات : اھانت

کلامِ معظّم بیجاپوری

بتصحیح و تقدیم

ابو النصر محمد خالدی
استاد شعبۂ تاریخ ، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن

۱۹۶۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عمومی مقدمہ

بیجاپور میں معظم تخلص کے ایک صوفی بزرگ ہوے ہیں ۔ متعدد مثنویاں ، چند قصیدے اور کچھ مخمس و مسدس ان کی یادگار ہیں ۔ ان کی غزلوں کا ایک دیوان بھی پایا جاتا ہے ۔ وہ اپنی ایک مثنوی "معراج نامہ" میں لکھتے ہیں :

یہ نامہ جہاں میں ہوا جب تمام
ایگیارہ صدی میں انھے بیست کم
رجب کی ستاویں ہوا یہ تمام
نبی پر ہزاراں درود و سلام

یعنی یہ مثنوی ستائیس رجب سنہ دس سو اسّی ہجری مطابق بارہ ڈسمبر سولہ سو انہتر عیسوی میں تمام ہوئی[1] ۔

---

(۱) "نوائے ادب" چوتھی جلد چوتھا شمارہ بابتہ سنہ انیس سو ترپن ۔

ایك دوسری مثنوی موسوم به گلزار چشت[1] میں برهان الدین غریب متوفی باره صفر سنه سات سو اڑتیس هجری کا[2] ذکر کرتے هوے کهتے هیں:

سچا پیر برهاں هے دست گیر
بدوں کو اپس سوں کیا دست گیر

دیکهو بادشاه یه هندوستان کا
سو اس باغ بستاں گلستان کا

کہتے نام اس کا هے اورنگ زیب
او مقبول حق کا هے بے شك و ریب

لیا شه کی گنبد کا آکر پناه
برکت سوں حق ، شه کے بخشے گناه

یعنی محی الدین اورنگ زیب عالم گیر نے شه کی گنبد کا پناه لیا مراد یه هے که اس کی لاش برهان الدین غریب کی درگاه کے احاطه میں دفن کی گئی - اس سے ظاهر هے که محی الدین عالم گیر کی وفات کے وقت یعنی

---

(۱) فهرست اردو مخطوطات کتب خانه (مختاریه) سالار جنگ صفحه سات سو پچاس فهرست میں "چشت" کی بجائے جنت سهو نظر هے - (۲) روضة الاقطاب : محمد رونق علی - لکهنو ۱۳٤۹ هجری ص - ایك سو پینسٹھ -

اٹھائیس ذیقعدہ سنہ گیارہ سو اٹھارہ ہجری میں معظم بقید حیات تھے -

ان دو مذکورہ اندرونی شہادتوں سے ثابت ہوا کہ معظم کا زمانہ گیارھویں صدی ہجری کا قریباً نصف آخر اور بارھویں صدی کا ثلثِ اول ہے۔

معظم کو بیجاپور کے مشہور بزرگ امین الدین اعلی متوفی چوبیس رمضان سنہ دس سو بچاسی ہجری سے[1] بیعت تھی - چناں چہ خود معظم نے اپنی نظموں میں متعدد بار اس کا ذکر کیا ہے - یہاں صرف چند ابیات بطور مثال نقل کی جاتی ہیں[2] :

امیں سا تجھے دیکھ مرشد ملا تو مشہور ہو تجھ کو شاہد ملا

شجرہ الاتقیاء

اب جا تو بی بیجاپور ہے پور وہاں شاہ پور

رسالۂ وجودیۃ

وہاں امین علی ہے پیر ہے روشن دیکھ ضمیر

ایضاً

مرے پر یہ سب راز کھولے امیں حقیقت انو کا یہ بولے امیں

اسیج مخفی

(۱) روضۃ اولیائے بیجاپور (اردو ترجمہ) سیف اللہ رائچور ۱۳۱٤ ہجری صفحہ ایک سو بائیس - (۲) فہرست اردو مخطوطات کتب خانہ مختاریہ - ص - ایک سو ننیانوے اور آگے -

معظم نے جس جس صنفِ سخن میں اپنے افکار،
بزرگوں کے حالات یا فنِ تصوف کے مسائل قلمبند کئے ہیں
ان سب میں امین الدین اعلی کے ساتھ ساتھ یا ان کے بغیر
"قادر" کا ذکر بھی کیا ہے اور اس کا التزام کیا ہے
کہ کوئی مقطع بغیر لفظ "قادر" نہ لکھا جائے۔ ذیل میں
اِدھر اُدھر سے چند مقطعے بطور نمونہ نقل کئے جاتے ہیں[1]:

مجھ کو امیں علی نے قادر سے کر مشرف
بولے اتا معظم تجھ پر وصال دستا د

عاشق معظم آب ہوا دیکھا ولایت سر بسر
قادر کتے القب ہے اس حیدر کرار کا د

تو شیر ہے حق کا کتے قادر محی الدین ہے
والی معظم کا دیکھو شاہِ جیلانی ہوا د

---

(۱) دیوان۔ خانگی نسخہ بصورت بیاض اور دیوان مخزونہ کتب خانہ مختاریہ۔ ملاحظہ ہو فہرست اردو مخطوطات۔ ص۔ تین سو بیاسی۔ دیوان کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ میں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ اردو ادب۔ بابتہ سنہ ۱۹۵۳ ء
"نظم سی حرفی" کے لئے ملاحظہ ہو: فہرست اردو مخطوطات مختاریہ صفحہ دو سو اکتالیس اور فہرست اردو مخطوطات۔ آصفیہ۔ جلد دوم ص ۲۹۰۔
فہرست ادارۂ ادبیات اردو ج ٤ ص ۹۲۔

هوا تراوك پر غوغا كه ثانی آیا یوسف
نویلا لال قادر شه صورت اے سب پیمبر كا
قصیدہ

قادر هے نام شه كا كیا اسم هے مسمی
کر مجھ كو پنج هزاری معظم دیا اقب د
هے پیر تیرا تو قادر
او حاضر اور ناظر
رسالۂ وحودیه

حیدر هے نام شه كا قادر جسے کہتے هیں
عاجز هے کر معظم کرتا هے او معاف د
قادر نے سن شعر یه بولا مجھے معظم
محرم هے راز سے تُو تیرا هے قال نارك د
سمجھا معظم شه او حیدر آپیں قادر هے یه
تب دیکھ کر خلقت اسے بندہ هے اکثر بولتے د
لام الف مل یك هو آیا، کیوں کر کھولا جاوے
قادر جس پر کرم کرے راز رموزا پاوے
نظم سی حرف

ان مثالوں سے ظاهر هے كه معظم نے '' قادر كا
لفظ کہیں علی بن أبي طالب کرم الله وجه کے لیے استعمال
کیا هے کہیں شیخ عبد القادر جیلانی کے لئے اور کہیں

اس طرح کہ ”قادر“ اور ”حیدر“ ایک ھی مسمی کے دو اسم ھیں اور کہیں امین الدین اعلی کے کسی ایسے خلیفہ کے لئے جن کے نام کا ایک حز قادر تھا۔

اس آخر الذکر بیان سے ذھن امین الدین اعلی کے ایک خلیفہ عبدالقادر لنگا کی (لنگ بند بکسر لام) طرف منتقل ھوتا ھے۔ اگر ایسا ھے تو پھر ماننا پڑے گا کہ معظم کے مرشدِ بیعت تو امین الدین اعلی ھی تھے اور قادر مرشد تربیت جنھوں نے امین الدین کے حکم پر معظم کے مراتب سلوک و مدارج معرفت اپنی نگرانی میں طے کرائے اور یہ بیعت و ارشاد کی تاریخ میں ھرگز کوئی نئی بات نہیں ھے۔

فی الحال ھمارے یہاں کوئی ایسا تحریری وثیقہ نہیں ھے جس کی بناء پر معظم یا قادر کے سوانح حیات کا کوئی جزئی واقعہ ھی متعین طور پر بتایا جا سکے۔ خوش قسمتی سے معظم کے پیش نظر کلام کی نوعیت ایسی ھے کہ اس سے استفادہ کرنے کے لئے اس کے مصنف کے سوانح معلوم کرنا ناگزیر بھی نہیں ھے۔

دکھن کے قدیم اردو شاعروں کے کلام کا مطالعہ اردو زبان کی تاریخ اور اس زبان سے متعلق دوسرے فنون کی ترتیب کے لئے یقینا اساسی اھمیت رکھتا ھے مگر

سب کچھ اتنا ھی نہیں ھے کیوں کہ دکھن کے مسلمانوں
کی تہذیبی و فکری تاریخ کو سمجھنے اور ھوسکے تو اس
کو مرتب کرنے کے لئے بھی دکھنی کلام کا مطالعہ
ناگزیر ھے۔ بسا اوقات ادبی و علمی نوشتوں سے وہ معلومات
حاصل ھوتے ھیں جو سیاسی تاریخوں میں تجسس و تلاش
کے بعد بھی نہیں ملتے۔ اس لحاظ سے اگر کوئی شخص
معظم کے کلام کو اس کے زمانے کی تہذیبی تاریخ کا
ایک ماخذ یا مصدر قرار دے تو غالبا غلط نہیں ھوگا۔

معظم کے کلام کا بیشتر حصہ خالص صوفیانہ حقائق
و معارف پر مشتمل ھے اس لئے اس سے اور اسی طرح
کے دوسرے قدیم صوفیانہ کلام سے معنوی استفادہ اسی
وقت زیادہ کارآمد ھوسکے گا جب کہ تصوف کے مبادیات
اور دکھن کی تاریخ تصوف سے بھی کم از کم اجمالی واقفیت
بطور پس منظر پیش نظر رھے۔

معظم کا جتنا کلام اس وقت پیش ھو رھا ھے اس
کے لحاظ سے مقدمہ میں ان دونوں عنوانوں کا اجمالی بیان
بھی اپنے اور قارئین کے احساس تناسب کو مجروح کئے
بغیر ممکن نہیں اس لئے ان موضوعوں پر دار المصنفین
اعظم گڈھ و ندوۃ المصنفین دھلی سے چھپی ھوئی کتابوں کی
صرف اشارہ کردینا ھی کافی ھے البتہ صوفیوں کے منظوم
کلام کے چند نمایاں اوصاف جیسے ایجازِ بیان و معنوی گہرائی

وغیرہ کی مختصر وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

"ابتدائے ما آخر ہر منتہی است" مطلب یہ کہ فلسفیوں کی عقل وخرد جس منزل پر آکر رُک جاتی اور آگے بڑھنے سے درماندہ و عاجز ہو رہتی ہے وہیں سے صوفیوں کی غور و فکر شروع ہوتی ہے بوہلۂ اول مذکورہ مقولہ شاعرانہ تعلّی یا کمزوری کی ڈینگ معلوم ہوتی ہے لیکن جو لوگ فلسفیانہ مضامین کی گہرائی و گیرائی اور ان کے طرز بیان کی مشکلوں سے واقف ہیں وہ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ روحانی اسرار و رموز کا ادراک کرنا اور پھر اس کو قابل فہم طریقہ سے بیان کرنا کتنا دشوار کام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صوفیوں کا موضوع سخن اتنا دقیق، گہرا اور نازک ہوتا ہے کہ مروجہ زبان و بیان اس کی ترجمانی کرنے سے قاصر رہتے ہیں اس لئے صوفیوں کا کلام بعض اوقات ابہام سے گزر کر اغلاق کی سرحد میں داخل ہو جائے تو کسی کو تعجب نہ ہونا چاہیئے۔

علاوہ برین یہ بھی یاد رہے کہ اکثر صوفیہ کے یہاں شعر ابلاغ علم کا نہیں بلکہ محض اخراج جذبات کا ایک حسین ذریعہ ہے۔ اس نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے ایک مثال پر غور فرمائیے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود متوفی سنہ اٹھانوے ہجری ایک جلیل القدر تابعی ہوئے ہیں آپ کا شمار

مدینه منوره کے نہایت ممتاز فقہا میں ہوتا تھا۔ شاعری میں بھی آپ کا درجہ اپنے ہم عصروں سے کم نہیں تھا۔ جب آپ کے بلند پایہ و دلکش اشعار کی شہرت ہوئی تو کسی نے طنزا پوچھا: حضرت! بایں همه تقوی و ریاضت و زهد و ورع شعر گوئی چه معنی؟ آپ نے فرمایا: ان الصدور لا بد ان ینفث (۱) جس شخص کا سینه بھر جائے اس کا تھوکنا کھنکارنا ضروری ہے (۲) مطلب یہ کہ ہجوم افکار و ہیجان جذبات کو کوئی کب تک اپنے سینے میں دبائے رکھے انہیں باہر نکلنے کی راہ دینی ہی پڑتی ہے۔ عام آدمی اپنے وقت بے تکی باتیں کرتا ہے موزوں طبع شعر کہتا ہے۔ صوفیا کا خیال بھی کم و بیش ایسا ہی تھا وہ سمجھتے ہیں که جوش عشق و مستی زیادہ دیر تک سینے میں بھٹ ار

(۱) یہ واقعہ متعدد عربی مصادر میں مذکور ہے ہمارے زمانہ سے قدیم ترین اور عبید الله کے زمانه سے قریب ترین حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو: البیان و التبیین ـ جاحظ م ۲۵۰ ـ مصر ـ سنة ۱۳۶۷ ـ ج ۱ ص ۳۵ ـ اسی طرح لے ایك اور واقعه کے لئے دیکھئے ـ الجامع لاحکام القرآن ـ قرطبی ـ تفسیر سورہ الشعراء ـ مصر ـ سنه ۱۳۶۳ ـ ج ۱۳ ـ ص ۱۴۸ (۲) یہ عربی طرز تعبیر ہے ـ اردو میں ایك شاعر نے اسی سے ملتا جلتا مفہوم اس طرح ادا کیا ہے۔

دم گھٹا جاتا ہے اس تنگ مکاں میں اے دل!
ہائے تڑپ اور که تسکین ذری ہوتی ہے

نہیں رہ سکتا اس لئے اس کا باہر نکلنے کے لئے بے چین رہنا بالکل فطری ہے ۔ شدید جذبات کی گھٹن سخت تکلیف دہ انقباض پیدا کرتی ہے ۔ شعر گوئی سے یہ انقباض دور ہوتا اور ہیجان کی جگہ سکون و قرار قائم ہوتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایسی شعر گوئی کا مقصد تعلیم و تلقین نہیں ہوتا ۔ اس کے لئے دوسرے ذریعے ہیں ۔ اسی طرح صوفیوں کی شاعری سخن سنجوں کی آفرین و نفرین سے قطعاً بے نیاز ہوتی ہے ۔ ان کے لئے بحر و وزن کا قالب جوش و سرمستی کا ذریعہ اخراج ہے نہ کہ ذریعہ ابلاغ ۔ ایسی صورت میں ان بزرگوں کو صرف و عروض و نحو کے پیچ در پیچ قاعدوں سے بھلا کیا واسطہ ۔ یہ وصاف کہتے اور برملا کہتے ہیں ۔

شعر می گویم بِہ از آب حیات

من نہ دانم فاعلاتن فاعلات

اور اگر بند و قید سے آزاد رہنے والے بزرگوں کو ایسے بے پایاں شوق و مستی کے اظہار کے لئے دکھنی جیسی زبان اختیار کرنی پڑے جو ابھی ارتقاء کی ابتدائی منزلیں طے کر رہی تھی تو پھر ان کے کلام کو سمجھنے میں جو دشواری پیش آئے گی اس کے لئے قاریوں کو پہلے ہی سے اچھی طرح تیار رہنا چاہیئے ۔

گفتار عشق و عقل

آپ جانتے ہی ہوں گے کہ اکثر صوفیہ کے نزدیک خود شناسی اور خدا شناسی کی منزل پر پہنچانے والا قریب ترین راستہ عقل نہیں بلکہ عشق ہے - وہ کہتے ہیں کہ تعلیل و تعقل کی پھیر میں نہ پڑئیے کہ ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اور راہ نمائے عشق کا یہ کہتے ہوئے استقبال کیجئے:

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علت ہائے ما

چوں کہ ہر فرد کی علت بھی قدرا جدا جدا ہوتی ہے اس لئے اس کا مداوا بھی ایک ہی طرح کے عشق سے نہیں ہوتا اس کی وجہ سے قدر مشترک ہونے کے باوجود ہر صوفی عشق کی وہی صورت اختیار کرتا ہے جو اس کے موافق مزاج ہے - اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ ع

عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام

اس صورت واقعہ کی بنا پر اگر کوئی شخص ہمارے صوفی معظم کے متعلق یہ سوال کرے کہ ان کے عشق کا کونسا مقام ہے؟ تو اس کا جواب خود انہوں ہی نے مندرجہ ذیل مثنوی کے ذریعہ دے دیا ہے - اس میں انہوں نے

بتایا ھے کہ: انسان کے دو پیدائشی ساتھی ھیں عشق و عقل ، عقل کہتی ھے: انسان آزاد و بے لگام نہ رھے بلکہ پابندی قبول کرے ، علم حاصل کرے ، اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کرتے ھوئے ھمیشہ سرگرم عمل رھے ۔ عشق کا تقاضہ ھے: انسان یار کے درشن میں محو رھے ، وصل کی لذت میں گم ھوجائے ، عزلت اختیار کرے اور عمر بھر سرمست و متوالا رھے ۔

معظم نے عشق و عقل کے تقابلی تقاضوں کی صرف ترجمانی کرنے پر اکتفا کی ھے ۔ دونوں میں توازن یا توفیق پیدا کرنے کی کوئی راہ نہیں سجھائی اور نہ وضح طور پر یہ بتایا کہ کونسا داعیہ قوی ر ھے ۔ اس طرح توفیق یا ترجیح کا فیصلہ قاریوں پر چھوڑ دیا ھے کہ وہ اپنے اختیار تمیزی سے کام لے کر اپنے سفر حیات میں جس کو چاھیں اپنا رفیق آپ منتخب کرلیں ۔ لیکن اس غیر جانب دارانہ موقف کے باوصف ذرا غور سے دیکھئے تو ان کا رجحان صاف نظر آ رھا ھے اور ان کا سارا کلام اس کی تصدیق کر رھا ھے کہ ؎

جب عقل کہی اٹھ معظم کام کر

اور عشق کہتا قادر سے مل آرام کر

تو انہوں نے عشق ھی کے مشورہ کو قبول کیا اور "قادر"

سے ملنے کے بعد آرام کرنا ھی پسند کیا ۔ جب کبھی استغراق و محویت سے بیدار و ھوشیار ھوے تو انھوں نے اپنے کلام کے ذریعہ ھر سننے والے کے کان پر یہ بات ڈالی کہ ؎

جز یار کچھ دیکھو نکو جنت بھی کوئی گر دے تجھے
دونوں جہاں سے رخ پھرا ، داہر سے دل لا ، ابھلا

اس طرح وہ اپنا تعارف آپ کرا دیتے ھیں پھر زبان حال سے بے تکلف فرماتے ھیں کہ اب جس کا جی چاھے میری طرف اپنی پینگ بڑھائے اور جس کا جی نہ چاھے وہ اپنا شوق کہیں اور پورا کرے ۔

جن لوگوں نے معظم کا ساتھ دیا ان سے تو ھم کو سروکار نہیں البتہ بحیثیت ایک متعلم تاریخ ھمیں یہ جاننے کی خواھش ھے کہ معظم کے جن ھم عصروں نے ان کی اس تلقین پر توجہ کی کیا وہ اپنے معاشرہ کے لئے اچھے ثابت ھوے یا برے ؟ دونوں جہاں سے رخ پھرانے والوں کی روش انسانیت کے لئے مفید تھی یا مضر ؟ اور آیا آرام اپنے کے مجوزہ طریقہ نے زندگی کو خوش گوار بنایا یا ناگوار ؟ راقم الحروف کا خیال ھے کہ جب تک معظم اور ان جیسے بہت سے بزرگوں کے کلام کا ایک معتد بہ حصہ منظر عام پر نہ آجائے ان سوالوں اور ان کے جوابوں کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھئے اور فی الحال یہ دیکھئے کہ اس مثنوی

کا ادبی و فنی حیثیت سے کیا درجہ ہے کیوں کہ اس وقت تو
ہم اس کا مطالعہ ایك ادب پارہ کی حیثیت ہی سے کر رہے ہیں۔

لفظی و معنوی حیثیت سے اردو زبان کا خمیر جن
کلاسیکی زبانوں سے وجود میں آیا ہے ان میں سنسکرت
و ہندی سے تو میں نا بلد ہوں اسی لئے کچھ نہیں کہا
جاسکتا کہ آیا وہاں بھی کبھی عشق و عقل ایك دوسرے
کے مقابل صف آرا ہوے ہیں یا نہیں ۔ عربی شاعری میں
عشق و عقل کی رزم آرائی کا منظر تو دور و نزدیك کہیں
بھی دیکھنے میں نہیں آیا مگر فارسی شاعری میں عشق
و عقل کی پیکار کا نقشہ کئی شاعروں نے کھینچا ہے ۔
یہ موضوع زیادہ تر طویل مثنوی کے ایك جزو کی حیثیت
سے ملتا ہے ۔ اس سلسلہ میں فارسی ادب کے مورخوں نے
سنائی (متوفی پانسو پینتالیس) کے عشق نامہ و عقل نامہ کا
ذکر بار بار کیا ہے ۔

دکھنی شاعروں میں شاید سب سے پہلے محمد قلی قطب شاہ
نے مستقل طور پر اس عنوان کی تحت ایك غزل لکھی تھی
لیکن اس میں عشق و عقل کے تقابل سے متعلق صرف ایك
ہی بیت ہے (دیکھئے دیوان مطبوعہ صفحہ تین سو سترہ) ۔
البتہ ملك الشعراء نصرتی نے ”گلشن عشق“ میں اس موضوع
کا حق حسن اعتدال ، باریك بینی ، خوبی و فصاحت سے ادا کیا

ھے وہ باوجود مرور ایام بے عدیل و بے نظیر ھے ۔
اس کے دیکھنے کے بعد معظم کی درج ذیل مثنوی سننا
بہت فروتر معلوم ھوتی ھے لیکن شاید مختصر اور رواں
دواں ھونے کی وجہ سے یہی مثنوی زیادہ مقبول ھوئی
جس کا اندازہ اس طرح ھوتا ھے کہ قریبا چالیس سال پہلے
کی بات ھے کہ میرے ایک استاد مرحوم شرف الدین، مدرس
مدرسۂ دینیہ مسجد میاں مشك اپنے کھنڈرے شاگردوں
سے ذرا خفا ھوتے تو ظرافت آمیز طنزیہ لھجہ میں کہتے:

کچھ عقل کبھی عالموں سے یار ھو

اور عشق کبھتا علم سے بے زار ھو

افسوس ھے کہ اب میرے یہاں کوئی ایسا ذریعہ
نہیں ھے جس سے یہ معلوم ھو سکے کہ مرحوم کو آیا
صرف یہی ایك شعر یاد تھا یا اس کے کچھ اور اشعار بھی ۔
چوں کہ مرحوم صوفی بھی تھے اس لئے خیال ھے کہ شاید
انھیں اور بھی شعر یاد ھوں ۔

بہر طور سوائے روانی کے اس مثنوی میں اور کوئی
فنی خوبی نہیں معلوم ھوتی مگر جیسا کہ آگے معلوم ھوگا
معظم کا دوسرا کلام ایسا معمولی درجہ کا نہیں ھے بلکہ
اسلوب و بیان کے اعتبار سے وہ اپنا ایك نمایاں مقام رکھتا
ھے ۔ اردو غزل میں سب سے پہلے شاید انھیں نے کثرت

سے تصوف کے مضامین باندھے اگر ایسا ہے تو اردو ادب کی تاریخ ان کا فضل تقدم تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

کلام معظم کی جزوی شاعت کے سلسلہ میں گفتار عشق و عقل کو اسی لئے مقدم رکھنا ضروری تھا کہ اس کی حیثیت ان کے کلام کے تعارف یا پیش لفظ کی سی ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ، نسخہ الف، اس بیاض سے منقول ہے جو میرے ایک عزیز نے کرم فرما نے مجھے مستعار عنایت فرمائی تھی۔

دوسرا نسخہ، ناقص الاول والاوسط، نسخہ ب، ادارۂ ادبیات اردو میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو ادارہ کی فہرست مخطوطات جلد اول صفحہ دو سو پینسٹھ۔
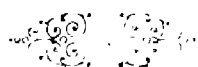
قصیدہ

معظم نے جس جس صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے ان سب میں انہوں نے تصوف کے مسائل بیان کئے ہیں یا پھر اپنے سلسلہ کے بزرگوں کی کرامتیں۔ حسب پسند یا حسب محل و موقع کہیں اس فن کے صرف چند مسائل سے ہی تعرض کیا ہے اور دوسرے مسائل ترک کر دئے ہیں اور کہیں بعض مسائل کی طرف اشارے کنائے کرتے ہوئے دوسری جانب نکل گئے ہیں البتہ صرف ایک قصیدہ ایسا ہے جس میں انہوں نے اپنے طریقہ کی تعلیم کے جملہ افکار و اعمال مکمل طور پر بیان کر دئے ہیں۔ بعض صوفیوں اور فقیہوں وغیرہ کے طریقے کے پیش نظر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معظم نے خود ہی یا اپنے کسی رفیق کی فرمائش پر اپنے پیر بھائیوں کے لئے اپنے سلسلہ کی تعلیم کا ایک مجمل لیکن جامع خلاصہ منظوم کردیا ہے تاکہ جو لوگ تفصیلات میں پڑے بغیر پوری تعلیم و طریقۂ تعلیم سے واقف ہونا چاہیں وہ اس قصیدہ پر ایک نظر ڈال لیں اور راہ سلوک طے کرنے کا ارادہ کرنے والے مبتدی اس کو حفظ کر لیں شاید اسی وجہ

سے معظم نے اس میں قصیدہ کے قدیم سے چلے آنے
والے اجزاء جیسے تشبیب و گریز وغیرہ کی پابندی کرنی
غیر ضروری سمجھی اور قصیدہ کو طول دینے کی بجائے
مطلع ھی میں بتا دیا کہ ع محبو! فرض ھے بوجھنا امر
اللہ اکبر کا، اور آگے صرف اکیس ابیات میں تصوف کا
لب لباب پیش کردیا ۔ اس طرح اس قصیدہ کی حیثیت گویا
ایک ایسے متن کی ھے جس کی تشریح و تفسیر کے لئے اور
کئی نظمیں لکھی گئیں ۔ حقیقت یہ ھے کہ معظم کے پورے
نظام فکر کو سمجھنے کے لئے یہ قصیدہ اجمالی تعارف کا کام
دیتا ھے ۔ اس کو ان کے کلیات کا ایک ایسا منظوم مقدمہ
تصور کیجیے جس میں انہوں نے مختصر طور پر وہ سب
کچھ کہ دیا ھے جس کو انہوں نے دوسرے اصناف سخن
میں تفصیل سے بیان کیا ھے ۔ موضوع سے متعارف ھو جانے
اور مقدمہ دیکھ جانے کے بعد معظم اپنے قاری سے بزبان
میر یہ کہ سکتے ھیں کہ: (بتصرّف)

دیکھا تو ھوگا نظر مبارک سے حال میر
اس پر بھی جی میں آئے تو دل کو لگائیے

قصیدہ پر نظر ڈالتے ھوئے یہ واقعہ یاد رھے کہ
تصوف جیسے دقیق، قدیم و وسیع فن میں اصطلاحوں کی

بہتات لازمی ھے خلاصہ میں اس کی کثرت تو نا گزیر ھے چناں چہ اس قصیدہ میں بھی اصطلاحیں اتنی زیادہ تعداد میں آئی ھیں کہ اکیس ابیات کا قصیدہ صرف اصطلاحوں کا مجموعہ معلوم ھوتا ھے - ایسے الفاظ بھی اصطلاحی معنوں میں استعمال ھوے ھیں جو بظاھر اصطلاحیں نہیں معلوم ھوتے مثلاً زاھد کے معنی صرف حرص و لالچ ھی کا ترک کرنے والا نہیں بلکہ اس میں خدا کی یاد سے اپنی غفلت کو دور کرنے اور اپنی ھستی کے شعور کو ترک کرنے والے کے بھی ھیں - وقس علیٰ ھذا -

راقم الحروف کا خیال ھے کہ اس قصیدہ کے موجودہ قاریوں میں شاید ھی کوئی ایسے بزرگ نکلیں جو تصوف کو اس ذریعہ سے سمجھنا چاھیں - اسی حسن ظن یا سوء ظن کی وجہ سے قصیدہ میں آئی ھوئی اصطلاحوں کی تشریح ضروری نہیں معلوم ھوتی - جہاں جہاں قرآنی آیتوں کا ذکر آیا ھے ان کے مکمل حوالے درج کر دئیے ھیں اور اگر بفرض محال کسی صاحب کو اس قصیدہ میں بیان شدہ تصوف سے دلچسپی ھو اور وہ اس میں آئی ھوئی اصطلاحوں کے معنی متعین کرنا چاھیں تو وہ معظم سے قریب تر زمانہ کے ایک بزرگ محمد حیات متوفی بارہ سو اکاسی ھجری کے رسالوں سے رجوع کر سکتے ھیں جو اردو (دکھنی)

میں لکھے گئے ھیں ۔ ان کے بائیس رسالے " مصباح الحیات " کے نام سے کئی مرتبہ چھپے ھیں ۔ ھمارے سامنے وہ نسخہ ھے جو بمبئی سے سنہ تیرہ سو سولہ میں چھپا تھا ۔

اس قصیدہ کا متن جن دو مخطوطوں پر مبنی ھے اس کی تفصیل یہ ھے ۔

الف : کتب خانہ مختاریہ (سالار جنگ) میں معظم کی ایک مثنوی " گنج مخفی " کے چار نسخے ھیں ۔ ان میں سے ایک نسخہ وہ ھے جس کا نشان ھاشمی مرحوم کی فہرست میں دو سو اکتالیس اور اسی کتاب خانہ کے دار المطالعہ میں رکھی ھوئی قلمی فہرست میں ایک سو انچاس ھے اور یہ نسخہ فن تصوف میں شامل ھے ۔ اس نسخے میں جہاں " گنج مخفی " کا متن ختم ھوتا ھے وھیں سے یہ قصیدہ شروع ھوتا ھے ۔ (اور پھر قصیدہ کے اختتام پر " الف نامہ " شروع کیا گیا ھے ۔ یہ بھی معظم کی ایک نظم ھے جس کا صحیح نام " نظم سی حرفی " ھے ۔ اس میں جملہ اٹھائیس ابیات ھیں ۔ حروف تہجی کے اعتبار سے ھر بیت ایک نئے حرف الف ، ب و ت الخ سے شروع ھوتی ھے ۔ اس کے دوسرے نسخوں کی تفصیل اس کی اشاعت کے وقت کی جائے گی) ۔

ب : قصیدہ کا دوسرا نسخہ معظم کے دیوان (ناقص)
میں ہے ۔ دیوان کا یہ نسخہ کتب خانہ مختاریہ میں ہے ۔
ناقص جلد بندی کی وجہ سے اوراق الٹ پلٹ ہوگئے ہیں ۔
رکابوں سے سلسلہ ملایا جا سکتا ہے ۔ ملاحظہ ہو فہرست
ہاشمی صفحہ ۳۸۳ ۔

استقامت متن کے سلسلہ میں درج ذیل رموز استعمال
کئے گئے ہیں :

خت : خارج از تقطیع ۔
خک : خطائے کتابت ۔
ضش : ضرورت شعری ۔
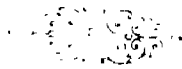
گنج مخفی

اگر آپ نے معظم کا قصیدہ دیکھ لیا ھے تو پھر آپ کو ''گنج مخفی'' (چھپا خزانہ یعنی راز حیات و سرّ کائنات) سے متعارف ھونے میں کوئی دشواری نہیں ھو گی کیوں کہ اس میں انہیں باتوں کی توضیح کی گئی ھے جو اجمالاً قصیدہ میں بیان کی گئی تھیں۔ اس میں نصاب تصوف کی توضیح تو فی الجملہ مختصر سی ھے مگر اس کے تعلیم پانے والوں کی خصوصیتیں تفصیل سے بتائی گئی ھیں کہ جب سالک شریعت و طریقت کی راہ پر چل پڑتا ھے تو اس کی کیا حالت ھوتی ھے، حقیقت و معرفت تک پہنچتا ھے تو کیا کیفیت ھوتی ھے۔ منزل ناسوت و ملکوت و جبروت و لاھوت میں اس پر کیا کیا احوال طاری ھوتے ھیں اور دوران سلوک میں ھر ھر منزل پر جو کئی کئی مقام آتے ھیں وھاں اس کا قیام کیسا رھتا ھے وغیر ذالک۔

مثنوی کی ترتیب و تنظیم پر غور کرنے سے اندازہ ھوتا ھے کہ حمد و نعت و مدح و منقبت تک شاعر کا جوش کسی نہ کسی حد تک آداب شاعری کو ملحوظ

رکھ سکا لیکن چھبیس ستائیس ابیات کے بعد ھی جوش کی فراوانی نے سارے حدود توڑ دیئے اور نظم مضامین درھم برھم ھو گیا۔ مصرعوں اور بیتوں کی روانی کا یہ عالم ھے کہ جب تک نظم ختم نہیں ھو جاتی کہیں رکاؤ ٹکاؤ کی نوبت ھی نہیں آنے پاتی اور خواہ کچھ سمجھ میں آئے یا نہ آئے قاری آخر تک پڑھتا ھی چلا جاتا ھے۔

معظم نے آخر آخر میں فرمایا ھے:

امر پر نبی کے یہ کھولا ھوں میں
یہ سب ڈیڑھ سو بیت بولا ھوں میں۔

معظم جیسے صوفی شاعر کے طبعی جوش و خروش پر امر نبی نے وھی کام کیا جو سمند شوق پر تازیانہ کیا کرتا ھے۔ چناں چہ انھوں نے چھپے خزانے کے دروازے بلا تاخیر جلد جلد کھول دیئے۔ دیکھیے یا داخل ھونے والے جدھر سے چاھیں جیسا چاھیں داخل ھوں اور اپنے اپنے ذوق و ظرف کے مطابق بہرہ ور ھوں۔

گنج مخفی کا متن جن نسخوں کی مدد سے مرتب کیا گیا ھے ان کی تفصیل یہ ھے۔

نسخہ الف: کتب خانہ مختاریہ (سالار جنگ)۔ ملاحظہ ھو فہرست ھاشمی صفحہ دو سو۔

نسخہ ب: ادارۂ ادبیات اردو۔ دیکھیے فہرست جلد اول صفحہ ایک سو اڑتالیس۔ نیز جلد سوم صفحہ دو سو اکاسی۔

یہ نسخہ ناقص الاول ہے ۔ اس کی ابتداء وہاں سے ہوتی ہے ۔ جہاں دوسرے نسخوں میں بیسواں شعر یعنی ع
دیکھو حق سوں رہتے اپیں بے نیاز ۔ الخ ہے ۔

ج : کتب خانہ مختاریہ ۔ دیکھیے فہرست ہاشمی صفحہ دو سو ۔

اس نسخہ کا عنوان " گنج مخفی " کے ساتھ ساتھ آزاد نامہ گفتار معظم بھی لکھا گیا ہے ۔

د : ایضا صفحہ دو سو ایک ۔

ھ : " " "

موجودہ متن کی ترتیب میں ان پانچوں نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے ۔ ان کے اختلاف قراءت حاشیہ میں بتا دئے گئے ہیں ۔

ملحوظہ : انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے مخزونہ اردو مخطوطوں کی ایک نہایت معمولی برائے نام سی فہرست انجمن کے سہ ماہی رسالہ " اردو ادب " بابتہ سنہ ۱۹۵۳ ء (؟) میں چھپی ہے ۔ اس میں " آزاد نامہ معظم " نامی ایک مخطوطہ بھی بتایا گیا ہے ۔ اور بلا تعین مصنف " گنج مخفی " نامی و عنوان بھی لکھے گئے ہیں ۔ وضاحتی فہرست کا مدت سے انتظار ہے ۔ اس کے چھپ

جانے کے بعد ھی متعین طور پر کچھ کہا جا سکے گا کہ آیا یہ وھی آزاد نامہ یا گنج مخفی ھے جو یہاں شائع کیا جا رھا ھے یا یہ کوئی اور ھی کتابیں ھیں۔

عزیز کریم جناب معین الدین صاحب عزمی سلمہ نے مخطوطوں کے پڑھنے وغیرہ میں راقم الحروف کی غیر معمولی امداد کی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

ابو النصر محمد خالدی

۲۷ محرم سنہ ۱۳۸۵ ھ

۲۹-۵-۱۹۶۵ ع
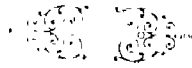
گفتار عشق و عقل

از

معظم

(بحر رجز مسدس سالم)

۱ مجھ حق دیا ہے پیار کر دیکھ یار دو
اك عشق دوسرا عقل ہے دادار یو

۲ مجھ عقل کہتی علم پڑھ لکھنے کو سیکھ
اور عشق کہتا درس کا جا مانگ بھیك

۳ مجھ عقل کہتی عالماں سے یار ہو
اور عشق کہتا علم سے بیزار ہو

٤ مجھ عقل کہتی صوم اور کرنا صلات
اور عشق کہتا حق سے مل پانا نجات

الف میں ہر جگہ عقل کا فعل مذکر لایا گیا ہے
یعنی عشق کہتا اور عقل کہتا۔

۱ ۔ ب = ندارد ۔

۲ ۔ ب = مجھ عقل کہتی علم پڑھ لکھنا سیکھ ۔

٤ ۔ ب = ندارد ۔ الف میں اس کے بعد صرف ایك مصرع یوں ہے :

عقل کہتا قصد کر دینا ملا

پھر اس کو زیر خط کر دیا گیا ہے !؟

٥ مجھ عقل کہتی باندزن کر نام سوں
اور عشق کہتا کام اسے تو حام سوں

٦ مجھ عقل کہتی کام کرنا ھے ثواب
اور عشق کہتا رات دن پیما شراب

٧ مجھ عقل کہتی شہ سے مل انعام لے
اور عشق کہتا ھے سو دولت چھوڑ دے

٨ مجھ عقل کہتی نفس اندھا ھے بری
اور عشق کہتا چھوڑ پیری فقیری

٥ ۔ باندزن : عقد ازدواج کا ترجمہ ۔ یعنی بیاہ کر تاکہ اولاد ھو اور تیرا نام باقی رھے ۔ الف میں " کر نام " کی بجائے " نیک نام " ھے ۔

٦ ۔ ب = " صواب " ۔ اس روایت سے بھی شعر بامعنی ھی رھتا ھے لیکن ثانی مصرع کے لحاظ سے " ثواب " زیادہ مناسب ھے جیسا کہ الف میں ھے ۔

٨ ۔ الف = ندارد ۔ اور ب میں اس طرح ھے : (ناموزوں)

مجھ عقل کہتی نفس اندھا ھو کے ھے بری
ھور عشق کہتا چھوڑ دے پیری فقیری

استقامت وزن کے لئے " فقیری " کے قاف کو باسکون اور یائے اول کو متحرک پڑھا جائے ۔

۹ مجھ عقل کہتی سیکھ بچھ کیا گری
اور عشق کہتا چھوڑ گر بازی گری

۱۰ مجھ عقل کہتی زر خرچ کر لے قضا
اور عشق کہتا چڑ کے تازی کر غزا

۱۱ مجھ عقل کہتی اٹھ معظم کام کر
اور عشق کہتا قادر سے مل آرام کر

---

۹ – کیا گری – کیمیا گری – کیمیا کے دوسرے یا کی تخفیف برائے وزن ھے –

۱۰ – یعنی غروہ میں اپنی طرف سے کسی اور کو رقم دے کر " حج بدل " کی طرح " غزوہ بدل " کر دے – اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈال – بشرطیکہ یہ شعر ایسا ھی ھو جیسا کہ نقل کیا گیا ھے –

الف میں کہیں ' ھور ' کہیں ' اور ' – اسی طرح کہیں ' سوں ' کہیں ' سیں ' اور ' سے ' – یہاں ھر جگہ " اور " و " سے " رکھا گیا ھے –

قصیدۂ معظم

(بحر ہزج مثمن سالم)

١ محبان فرض ہے بوجھنا امرُ اللہ اکبر کا
جو اَفْلا تُبصرو ہوایا سو کیا ہے رمز داہر کا

٢ لوازم سب ہو آیا ہے پچھات پہانچ کر چُکنا
جو یاں اندھا سو واں اندھا خبر ہے روز محشر کا

٣ غرض ہے پھر کے آنا ہیں اسی تے عرض کرتا ہوں
نباڑا بیگ کر اپنا عزیزاں پیش، بستر کا

---

١ ـ ع ١ ـ بوجھنا : استقامت وزن کیلئے بُجھنا پڑھیے،
ع ٢ ـ افلا بر وزن اکلا ـ ضش ـ
امر اللہ سے سورۃ الاسراء کی آیت نشان پچاس مراد ہے ـ
یعنی " یسئلونك عن الروح ط قل الروح من امر ربی الخ " ـ
أفلا تبصرو " تنزیل میں أفلا تبصرون الخ تین جگہ ہے :
(١) القصص ـ آیت نشان ٧٢ ـ (٢) الزخرف ـ آیت نشان ٥١ ـ
(٣) الذاریات ـ آیت نشان ٢٠ و ٢١ ، معظم کا اشارہ اسی آیت کی طرف ہے ـ
٢ ـ "جو یاں اندھا الخ" اس سے سورۃ الاسراء کی آیت نشان ٧٢ مراد ہے یعنی " و من کان فی ھذہ اعمی الخ " ـ
٣ ـ ع ٢ ـ نباڑا ـ اہتمام ـ انصرام ـ

٤ جو طالب طلب دھرتا ھے خدا سوں وصل ھونا کر
پٹی پڑھ مَن عَرَف کے ھور درس لیے راہ راھبر کا

٥ مقاماں ھور منزل کو جو لیاوے چار رھبر سوں
رفیق ایسا اچھے رَہ پر جو واقف خیر ھور شر کا

٦ نَفس دل روح سوں تجھ کوں کرے یسر نور سوں اشنا
سو بعد از نور میں دیکھے تو دستا ذات انور کا

٧ اول زاھد سوں عارف ھو سو بعد از عاشق واصل
وراوُل ور اھے درجہ (جو) چل کو باٹ سَرور کا

٨ ھوا نیں حق ستے واصل علِم تحصیل کیا تو کیا
پچھانت ایك نکتہ ھے عبث کیا کام دفتر کا

---

٤ – ع ۲ – پٹی – اصلاً بتشدید تائے ھندی (یہاں ضرورتاً بتخفیف) بچوں کو پڑھانے کے لئے مستطیل تختی جس پر حروف لکھے یا کھدے ھوے ھوں – "من عرف" اشارہ ھے صوفیہ کے قول کی طرف "من عرف نفسہ فقد عرف حقہ یا ربہ" –

٦ – ع ۱ – نفس بروزن عبث ، اشنا – آشنا –

٧ – ع ۲ – وراول ور: وراء الوراء – ب = ... جو چلے سو راہ سرور کا – اس کے بعد اسی میں ایك اور بیت اس طرح ھے :

ھو مشھود دیکھتا کہتے ھیں برزخ کبری (ناموزوں)
اسی سے اس کو پاتا ھے یہ مشھور قول حیدر کا

٨ – ع ۱ – علِم – بحرکتین ، تحصیل کی یا – خت –

۹ زهد کر زاهداں مرتے عجب ہے مشربِ رنداں
تفکر ساعت کا کرتے عبادت برْس ستّر کا

۱۰ فنا فی الله هو اوّل توں و شاهد هو رهنا باقی
نقابِ کبریا میانے وصل ماہِ منوّر کا

۱۱ کِتَنِك عوّام کہتے هیں جو ظاهر دیکھنا حق کوں
جو کچھ دستا سو فانی هے اسا کیوں روپ یاور کا

۱۲ بجز دیدار ای سالك! نه منگ فردوس هرگز توں
بہت سب میں تفاوت هے مونث هور مذکّر کا

۱۳ امید لا تقنطو کی رکھ نه کر کچھ فکر هرگز توں
وه مالك هے دو عالم کا وه رازق بحر هور بر کا

۱۴ شهادت پانچ تن سوں هو جو بانچے تو کَنہے شہدا
لقب عشاق اس کا هے وه محرم رازِ دلبر کا

۹ ــ ع ۲ ــ ساعت کا عین ــ حث ــ

۱۱ ــ ع ۱ ــ عوام بتشدید واؤ ــ ضش ــ

۱۳ ــ ع ۱ ــ امید کی یا ــ خت ــ ب = ... فکر ای سالك ــ
"لا تقنطوا" اشاره هے سورة الزمر کی آیت نشان ۴۹ و ۵۳
کی طرف ــ

۱۴ ــ ع ۱ ــ باچنا : بولنا ، گفتگو کرنا ــ ب = شهادت چہارتن
سوں الخ ــ

۱۵ قتل کر پانچ موذیاں کوں ایذا تج نیں دیے تب لگ
نکل شش جہت سوں باھر لے مارگ لا مکاں گھر کا

۱۶ نہ پڑ شش غفلتاں میں توں اگر ہے عاشقِ صادق
کدھیں پنج گنج پاوے توں تو مالک ہفت کشور کا

۱۷ حدود العلم حتّی یعرف اللہ کر خبر دیتا
نگہ کر تو بطوں میں تو جو ہووے تج کشف برتر کا

۱۸ نفی کر سات مستیاں کوں جو ہووے اثباتِ حبِ مولا
قُرب کا محل پاوے تو وہ صاحب تخت افسر کا

---

۱۵ ـ ب = نکل شش جہت سوں حارج اے ملک لا مکاں
بر کا (؟) ـ

۱۶ ـ ع ۲ ـ پنج کا نون ـ خت ـ ع ۱ ـ ب = نکل شش غفلتاں سوں
توں اگر الخ ـ ع ۲ ـ ب = کہیں پنج گنج الخ ـ

۱۷ ـ الف و ب = حدود العلم .... خبر دیتا ہے حق تجھ کو ـ
" ہے حق تجھ کو " قطعاً زائد اور خطائے کتابت ہے ـ
" حدود العلم حتی یعرف اللہ " علم کی حد یہ ہے کہ انسان اللہ کو
جان لے ـ یہ قرآن یا حدیث رسول اللہ صلعم کا کوئی ٹکڑا
نہیں ہے بل کہ کسی صوفی کا قول ہے ـ

۱۸ ـ ع ۲ ـ قرب بحرکت رائے مہملہ ـ ضش ـ

۱۹ هوا تِرلوك پر غوغا كه ثانی آئیا یوسف
نویلا لال قادر شاه صورت لے سب پیمبر كا

۲۰ وهی هر راه دکھلانے امین الدین هو آیا
وه شافع روزِ محشر هے وه ساقی حوضِ کوثر کا

۲۱ معظم تو بنده هو ره، خدا هونا تو مشکل ئهیں
سمجھ محیط مطلق کوں مدد لے داد داور کا

---

۱۹ - ع۲ - صورت کا واؤ - خت - ب = نویلا شهنشه قادر ولی صورت سب پیمبر کا - خك -

۲۱ - ع۱ - بنده کا نون - خت - ع۲ - محیط کی حائے حطی مشدد - ضش -

گنج مخفی

از

معظم

(بحر متقارب مثمن سالم ، عروض و ضرب ، حسب ضرورت کہیں محذوف ، مقصور وغیرہ)

۱ الٰہی تُہیں قادرِ ذو الجلال
تو صاحب جمیلُ یُحبُّ الجمال

۲ سمیع بصیرٌ علیمٌ حکیمْ
تو خالق تو رزق رؤُف الرحیم

۳ تو دانا تو بینا علاّمُ الغیوب
تو مومن مُہیمن کشّافُ قلوب

الف : مختاریہ (سالار جنگ) نمبر ۲٤۰ از روئے فہرست ہاشمی و نمبر ١٤٨ فہرست قلمی –

بے : ادارۂ ادبیات اردو – ٦٥٥ – فہرست ج ١ ص ١٤٨ و ج ٣ ص ٢٨١ –

جیم : مختاریہ ٢٤١ ہاشمی – ١٤٩ قلمی –

دال : مختاریہ ٢٤٣ ہاشمی – ٢٧ قلمی –

ھ : مختاریہ ٢٤٢ ہاشمی – ١٥٠ قلمی –

٣ – دال = ندارد –

٤ منگا دیکھنے آپ قدرت منے
نپا کر تو دیکھا ھے خلقت منے

٥ نکل شوق سوں گنج مخفی کے بھار
رسول ھو کے آیا ھے تو آشکار

٦ محمد کے کر نور کا آئینہ
اُسی آئینہ میں کیا معائنہ

٧ نبی کو بنایا اپس نور سوں
دیا روشنی سب کو اس نور سوں

٨ نبی کو خلافت دی نائب کیا
نبی کو کیا خاتم الانبیا

٩ نبی کے مقرب دیا چار یار
اتھے یار دل دار وہ غم گسار

١٠ نبی کا نیابت علی کو دیا
علی کو تو شاہ ولایت کیا

١١ علی کے دیا ہات حب ذوالفقار
ھوا دین سب سوں دیکھو آشکار

٤ ــ بے = بناں کر الخ ــ جیم = بنا کر الخ یعنی بتقدیم باے موحدہ ــ
٥ ــ جیم = رسول ھو کے آیا ھے تو اس بچار ــ
٧ ــ دال = نپایا ــ نون کے بعد باے فارسی ــ
٩ ــ جیم = ندارد ــ
١٠ ــ بے و دال = ولایت خلعت علی کو دیا ــ

۱۲ کسی پر کرم کر تو شاهی دیا
کسے تخت تو مرغ ماهی دیا

۱۳ کسے ملك دے کر کیا هے امیر
کسی کو کیا هے فقیر و حقیر

۱٤ گونا گون خلقت بنایا هے تو
عجائب غرائب بسایا هے تو

۱۵ ولے بے نوا کا عجب جوگ هے
عجب جوگ اں بھوگ سنجوگ هے

۱٦ چمن میں سو جیوں سرو شمشاد هیں
فقیروں سنے پوچھ آزاد هیں

۱۷ فقیری پہ قائم هے وہ مستقیم
امر جیوں کئے هیں نبی کریم

۱۸ الله کو وہ دنیا میں دیکھتے
وہ دیکھتے هیں تو ایك کر دیکھتے

۱۳ ـ الف = کسے ملك میں دیکھ کیا هے امیر ـ
۱۵ ـ جیم = دونوں مصرعوں میں جوگ کی بجائے جوانی، بجم و رسی ـ
۱٦ ـ دال = چمن میں سرو جوں که شمشاد هے ـ
۱۷ ـ دال = یہ
فقیری په قائم هے وہ مستقیم امر جو کئے هیں نبی کریم
۱۸ ـ دال و جیم = ندارد ـ

۱۹ امر ہے خدا کا تو دنیا میں دیکھ
میں منگتا ہوں اکثر فقیروں کی بھیک

۲۰ میں پھرتا ہوں عالم میں جیوں ہے قمر
سو جیوں چودویں رات دستا چندر

۲۱ نبی کی مجالس میں رہتے ہیں وہ
چھپے راز تب کھول کہتے ہیں وہ

۲۲ نبی کے مقرّب چہار یار ہیں
سچے اوچ اصحابِ کُبّار ہیں

۲۳ ابا بکر اور عمر عثمان مل
علی اور نبی سوں اتھے ایک دل

۲۴ علی کی ولایت کو حق جانتے
بجز پانچ تن کس کو نئیں مانتے

---

۱۹ - جیم = امر یو خدا الخ - اور دال میں یوں ہے :-
امر ہے خدا کا تو دنیاں میں دِکھن
میں پھرتا ہوں اکثر فقیروں کے سنگ

۲۰ - جیم و ہ = ... دسیا چندر - بصیغۂ ماضی -

۲۱ - جیم = مجھے راز تو . . . . -

۲۲ - الف = :-
نبی کے مقرب یہی چار ہیں سمجھتے وہ اصحاب کبار ہیں

۲۳ - جیم = ندارد -

۲۵ وہ برحق سمجھتے ہیں بارہ امام
دل و جاں سوں بھیجو درود و سلام

۲۶ سچا پیر ان کا محیؑ دین ہے
کتے میر ان کا محی دین ہے

۲۷ بہت یار ان میں تو چشتی اہیں
دنیا دین کے سچ وہ بہشتی اہیں

۲۸ ہر یک خانوادے میں طالب ہیں وہ
ہر یک علم میں توچہ غالب ہیں وہ

۲۹ وہ شہ بانوا سچ ہیں قدرت منے
دیکھو کیوں وہ رہتے ہیں عزت منے

۳۰ سدا فقر و فاقہ تو دن رات ہے
برگ بے نوائی بہ اوقات ہے

۳۱ دنیا دین سوں کام دھرتے نہیں
کبھی حق کو بے زار کرتے نہیں

۳۲ دیکھو حق سوں رہتے ہیں کیوں بے نیاز
سدا حق ہے ان سوں آپیں با نیاز

---

۲۹ - جیم و ھ = و شہ بے نوا الخ -
۳۱ - بے و دال = کدھیں حق الخ -
۳۲ - بے = دیکھو حق ہے ان پر الخ -

۳۳ مربی کی خدمت فرض جانتے
مربی کو معبود کر مانتے

۳٤ حضوری سوں غائب وہ ھوتے نہیں
عبث دم وہ نا چیز کھوتے نہیں

۳۵ ھر یک شئے منے ایک کو دیکھتے
اسی ایک میں سب کو او ایکھتے

۳٦ نفی کر آپس کو مربی منے
مربی کو دیکھے ھیں ربی کنے

۳۷ اگر کوئی ھوتا ھے فانی فی اللہ
وہ رھتا ھے حق ھو کے باقی باللہ

۳۸ عبادت وہ باطن میں کرتے مدام
سدا صوم باطن میں دھرتے مدام

۳٤ - جیم و دال = حضوری سوں وہ غائب تو ھوتے نہیں (ناموزون
اور دوسرا مصرع صرف جیم میں اس طرح ھے :
عبث دم وہ ناحق تو کھوتے نہیں

۳۵ - جیم = ھر یک شئے منے ایکوں دیکھتے -
دال = ھر یک شئے منے یک کوں یک دیکھتے -

۳٦ - الف و ھ = ... ربی منے -

۳۷ - الف و دال و ھ = اگر کوئی جو ھوتا الخ -

۳۸ - جیم = سدا جیو باطن الخ -

۳۹ زباں سوں تو وہ ذکر حق کریں
وہ دل میں سدا اپنے قلبی دھریں

۴۰ کریں ذکر روحی وہ اِت شوق سوں
وہ رہتے ہیں سرّی منے ذوق سوں

۴۱ خفی حال دائم ہے ان پر مدام
وقسری دستے نت ودسو بر تمام

۴۲ شریعت تو ان کا دیکھو قال ہے
طریقت اسو کا تسو اعمال ہے

۴۳ حقیقت ہے احوال ان پر مدام
دیکھو معرفت سب کھولا ہے تمام

۴۴ اول سیر کرتے ہیں ناسوت کا
وہ تب ذوق لیتے ہیں ملکوت کا

۴۵ ہمیشہ وہ رہتے ہیں جبروت میں
کدھی جا کے بستے ہیں لاہوت میں

۳۹ ۔ بے = زباں سوں تو الخ ۔
جیم = سدا دل میں اپنے وہ قلبی دھریں ۔
الف = حق کرے ، قلبی دھرے ۔ صیغۂ واحد ۔
۴۰ ۔ جیم = . . . روحی اوات شوق سوں ۔
بے = . . . روحی اوتا شوق سوں ۔
۴۲ و ۴۳ ۔ الف = ندارد ۔

٤٦ انو کا وهاں لك تو مرحد اھے
جہاں باجتا گھانٹ آن حد آھے

٤٧ هر یك کے وحوداں کتے چار هیں
شجر جیوں ثمر سات پُر بار هیں

٤٨ هر یك تن سو یك راہ جاتی ھے چل
تو مشکل کتے ان پہ هوتا ھے حل

٤٩ سفر دیکھ طاهر تو بیٹھے هیں او
ولے سیر باطن میں کرتے هیں او

٥٠ وہ کرتے هیں باطن میں روزہ نماز
کُھلا ھے انوں پر تو راز و نیاز

٥١ بجز ان کو رویت تو کچھ کام نیں
بجز حق کو دیکھنے کے آرام نیں

٥٢ کریں فکر یك مین وہ درس کا
عبادت ادا ھے ستّر برس کا

---

٤٧ ـ دال و ھ = . . . گھاٹ وهاں حد ھے ـ
٤٨ ـ دال = هر یك تن سوں جاتے هیں یك راہ چل ـ
٤٩ ـ الف = . . . ظاهر تو پھرتے الخ ـ
دال = ظاهر میں پھرتے الخ ـ
٥٠ ـ دال = او باطن میں کرتے هیں روزہ نماز ـ
٥٢ ـ دال = . . . یك پل میں الخ ـ

٦١ مجرّد رهو کر هے قرآن میں
مفرّد رهو کر هے فرقان میں

٦٢ جریدے مجرّد هو رهتے هیں دیکھ
هو شُغل عُشق سو فارغ مفرّد هیں دیکھ

٦٣ نه چِلّه دهریں اور نه نقشاں بهریں
نه مالا جپیں وه نه تسبیح کریں

٦٤ نه کرے کدیں دیکھ او کیمیا
نه لیتے کدیں نام او سیمیا

٦٥ نه دارو کریں کِس کی هو کر حکیم
سمجھتے هیں حق کو غفور الرحیم

٦٦ نه کھیتی کریں وه نه سیںچیں کملا
بجز بهیك دیگر نهیں کچھ حیله

٦٧ زراعت کریں مزرعه الآخره
تجارت کریں مِلّتُ الباهره

٦٨ نه وه علم پڑھتے نحو صرف کا
سدا درس اپنے هیں مَنْ عَرَفْ کا

٦١ ـ دال = ندارد ـ
٦٤ و ٦٥ ـ بے = ندارد ـ
٦٦ و ٦٧ ـ جیم = ندارد ـ اور دال میں دوسرا مصرع یوں هے :
بجز بهیك ان کو نهیں کچھ بهلا ـ ''مزرعه'' بحذف هائے هوز پڑھیے ـ
٦٨ ـ بے = سدا علم پڑھتے الخ ـ جیم = سدا درس پڑھتے الخ ـ

۶۹ وہ تعویذ طومار کرتے نہیں
کرامت دکھا پیٹ بھرتے نہیں

۷۰ ترک کر کے سب کفر اسلام کو
کہے ہیں مردی کے یک نام کو

۷۱ نہ مہدی نہ سنی نہ وہ خارجی
نہ دھری نہ یزدی نہ وہ رافضی

۷۲ فقیری دیکھو ان پہ کیا [illegible] ہے
سو زندی انو پر سزاوار ہے

۷۳ نبی نے کہے ان کو مذھب نہیں
یو صوفی ہیں مذھب سوں مطلب نہیں

۷۴ [illegible]رہ میں تو وہ جبہ بہں باندتے
بیاباں میں جنگل میں تو [illegible]ندتے

۷۰ ۔ جیم == ترك دیکھ سب الخ ۔ جیم و دال == دوسرے مصر
میں " کہے ہیں " کی بجائے " رکھیں ہیں " ۔
اسی شعر یعنی (۷۰) کے بعد صرف دال میں ایك بیت یوں ہے
خدا کا فرض یو بڑا کام ہے
نبی کا امر یو چہ اسلام ہے
۷۱ ۔ جیم میں یزدی کی بجائے زیدی اور دال میں ضدی ۔
۷۴ ۔ دال == . . . تو جبہ نہیں باندھتے ۔

برابر نزیك ان کے شاہ و گدا
گدا پر نظر کر کریں بادشا
سدا چار تن سوں وہ ہو کر شہید
کتے حق سوں پاتے ہیں خلعت جدید
دوبارہ تو وہ کوئی مرتے نہیں
کتے توچہ مرنے کو ڈرتے نہیں
نبی پر ہوئے ہیں وہ شیدا کتے
لقب توچہ عالم میں شہدا کتے
کتے توچہ ملتے ہیں معبود سوں
وصل توچہ پاتے ہیں موجود سوں
وہ ظاہر تو ہیں رند ملحد نماں
ولیکن ہے باطن میں امن و اماں
یو ظاہر لئے بھیك بھگوان کا
والے کھیل باطن میں سبحان کا
مقرب سدا حق سوں رہتے ہیں وہ
وہی حال اور قال رکھتے ہیں وہ

الف — کتے توچہ پاتے الخ —
ب اسی نسخہ یعنی دال میں تین ابیات کی تقدیم و تاخیر ہے —

ب — یو ظاہر دستے بھیك الخ — ب و جیم و دال میں :
والے کھیل باطل میں رحمان کا —

۸۳ موذی پانچ رہتے ہیں تن میں کُبَل
اوّل ان کو کرنا کہتے ہیں قتل

۸٤ پچھیں شش جہت سوں نکلتے ہیں بہار
شہادت کے دریا سوں ہوتے ہیں پار

۸۵ کتے چھیچ غفلت ہے انسان میں
ضرر اوچ دیتے ہیں ایمان میں

۸٦ اسے دور کرتے سو چوسار ہیں
اسے دور کرنے سو یو یار ہیں

۸۷ اَمارے کو دل میں سوں کرتے ہیں دور
حوا خمس کو مار کرتے ہیں چور

۸۸ حواھر کہتے پانچ ہیں بے بدل
جن حوب رکھتے ہیں ان کو اوّل

۸۹ بڑے مرد سارے یو آزاد ہیں
دیکھو سب سوں نیارے یو آزاد ہیں

۹۰ دنیا کے ہیں طالب مخنّث کہتے
ہیں جنت کے طالب مؤنّث کہتے

---

۸٦ ۔ دال = ... وہ ہوشیار ہیں ۔
۸۷ ۔ جیم = ہوا حرس کو الخ ۔
۸۹ ۔ الف و ھ = برے مرد سارے الخ ۔
۹۰ ۔ بے = دنیا کیچ طالب الخ ۔
مخطوطوں میں طالب دنیا مخنث اور طالب جنت مونث ہے مگر مشہور یوں بھی ہے کہ : طالب دنیا مونث ، طالب عقبی مخنث اور طالب مولا مذکر ۔

۹۱ جو طالب خدا کے سو وہ مرد ہیں
جو کوئی مرد ہیں ووچ نُر درد ہیں

۹۲ یہی لوگ ہادی ہیں رہبر کہتے
انو لوچ نَر ہور مدکر کہتے

۹۳ یو عالم تو شاکر ہے گزران پر
وہ معبود شاکر ہے ایمان پر

۹۴ وہ محیط کہتے کیوں و مطلق ہے کیوں
وہ بندہ کہتے کیوں ہے ہور حق سو کیوں

۹۵ مرے میں یو تیں میں کہتا کون ہے ؟
مرے میں خدا ہو رہتا کون ہے ؟

۹۶ یو مرشد سوں سنتے ہیں جب راز یو
تو دستے ہیں عالم میں شہ باز ہو

۹۷ وہ زاہد ہیں عارف ہیں عاشق کہتے
وہ واصل ہیں دستور سابق کہتے

۹۸ ولیکن اپس کو چھپاتے ہیں وہ
دیکھو تو چہ عالم کو بھاتے ہیں وہ

---

۹۲ ۔ الف = نر اور مفرد کہتے ۔
۹۴ ۔ الف = مطلق ہے کون ، . . . حق ہے کون ۔
۹۶ ۔ الف = راز وہ . . . . باز وہ ۔
۹۷ ۔ جیم = عارف وعاشق ، . . . واصل ودستور . . . ۔

۹۹ سروپا برھنے وہ پھرتے ہیں دیکھ
دیکھو گیند کر سر کو دھرتے ہیں دیکھ

۱۰۰ دیکھو سر گشتہ ہیں کیا ہے ریا
نہیں کچھ انوں میں دیکھو رُو ریا

۱۰۱ وہ جنت سوں کچھ کام دھرتے نہیں
جہنم سوں کچھ باك دھرتے نہیں

۱۰۲ اگاڑی پچھاڑی او رھتے نہیں
بچی ھور انچی کس کی سہتے نہیں

۱۰۳ بزرگی کو اپنی رکھے عرش پر
دیکھو بھیك منگتے ہیں کیوں در بہ در

۱۰۴ کتے عاشقاں تو چہ عشاق ہیں
ہمیشہ وہ مرشد کے مشتاق ہیں

۱۰۵ نظر میں انو کے وہ سبحان ہے
زباں میں کتے سیفِ برھان ہے

۱۰۶ سدا اپنے باطن میں کرتے سجُود
ہمیشہ وہ کرتے تلاوت وجود

۱۰۷ دعا بد دعا کس کو دیتے نہیں
وہ یونچی انکا اپنے لیتے نہیں

---

۱۰۲ - ب = ... کس کی سہتے نہیں -

۱۰۸ اسم بسا مسمّی ھے ان پر گدا
دیکھو کیوں وہ رھتے ھیں مفلس سدا

۱۰۹ نفی ذات میں دو کے اثات ھیں
وہ آزاد ھیں ورآن ذات ھیں

۱۱۰ فقیری عنایت ھدایت سوں ھے
عطا سب کو شاھی ولایت سوں ھے

۱۱۱ فقیروں کے حق پر اَمر کیوں ھے دیکھ
اول دیکھ حق لو پچھیں بول ایک

۱۱۲ اول اپنے ن کی وہ کرتے شناس
کتے توجہ ھوے ھیں وہ حق شناس

۱۱۳ بہت یاد میانے کی کرتے نماز
اسے یاد رکھنے میں کھلتا ھے راز

۱۱٤ امر ھے تمہیں حق سے یاری کرو
حضور بیٹھ کر جان نثاری کرو

---

۱۰۹ - جیم = دونوں مصرعوں کا قافیہ "ھیں" بجائے "میں"۔

۱۱۳ - الف = بہت یاد میاں اور رھتے نماز۔
بے = ... کھولتے راز۔

۱۱٤ - الف = حضور نبٹ کر الخ۔

۱۱۵ قلندر کتے دید بانی کے تئیں
قلندر کتے جان فشانی کے تئیں

۱۱۶ اسی وضع یاری یو کرتے ہیں یار
سدا یار پر دیکھ ہوتے نثار

۱۱۷ ملاتے ہیں وہ نور کو نور میں
ندی جوں کہ ملتی ہے سمدور میں

۱۱۸ خدا سات رل مل کے ہوے ہیں ایک
اُسی کا دیکھو اوچہ لیتے ہیں بھیک

۱۱۹ خدا سات ملنے کو یک وقت ہے
نبی نے کہے وقت وہ سخت ہے

---

۱۱۶ - جیم = ندارد اور دال میں ایک زاید شعر اس طرح ہے
انوں پر ہمیشہ ہے ذکّر تمام ہمیشہ انوں پر ہے فکّر تمام
اور اسی نسخہ میں متن کا شعر نشان ۱۱۶ اس طرح ہے:
دیکھو توچ یاری کرتے ہیں یار سدا یار پر الخ .....
اس کے بعد ایک اور زاید شعر اس طرح ہے:
اول دیکھو ملتے ہیں او سات سوں
انپڑتے ہیں تب حق کے او ذات کوں
۱۱۸ - بے = دیکھو کیوں او لیتے ہیں بھیک -
دال = دیکھو کیوں اسی کا چ الخ -

۱۲۰ نہ واں کچھ وساطت نہ کس کا گزر
ملائک مقرّب نہ مرسل دگر

۱۲۱ سدا واں اِنو کا کتے سیر ہے
سدا واں اِنو کا دیکھو طیر ہے

۱۲۲ وہاں جا کے "میں" تو سو جاتے گزر
بجز حق کتے واں نہیں کچھ دگر

۱۲۳ خدا باج واں کوئی بستا نہیں
خدا باج واں کوئی دستا نہیں

۱۲٤ عجائب یو منزل ہے لاہوت کا
وہاں غلغلہ سب ہے ہا ہوت کا

۱۲۵ اپس کو نفی کر اپے ایکھتے
تو حق کی نظر سوں حق دیکھتے

---

۱۲۰ – بے = نہ واں کچھ وسعت الخ –
بے و ر دال = نہ واں کوئی اشنا نہ کس کا گزر –
۱۲۱ و ۱۲۲ – جیم میں مقدم و موخر اور ۱۲۱ کا دوسرا مصرع
اس طرح ع : سدا سیر ہوز واں سدا طیر ہے – اور ب میں :
سدا سیر ہے ہوز سدا سیر ہے –
۱۲۲ – جیم = بجز حق کے واں نئیں کتے کچھ گزر –
۱۲۳ – جیم = خدا باج واں کچھ دستا نہیں –
۱۲۵ – دال = نفی کر اپس کوں الخ –

۱۲۶ قرّب کا محل ان کے آتا ھے ھات
جہں ایك ھوتا ھے ذات و صفات

۱۲۷ ھر ایك رنگ میں جوں کہ ملتا ھے آب
دیکھو کیوں وہ دریاچہ ھوتا حباب

۱۲۸ یملے پر تو یو ناؤں رھتا نہیں
ندی کو ندی کوئی کہتا نہیں

۱۲۹ نصیحت نبی ھور علی حوں لئے
مقرّب خدا کے ولی جوں گئے

۱۳۰ اسی وضع کرتے ھیں اکثر یو حوگ
نہیں جوگ کرے وہ کرتے ھیں بھوگ

۱۳۱ سدا عشق میں مست ماتے ھیں کیوں
درّس یار کا دیکھ راتے ھیں کیوں

۱۳۲ کدیں مے محبت کی چکتے ھیں وہ
چھپی بات تب آکے بکتے ھیں وہ

۱۳۳ یو مردانِ حق کچھ خدا تو نہیں
و لیکن خدا سے جدا بھی نہیں

۱۲۸ - بے = ندارد اور جیم و دال میں تقدیم و تاخیر -
۱۲۹ - الف = علی اور نبی -
۱۳۰ - دال = " وضع " کی بجائے " وجہ " - دال اور الف
" وہ " کی بجائے " ھیں " -
۱۳۲ - جیم = چھپے راز تب الخ -

۱۳۴ سدا عیش کرتے ھیں مل یار سوں
سدا مل کے رھتے ھیں دل دار سوں

۱۳۵ عجائب یو کسوت ھے جبّار کا
عجائب یو برقہ ھے کرتار کا

۱۳۶ فقیری عنایت ھدایت سوں ھے
عطا سب کو شاہِ ولایت سوں ھے

۱۳۷ فقیری عنایت نبی پر کیا
یہی داق معراج میں حق دیا

۱۳۸ احد اور احمد میں ھے میم ایک
اسی میم سوں دو ھوے ھیں یو دیک

۱۳۹ جسے غین کہتے سو وہ عین ھے
ھوا ایک نکتہ سو وہ غین ھے

۱۴۰ وجود چار یو تجھ پو حامے ھیں چار
وجود سوں جدا کر اپس دیکھ یار

---

۱۳۴ - دال = سدا عشق کرتے الخ - دال اور بے =
سدا عیش کرتے ھیں دلدار سوں
سدا عیش کرتے ھیں مل یار سوں
اور جیم و دال میں دو ابیات کی تقدیم و تاخیر -
۱۳۵ تا ۱۴۳ - دال = ندارد - اور جیم میں صرف ۱۳۶ ندارد -
۱۴۰ - بے = ندارد -

۱٤۱ یہی چار منزل عجب راہ راس
اسی رہ سوں آتے ھیں سب چل کے خاص

۱٤۲ کہتے ھیں نبی کا وہ فرزند ھے
جو یوں چل کے آتا سو دل بند ھے

۱٤۳ اسی باٹ سوں آکے ھوئے ھیں پیر
اسی رہ سوں چلتے ھیں سارے فقیر

۱٤٤ یو ظاھر تو دسنے میں دستے حقیر
ولے صبر اور بسر خدمت فقیر

۱٤٥ تو سب کشف دستا ھے ان پر مدام
علیک الصلوٰۃ و علیک السلام

۱٤٦ وہ قادر انو کا تو ساقی کہتے
پلاتا ھے مے بھر کے باقی کہتے

۱٤۷ امر پر نبی کے یو کھولا ھوں میں
یو سب دیڑ سو بیت بولا ھوں میں

۱٤۱ - جیم = اسی راہ سو چل کو آتے ھیں خاص -

۱٤۳ - الف = ”باٹ“ کی بجائے ”راہ“ -

۱٤٥ - سوائے الف و ھ کے بقیہ سب نسخوں میں ”مدا
کی بجائے ”تمام“ -

۱٤٦ - دال = ”تو“ کی بجائے ”ھے“ اور ”پلایا ھے
بصیغہ ماضی -

۱٤۷ - جیم و دال = ندارد -

۱۴۸ میرے پر یو سب راز کھولے امیں
حقیقت انو کا یو بولا ہوں میں

۱۴۹ اللہ لوگ برحق عجائب ہیں دیکھ
فقیری انو پر غرائب ہے دیکھ

۱۵۰ معظم نے تب آکے سجدہ کیا
سدا ان کے نعلین سر پر لیا

۱۴۸ – بے و جیم = دونوں مصرعوں کا قافیہ " امیں "۔
۱۵۰ – جیم = معظم نے تب آکو سجدہ کیا ۔
دال = معظم نے جب آکر الخ – ے = ... سر پر کیا ۔

ملحوظہ : املائی اختلاف اس لئے نہیں بتائے گئے کہ ہمارے مستعملہ ہر مخطوطہ میں ایك ہی لفظ بغیر کسی عروضی ضرورت کے دو اور بعض صورتوں میں تو تین تین طریقے سے لکھا گیا ہے جیسے مثلاً دیکھنے ، دیك نے ، دیکھنے ، دیکنے ، یا عجائب (ہمزہ) ، عجایب (یا) یا (حرف تشبیہ) جوں ، جیو ، جیوں (بنون غنّہ) منگا ، منگیا ، و قس علی ہذا ۔

اسی طرح املائی غلطیاں بتانا بھی قطعاً غیر ضروری معلوم ہوا جیسے مثلاً بحب الجمال کی بجائے یوجب الجمال یا معاینہ کی بجائے معینہ یا وساطت کی بجائے وی صاتت یا مؤنث کو مونس و معنث وغیرہ ۔

« گنج مخفی کے » بعض لفظوں کی وضاحت

۳ - ع۱ علام کا لام غیر مشدد - ضش -

ع۲ کشاف کا شین غیر مشدد - ضش -

٤ - ع۲ نپانا : بکسر نون دوسرا حرف بائے فارسی = پیدا کرنا -

٥ - ع۲ رسول کی واؤ خت -

٦ - ع۲ معائنہ کا عین خت -

۷ - ع۲ سور : بضم سین مہملہ - سورج -

۱۱ - ع۲ دیکھو کی یا خت -

۱٤ - ع۲ کونا گون کے نون آخر کا اعلان - ضش -

۱٥ - ع۱ جوگ - بروزن اوگ (س) اسم مذکر = مسرت کا لمحہ - مراقبہ کے ذریعہ ہستئ مطلق کی معیت -

ع۱ بھوگ: بروزن اوگ (س) اسم مذکر = سُرُور -

۱۷ - ع۲ اَمر : ھر صدر و ابتداء میں بر وزنِ قمر - ضش -

۱۸ - ع۱ اللہ : بہ تخفیف - ضش - دنیانچ : دنیا ھی - لیکھنا : بکسر لام و یائے معروف = شمار کرنا ، گننا -

۲۳ - ع۱ عمر کا میم ساکن - ضش -

۲٦ - ع۱ سچا : بہ تخفیف جیم فارسی - ضش - محی دین سے مراد شیخ عبد القادر میران محی الدین جیلانی م سنہ ٥٦۲ ھ -

۲۹ - ع۱ بانوا : (ف) خوش آواز - خوش قسمت -

۳۰ – ع ۲ برگ کا رائے مهمله متحرك ـ ضش ـ برگ : (ف) بفتح بائے موحده = زاد سفر ـ بے نوا : (ف) بے خوراك ـ بے سامان و بے قوت ـ

۳۳ – ع ۱ فرض : رائے مهمله متحرك ـ ضش ـ

۳۵ – ع ۲ ایکھتے : بکسر لام و یائے معروف = شمار کرتے ـ

۳۶ – ع ۱ نفی کا ف متحرك یہاں اور آگے هر جگه ـ ضش ـ

۳۷ – فی الله و بالله : به تخفیف لام ـ ضش ـ

۳۹ – ع ۱ تجلی کا لام مشدد ـ ضش ـ

٤٤ – ع ۱ اول : هر صدر و ابتداء میں به تخفیف واؤ ـ ضش ـ

٤٦ – ع ۲ گهانٹ : بمعنی گهنٹی، گهنٹی کی تخفیف = جہاں بے حد گهنٹی بجتی هے یعنی جہاں صوت سرمدی هی سنا جا سکتا هے کوئی اور آواز نہیں آتی ـ

٤۷ – ع ۱ کہتے : کہتے هیں ـ چار وجود : حقیقی، خارجی، ذهنی و اسمی ـ

۵۲ – ع ۱ میں : بکسر میم دوسرا حرف یائے مجهول آخر میں نون = لمحه ـ درس (ه) : صحیح بفتح رائے مهمله یہاں ضرورتاً بسکون = مشاهدۂ حق ـ

ع ۲ ستر : به تخفیف تائے قرشت ـ ضش ـ

۵۵ – ع ۱ سات مستیاں : جوانی، حسن، حکومت، دولت، شراب، علم و قوت ـ

٥٦ - ع ١ سڑك : بفتح سین و رائے هندی (صفت) = مدهوش، مست -

٦٠ - ع ٢ تو : حرفِ شرط -

٦١ - ع ٢ مفرد : رائے مهمله مشدد - ضش -

٦٢ - ع ١ حریده : اکیلا، تنہا - ع ٢ غل و غش : هر دو بکسر غین معجمه (ع) = دهوکه، فریب - مگر یہاں اس کے معنی هیں : شورو هنگامه کا مجمع - یعنی یه اولیائے عشرت نہیں بلکه اولیائے عزلت هیں - مفرد کا رائے مهمله مشدد - ضش -

٦٤ - ع ٢ سیمیا : بکسر سین مهمله = انتقال روح در بدن دیگرے کنند و بهر شکل که خواهند در آیند یا چیز هائے موهوم در نظر آوردن که در حقیقت وجود آنها نه باشد - غیاث اللغة -

٦٦ - ع ١ مَلا : کهیت - عموماً پان یا نیشکر کا کهیت - دکهن میں پن ملا اور نیشکر کا ملا (بتشدید لام) اب بهی بولا جاتا هے -

٦٨ - ع ١ نحو کا حائے حطی متحرك - ضش - ع ٢ عرف کا رائے مهمله ساکن - ضش -

٧٠ - ع ١ ترك : رائے مهمله متحرك - ضش -

٧١ - ع ١ مهدی : مهدوی، متبع سید محمد جون پوری متوفی ١٩ - ١١ - ٩١٠ ھ - ع ٢ یزدی : یزدانی = زردشتی -

۷۴ - ع۲ جیف: بکسر جیم معجمه و به یائے معروف آخر
میں فا ـ جیفة کی ترخیم = بد بودار لاش مراد توشه، رقم،
سامانِ دنیا ـ ع۲ ناندنا: گزارنا ـ

۷۵ - ع۱ نزیك: نزدیك ـ

۸۰ - ع۱ نماں: نما میں نون غنّه کی زیادت برائے ردیف ـ

۸۱ - ع۱ بھگوان: بھاگ + وان = قسمت کا دھنی، دولتمند،
صاحب ثروت ـ

۸۳ - ع۱ موذی کا واؤ خت ـ کُبل: سخت، شدید ـ
پانچ موذی، ع کبر و کینه غیبت و بغض وحسد ـ
ع۲ قتل ـ ت متحرك ـ ضش ـ

۸۵ - ع۱ چھیچ: چھ ھی، صرف چھ ـ

۸۷ - ع۱ اماره کا میم غیر مشدد ـ ضش ـ ع۲ حوا خمس:
حواس خمسه (حسّی لذتیں) ـ

۸۸ - ع۱ پانچ جواھر: صوری، طبعی، عقلی، مادی، نفسانی ـ
ع۲ اول ـ واؤ غیر مشدد ـ ضش ـ

۸۹ - ع۲ نیارا: بکسر نون ـ انوکھا، نرالا ـ

۹۰ - ع۲ کتے: کہتے ـ

۹۴ - ع۱ محیط: حائے حطی مشدد و یائے معروف
خت ـ ضش ـ

۹۷ - ع۲ دستور: بر وزنِ مستور = امیر، صاحبِ مسند،
وزیر ـ سابق: گھڑ دوڑ کے دس گھوڑوں میں سب
سے آگے رهنے والا ـ

۹۹ - ع۱ برهنه : هائے هوز مخلوط التلفظ - ع۲ گیند کر : گیند سمجھ کر، گیند فرض کر کے -

۱۰۰ - ع۱ سر گشته کی تائے قرشت مشدد - ضش -

۱۰۵ - ع۲ سیف : کنایه از تاثیر دعا - برهان : آشکارا و ظاهر - یعنی دعا کا اثر اس طرح آشکار هو جاتا هے که انکار کی گنجائش نهیں رهتی -

۱۰۸ - ع۱ اسم کا سین متحرك - ضش -

۱۰۹ - ع۲ آن : (ه) نافیه -

۱۱۱ - ع۱ امر کا میم متحرك - ضش -

۱۱۳ - ع۱ میانے کی نماز : درمیان کی نماز، الصلاة الوسطی، نمازِ عصر -

۱۱۷ - ع۲ سمدور : سمندر -

۱۲۵ - ع۲ نظر سوںچ : نظر هی سے -

۱۲۶ - ع۱ قرب : رائے مهمله متحرك -

۱۳۱ - ع۲ راتا : (تیسرا حرف تائے قرشت) کشتۂ محبت، واله و شیفته -

۱۳۵ - ع۲ برقه : برقع -

۱۳۶ - شعر ۱۱۰ کی تکرار -

۱۳۷ - ع۲ راس : راست کی ترخیم -

باز یافت:

کتب خانه آصفیه میں اردو و فارسی قلمی کتابوں کا ایک مجموعہ ھاشمی مرحوم کی فہرست میں درج ھونے سے رہ گیا۔ (حدید۔ فارسی۔ تصوّف نشان ۴۱۱۷) اس میں خواجه بندہ نواز سے منسوب ''شکار نامه'' کی ایک نہایت مختصر سی شرح بھی ھے۔ اس کی ابتداء اس طرح ھوتی ھے:

''اس شکار نامه کا شرح فقیر حقیر محمد حسینی معظم قادری اپنے حوصله موافق فرمائے ھی (؟) اس واسطے کے یو عاجز اس گھر چشت میں طالب ھوا ھے ھور امین الدین اعلی خود کو سجدہ کیا ھے (؟) ان کے تصدّق سوں یو فقیر اس راز کو پہونچا ھے....''۔

اس شرح سے سوائے اس کے که معظم اس کے شارح ھیں کوئی ایسی بات نہیں معلوم ھوتی جس کا ذکر معظم نے اپنی مثنوی میں نه کیا ھو۔ یہاں اس کا حواله صرف بغرض تکمله دیا گیا ھے۔

کشف الوجود

از

سید داول

مرتبه

محمد اکبر الدین صدیقی
استاد شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

مقدمہ

تاریخ میں سید داول نام کی چار شخصیتوں کا ذکر ملتا ھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور ھستی شیخ عبداللطیف داور الملک کی ھے، جو سلطان محمود بیگڑھ والی گجرات کے امرائے عظام سے تھے اور جنھوں نے ترک دنیا کرکے فقیری اختیار کر لی تھی۔ ان کے حالات تاریخ گجرات، مراۃ سکندری مراۃ احمدی اور تذکرہ اولیائے دکن میں ملتے ھیں۔ کہا جاتا ھے کہ آپ کو شہید کیا گیا اور قصبہ کامرون میں مزار مرجع خلایق ھے۔ صاحب تذکرہ اولیائے دکن نے سنہ شہادت ۸۸۹ھ دیا ھے لیکن یہ واقعہ پیش نظر رھے کہ اگر وہ کامرون کے "تھانہ دار" بنا کر بھیجے گئے اور اسی عالم میں شہادت پائی تو ترک دنیا کب کی۔ ان کے صاحب تصنیف یا شاعر ھونے کا بھی انھوں نے کوئی تذکرہ نہیں کیا لیکن ان کی علمیت میں کلام نہیں کیوں کہ قدیم تاریخوں میں انھیں عالم و فاضل بتایا ھے اور شعر گوئی کی طرف بھی اشارے کئے ھیں۔

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اپنے مقالے "اردو نثر کا آغاز وارتقاء" میں ایک شاہ داول کے متعلق ذکر کیا ھے

که وه محمود غزنوی کی فوج میں تھے۔ جس وقت تهانه (بمبئی) پر لشکر کشی کی یه بهی اسی کے همراه تهے اور آخر اسی جنگ میں مارے گئے ان کا مزار گجرات میں اور سنه وفات ۸۰۹ ھ ھے" واضح رھے که سلطان محمود غزنوی ۳۸۹ ھ مطابق سنه ۹۹۹ ء میں تخت نشین هوا۔

"مرقع دهلی" میں درگاه قلی خان سالار جنگ نے ایك اور شاه داول کا نام شاه غلام محمد داول بتایا ھے اور انهیں شاه سعدالله گلشن کا معاصر کهتے هیں ۔ لیکن تفصیلات میں یه ظاهر کرتے هیں که یه محمود بیگڑه کے امرائے عظام میں تھے۔ ان کی ایك مثنوی موسوم به " ناصری نامه " نظر سے گزری ھے جو "۳۵٦" اشعار پر مشتمل ھے۔ اس مثنوی میں حقوق شوهر کو مختلف عنوانات سے دلچسپ پیرایه میں سمجهایا ھے اور نمونتا ذیل کے اشعار دیے هیں۔

ناریاں سنو پیو کے بیاں ، پیو باج کوئی پیارا نهیں
بن سر کہے نا هوے عیاں ، پیو باج کوئی پیارا نهیں

جس کوں عقل هور گیان ھے ، پیو سوں وهی احسان ھے
پیو جیوں کا سلطان ھے ، پیو باج کوئی پیارا نهیں

دنیا فنا هوشیار هو ، پیو تهے نکو بیزار هو
جیو سوں سچی اختیار هو ، پیو باج کوئی پیارا نهیں

جن میں جنم کا ھے بنا ، تل تل گھڑی اس کو منا
ناچیز ھے دنیا فنا ، پیو باج کوئی پیارا نہیں

دیکھیا دنیا کی دھات میں ، کیتاں فکر ایک رات میں
بولیا رناں کی بات میں ، پیو باج کوئی پیارا نہیں

زن تھے ھوا جو کوئی دکھیا ، دکھ نار تھے سینا پکیا
دو بین یوں داول لکھیا ، پیو باج کوئی پیارا نہیں

اس کے بعد مرتب ''مرقع دھلی'' لکھتے ھیں ۔

''ھمیں صرف یہ دکھانا مقصود ھے کہ شاہ غلام محمد داول پورہ جیسا کہ ان کے لقب سے ظاھر ھو رھا ھے اسی سلسلے کے ایک فرد ھیں (یعنی عبداللطیف داور الملک کے)۔ یہ وہ بزرگ تھے کہ حضرت مغفرت مآب (میر قمرالدین خان نظام الملک آصف جاہ اول) ان کی محفل سماع میں حاضر ھوتے تھے ۔ صاحب مآثر نظامی نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ھے جس سے موصوف کی علو منزلت اور حضرت مغفرت مآب آصف جاہ اول کی روشن خیالی اور اعلی دماغی پر روشنی پڑتی ھے''۔

اس بیان کے لحاظ سے شاہ غلام محمد داول ، داورالملک کے سلسلہ سے ھیں اور چونکہ مغفرت مآب آصف جاہ اول نے ان کی محفل سماع میں حاضری دی ھے اس لئے

وہ مغفرت مآب کی وفات سنہ ۱۱۶۱ ھ تک کسی وقت بقید حیات رہے ہیں۔

کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڈھ میں شاہ داول دریائی کی ایک تصنیف "کھاڑا" معمہ ہے ان کا سلسلہ حضرت سید جلال الدین بخاری سے ملتا ہے۔ شجرے کے اشعار حسب ذیل ہیں۔

جلال الدین بخاری سید محمود بخاری قطب عالم بھی سمجھ زود
ذکر شاہ عالم و قاضی جنیدآں قاضی محمود دریائی تو می داں
سید شاہ داول دریائی بدانی بنام شاں زصدق اخلاص خوانی[1]

زیر بحث شخصیت سید داول یا شاہ داول کی ہے بعض کاغذات میں انھیں شیخ داول بھی لکھا ہے ممکن ہے کہ یہ ان کی بزرگی کی بنا پر ہو۔ کتب خانہ درگاہ حضرت امین الدین اعلیٰ میں ایک کاغذ پر حضرت برھان الدین جانم کے ۱۳ خلفا کے اسمائے گرامی ہیں اور دوسرے کاغذ پر نو۔ پہلی فہرست میں پہلا نام شاہ داول کا ہے اسی فہرست میں شیخ اسحٰق، شیخ محمود عین الحق (خوش دھاں) خداوند شاہ اور خان محمد کے نام بھی ہیں۔ ان کے حالات بعض تذکروں میں مل جاتے ہیں۔ میاں خاں کا نام بھی اسی فہرست میں ہے۔ یہ بھی شاعر تھے اور اپنے پیر

---

(۱) یہ شجرہ کتب خانہ کچی محل بیجاپور سے حاصل ہوا ہے۔

(حضرت برهان الدین جانم) کی مدح کے علاوہ تصوفانہ مضامین کی مختصر مثنویاں لکھی ھیں ۔ انھیں کاغذات میں ایك بیع نامہ ھے جس کے مطالعہ سے سید داول کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ھے ۔ یہ بیع نامہ ۱۱ جمادی الاول سنہ ۱۰۸۶ کو لکھا گیا ھے ۔ سید داول نے پہلے انتقال کیا اور اس کے بعد ان کی بیوی مخدوم ما بنت شیخ ملك نے، ان کے ایك بیٹے سید ثمن تھے جنھوں نے اپنا موروثی مکان ملکی شاہ داول جو سید علاوالدین کی مسجد واقع اندرون حصار دروازہ شاہ پور بازار کے قریب واقع تھا شریف الملك بن سید الملك جماعتدار کو تیرہ ھون میں فروخت کیا تھا ۔ یہ معاھدہ قاضی برھان بیجاپور کے دار القضاء میں ضبط تحریر میں آیا ۔ مکان کے حدود اربعہ بھی دئے گئے ھیں کہ مغرب میں مکان علی محمد لشکری، جنوب میں مکان مشتری (شریف الملك) مشرق میں عام راستہ اور شمال میں سید داول اور شیخ داؤد بن شیخ موسیٰ لشکری، عبداللہ خان لشکری اور عبدالوھاب ذرور گر کے مکانات ھیں ۔ اس بیعنامہ کے مطالعہ سے سید ثمن کے پیشے پر بھی روشنی پڑتی ھے کہ وہ خاص محل کے مودی تھے ۔ اب درگاہ کے اطراف و اکناف کا سارا علاقہ کھنڈر میں تبدیل ھو گیا ھے نہ مسجد ھے اور نہ خاص محل ۔

سید ثمن نے جب اپنا مکان فروخت کیا اس وقت ان کی عمر پچاس سال کی تھی۔ ان کے والد سید داول کو انتقال کئے کافی عرصہ گزر چکا تھا قیاس یہ ھے کہ انہوں نے طویل عمر پائی اور سنہ ۱۰۵۰ ھ سے قبل ھی کسی وقت انتقال کیا۔ اس بیعنامہ پر سید ثمن بن سید داول کے دستخط موجود ھیں اور بطور شہادت تین گواھوں کے دستخط ھیں جن میں ان کے ھمسایہ عبدالوھاب ذرورگر بھی شامل ھیں۔

حضرت برھان الدین جانم کے ایک خلیفہ شاہ خان محمد نے غزل کے ایک شعر میں اپنے پیر بھائیوں کا بھی ذکر اس طرح کیا ھے۔

خدا وند شاہ ھے شہ داول بندہ شہ خان محمد مل

کہ جیوں دل پیوں سوں مل مل محبت کا وھی دل ھے

اس سے یہ پتہ چلتا ھے کہ شہ داول علم و فضل میں بھی ممتاز تھے اور اپنے زھد و تقویٰ کے سبب مقبول انام بھی تھے۔

کتب خانہ آصفیہ میں تصوف نمبر ۴۷۵ جدید ایک رسالہ تصوف ھے۔ یہ شاہ محمد کی تصنیف ھے اس کے آخری حصہ میں وہ اپنے مرشد کے نام کا اظہار کرتے ھیں

اور ساتھ ھی شاہ داول کے تعلق سے بھی ھمیں ایك اطلاع ملتی ھے -

یہ تو ھمیں علم ھو چکا ھے کہ شیخ محمود خوش دھاں حضرت امین الدین اعلی کے اتالیق رھے ھیں اور خداوند شاہ نے بھی ان کی تربیت میں حصہ لیا ھے - شاہ محمد کے ذیل کے اشعار سے شاہ داول کے بارے میں بھی یہ کہا جاسکتا ھے کہ آپ نے بھی ان کی تربیت کا فرض انجام دیا ھے - کہتے ھیں -

شاہ امین مرشد میرے پیر   او ھیں میرے دستگیر
شاہ داول کے چرنوں لاگ   شاہ محمد پایا بھاگ

شاہ داول کی تین مثنویاں

۱ - کشف الوجود ۲ - کشف الانوار اور ۳ - چار تن

ملی ھیں - پہلی اور دوسری مثنوی کے صرف دو دو نسخوں تك رسائی ھوسکی ھے - پہلی مثنوی کا ایك مخطوطہ کتب خانہ روضتین گلبرگہ شریف میں موجود ھے اور دوسرا پروفیسر آغا حیدر حسن کے کتب خانہ میں - کشف الانوار کے دونوں نسخے کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی ملکیت ھیں اور دونوں دیگر مختلف رسایل کے ساتھ ایك ھی جلد میں ھیں اور اس جلد کو رسایل امین الدین اعلی سے موسوم

کیا گیا ھے ۔ چار تن ایک مختصر سی مثنوی ھے جو کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو کی مخزونہ ھے ان میں ان پانچ عنوانات کے تحت مسائل تصوف مختصراً بیان کئے گئے ھیں ۔

۱ ۔ مجاھدہ نفس سوں ۲ ۔ مشاھدہ دل سوں ۳ ۔ مراقبہ روح سوں ٤ ۔ مکاشفہ نور سوں ٥ ۔ معائنہ و مغائبہ ذات سوں

تذکرہ مخطوطات ادارہ جلد پنجم میں ڈاکٹر زور مرحوم نے بتایا ھے کہ یہ صرف تیس اشعار کی مثنوی ھے اور اس کے اول و آخر کے دو دو شعر حسب ذیل ھیں ۔

ابتدائی ۔

حق سوں بولوں چار شہادت سانچے گر کے گیان
سانچا گرو مرشد میرا حضرت شاہ برھان
جن یو نکتہ کھول بتایا سیدھے مارگ لایا
برھا کی رے آگ بجاجہ نیہہ کا پریم چکایا

آخری ۔

چاروں تن سوں جیتے اچکر موت کا پیالہ پینا
حق کے مارگ حق سوں پانا حق میں حق ھو جینا
داول اپنے چاروں تن سوں جن یو پر چت بوجا
حق کی شہادت حق تے پایا عشقوں جھگڑا لوجا

ان مخطوطوں کے علاوہ ڈاکٹر زور مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں بھی رسایل کا ایك مجموعہ ھے جس میں میراں جی اور ان کے سلسلے کے بزرگوں کی مثنویاں ھیں۔ یہ کتب خانہ سمستان پالونچہ کے نسخہ کی نقل ھے۔ اصل کو مولوی عبدالحق مرحوم نے حاصل کر لیا تھا اور اب یہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ میں ھے۔ اس میں شاہ داول کے معمے اور راگ بھی شامل ھیں۔ ان کی دو تین غزلیں بھی مجھے ملی ھیں جو کسی موقع پر پیش کی جائیں گی۔

کشف الوجود کو ''اردو نثر کے آغاز و ارتقاء'' میں نثر کا رسالہ بتایا گیا ھے۔ یہ رسالہ دوسرے کئی رسایل کے ساتھ ایك ھی جلد میں ھے۔ اس میں پہلا رسالہ نفس رحمانی (فارسی) ھے اور دوسرا کشف الوجود۔ نمونہ جو دیا گیا ھے وہ عبدالقادر باحلیم مصنف کے رسالہ کا ھے نہ کہ کشف الوجود کا۔ صفحہ ۱۱٦ کی آخر سے پہلی سطر یوں ھونا چاھیے۔

''سوال ھور جواب ھوا سو عبدالقادر باحلیم اوسے سن کر خدا واسطہ یو نسخہ لکھیا ھے'' الخ۔

شاہ داول نے مرشد کا نام ''چارتن'' کی طرح

"کشف الانوار" میں بھی دیا ھے۔ کہتے ھیں :

سانچا حضرت شاہ برھان
سمرت ھو کر کیتے دان

کشف الانوار کا پہلا نسخہ (رسایل امین الدین اعلیٰ نمبر ۱۷ مخزونہ کتب خانہ عثمانیہ یونیورسٹی) اس طرح شروع ھوتا ھے "آوردہ اند کہ حضرت شاہ برھان الدین قطب الآفاق قدس سرہ العزیز نزدیک آن حضرت یک طالب صادق آمدہ یک سوال کرد آن حضرت آن سایل را جواب دادند"۔

"یک تھا طالب صادق مرد دانا عاقل اھل درد"

لیکن اس شعر سے پہلے، دوسرے نسخہ میں ۳۲ اشعار اور ھیں اور یہ شعر تیتسواں ھے اس مثنوی میں شاہ داول نے اپنا تخلص یوں استعمال کیا ھے۔

داول جس کے اونچے بھاگ اس کے سر پہ پریم سہاگ

بہ اعتبار زبان کشف الوجود، کشف الانوار اور چار تر میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت جانم اور شاہ داول کی زبان میں خفیف سا فرق ھے۔ اور سبب یہ ھے کہ حضرت جانم نے بھگتی تحریک کا بھی مطالعہ کیا ھے اور وہ سنسکرت زبان اور ویدانت فلسفہ سے آگاہ ھیں ان کی اس عالمانہ کیفیت نے ان کے اشعار کو مشکل بنا دیا ھے۔

شاہ داول کا علم و فضل اتنا زیادہ نہیں اس لئے وہ مشکل مسایل بھی پیش نہیں کرتے اور اسی لئے زبان قدرے آسان ھے۔

ان کی مثنوی کشف الوجود مترنم بحر میں لکھی گئی ھے اسمیں تصنع اور ترصیع نہیں۔ انہوں نے ابتدا سے آخر تک تدریس وتفہیم کا انداز قایم رکھا ھے۔ اس میں موضوع کے لحاظ سے بھی کوئی ندرت اور انوکھا پن نہیں کیونکہ اس قسم کی تصوف کی باتیں حضرت خواجه بندہ نواز کے بعد میرانجی اور جانم کہتے آئے ھیں اور ان کے پیر بھائی شیخ محمود عین الحق نے بھی جو بعد کو حضرت امین الدین اعلی کے اتالیق بنے دکنی اور فارسی میں بیان کیا ھے۔ چنانچه ان کی کتاب " معرفت السلوك " یعنی شرح من عرف نفسه فقد عرف ربه نے اس قدر شہرت پائی که بعد کو نه صرف اس کے ترجمے ھوے بلکه آج سے اسی پچاسی سال قبل طبع بھی ھوئی۔ انھیں کی دوسری کتاب " رویت الحق " ھے جس میں آیت ربی فی صورت نور علی نور ھدی الله لنوره من یشاء کی تشریح ھے۔

کشف الوجود مخزونه کتب خانه روضتین ناقص الآخر ھے درمیان سے بھی ایك دو اوراق غائب ھیں لیکن کتابت قدیم ھے۔ دسویں صدی ھجری میں دکن میں عام طور پر

الفاظ جیسے بولے جاتے تھے ویسے ھی لکھے ھیں البتہ صحت املا کا چنداں لحاظ نہیں رکھا گیا ۔ ممکن ھے کہ کاتب کم سواد ہو ۔

پروفیسر آغا حیدر حسن کے کتب خانہ کا مخطوطہ ۱۴ ذیقعدہ سنہ ۱۱۱۳ ھ کو لکھا گیا ۔ اس جلد میں دیگر رسایل بھی ھیں لیکن متن میں ایك ، متن سے متصلہ حاشیہ پر ایك اور اس سے لگا ھوا کشف الوجود ، کہ اگر دوبارہ جلد بندی کی ضرورت ھو تو صحاف کی نا اھلی کشف الوجود کو مجروح کر سکتی ھے ۔ یہ رسایل حضرت برھان الدین جانم اور ان کے سلسلے کے بزرگوں کے تحریر کردہ ھیں ۔ اس کا کاتب محمد نصرت ھے چنانچہ آخر میں ایك شعر میں اس کی صراحت موجود ھے :

نصرت کاتب لکھیا کلام جو پڑھے بھیجے درود سلام

اسی کاتب کے لکھے ھوے ایك اور مخطوطہ پر محمد نصرت کی مہر موجود ھے ۔ محمد نصرت عالمگیر کی فوج میں تھے اور فوج کے دوران قیام " کھیلنہ " میں یہ نسخہ لکھا گیا ۔ انھوں نے یہاں کئی اور رسایل لکھے ھیں ۔ کتابوں کی نقل ان کا محبوب مشغلہ رھا ھے ۔ لیکن تصنیف کے سو سال بعد زبان میں جو تغیر ھوا ان لفظوں کو انھوں نے صحیح املا سے لکھا ھے ۔ مثلاً نسخہ روضتین میں وہ کیلئے او

یا وو لکھا ھے اور محمد نصرت نے وہ اور کہیں وا
لکھا ھے۔ اس طرح اس میں خفیف سی تحریف نظر
آتی ھے۔ چونکہ یہ ایک مکمل نسخہ ھے اس لئے اس کی
اھمیت بڑھ جاتی ھے۔

کشف الوجود میں جو مسایل بیان کئے گئے ھیں
انھیں مختصراً یہاں پیش کیا جاتا ھے۔

حمد و نعت کے بعد تخلیق نور، تخلیق آدم اور سبب
تخلیق آدم بیان کیا گیا ھے۔ اس کے بعد حکم سجدہ اور
انکار ابلیس کا واقعہ ھے۔ یہاں سے تصوف شروع ھوتا ھے
کہتے ھیں کہ عالم دو ھیں، جسمانی اور روحانی، ان دونوں
سے پرے نور کا عالم ھے جس تک انسان کامل ھی رسائی
حاصل کر سکتا ھے بشرطیکہ خدا اس کو توفیق اور عرفان
عطا کرے۔ یہ اسی وقت ھو سکتا ھے جب کہ انسان میں
اپنے نفس کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا ھو۔ خدا اس کے
دل میں رہ کر اس کو اپنا دیدار دکھاتا ھے۔ اس کا
جلوہ ھر چیز میں موجود ھے۔ اس کا عرفان فرشتوں
حتی کہ جبرئیل کو بھی نہیں ھوتا لیکن ان کی رسائی اس
نور تک ھو جاتی ھے خواہ وہ کہیں ھو۔ انسان جب جلوہ
دیکھ پاتا ھے تو وہ اپنی خودی کو بھول جاتا ھے۔ انسان
کا انا عقل کی بنا پر ھے لیکن اس سے ماوریٰ ھے اس

ت رسائی پانے کے لئے ہمیں رہنما کی ضرورت ہوتی ہے
و ہمیں اس کی تجلیاں دکھاتا اور اس تک پہنچا دیتا ہے۔
گر ہم اپنی زندگی میں عرفان حاصل نہ کریں تو پھر ہمارا
جود بیکار ہے۔ اگر ہم دنیاوی الجھنوں ' عزیز اقارب
ر دھن دولت کی فکر میں رہیں اور ساتھ ہی خدا سے
ی محبت کا اظہار کریں تو یہ ممکن نہیں۔ اگر ہم دنیوی
ھیڑوں میں رہیں تو سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ ہاتھ
آئے گا۔ جب تک یہ حرص باقی رہے گی اس وقت
ک دل میں محبوب کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جس
و عیش دوام حاصل کرنا منظور ہو۔ اس کے لئے یہ
روری ہے کہ ظاہری عیش و آرام اور رنج و آلام سے
کسر بے نیاز ہو جائے تاکہ محبوب حقیقی کی محبت دل
ں بیدار ہو سکے۔

روح کا مرتبہ جسم کے مقابلہ میں بدرجہا زیادہ ہے۔
سم فانی اور روح باقی ہے۔ روح ایک خوشبو ہے
وشبو کیوڑے میں ہوتی ہے، کانٹے میں بھی اور پتوں
ں بھی۔ پتے سے کانٹا علحدہ کر دیا جائے تب بھی
وشبو کسی سے علحدہ نہ ہو گی۔ جس طرح خوشبو کے
ہار کے لئے کیوڑا ضروری ہے اس طرح جسم کے بغیر
وح کا عمل دخل بھی ممکن نہیں۔ ہم اپنے شعور کی بنا پر

حواس خمسہ سے کسی چیز کے بارے میں جان سکتے ہیں
جب شعور ہی نہ ہو تو حواس ظاہری کیا کام آئیں گے۔

روح بہت سبک اور رواں ہے۔ اس میں پھرتی اور
چالاکی بہت ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک سفلی
دوسری علوی۔ سفلی روح ہمیشہ عالم سفر میں رہتی ہے
اور علوی مقیم کی حیثیت سے زندگی بھر جسم میں موجود
ہوتی ہے۔ سفلی روح بو کی طرح ہے اور علوی پھول
کی طرح، جس میں بو موجود ہوتی ہے۔ سفلی روح
خواب میں مختلف اشیاء کو دیکھتی ہے لیکن اس سے حاصل
کچھ نہیں ہوتا۔ جب ایک شخص ان سفلی اور علوی کے
پردوں سے دور جائیگا تو دونوں عالم اس کے پیش نظر
ہوں گے۔ اور جس چیز کی محبت دل میں پیدا ہوگی اسی
کی شکل نظر آتی رہے گی۔

اگر ہم کسی غیر شخص یا شے سے محبت کریں تو
ہمیں نقصان اٹھانا ہوگا۔ یہ ایک بدیہی اظہار ہوگا۔ اس
سے باطن کو صدمہ پہنچے گا اور روح کا دیدار نہ
ہو سکے گا۔ ہم جیسے ایک بیج سے دوانکا نکلتا دیکھتے ہیں
تو وہ باہر آنے پر ہی نظر آسکتا ہے لیکن اندر بیج میں
جو تغیرات ہوتے ہیں اس سے ہم لا علم ہیں۔ ہم اس کو
محض اپنی عقل ہی سے سمجھ سکتے ہیں۔ گویا بیج ظلمات

اور تاریك مقام ھے یا بالفاظ دیگر یہ مقام نیستی ھے اور وہ وجود میں آنے کے بعد مقام ھستی میں آجاتا ھے۔ اس طرح اندھیرے ھی سے روشنی نمودار ھوتی ھے۔ اگر کسی نے عرفان کا درجہ حاصل کر لیا ھے تو اس تاریکی میں نور کو دیکھ سکے گا مگر اس کے لیے عقل کی ضرورت ھے۔ عقل و عرفان کا فقدان تجلیوں کی دید سے محروم کر دے گا۔ عرفان آئینہ کی طرح ھے جس میں نور کا انعکاس ھوتا ھے۔ یہ روح علوی ھے جس کو خودی کا عرفان ھوتا ھے۔ یہ روح پاك اور منزہ ھے اس کا دیکھنے والا عارف ھے۔ وہ خودی، نور اور تجلی، ھر چیز کو اپنی عقل سے تمیز کر سکتا ھے اور ھر چیز میں وہ اپنے آپ کو پاتا ھے۔ گویا وہ ان چیزوں کو نہیں بلکہ آئینہ کو دیکھ رھا ھے۔ اب اگر آئینہ کی تمثیل کو کچھ دیر کے لیے نظر انداز کر دیں تو نظر آنے والی چیز ذات کا پرتو ھوگی اور ھم اپنی انانیت یا ”میں پن“ کو چھوڑ دیں تو ذات باری کا جلوہ دیکھ سکیں گے اور یہ محسوس ھوگا کہ ھم اسی کی آنکھ سے اسی کا جلوہ دیکھ رھے ھیں۔

اس طرح ھم خودی کا درجہ اپنی انانیت کی نفی

کے بعد ھی حاصل کر سکیں گے ورنہ انانیت کے ھوتے
نور تک رسائی حاصل کرنا تاریکی میں گھورنے سے کم نہیں -
یا یوں کہیے کہ پانی میں غوطہ لگانے کے بعد بات کرنے
کی مجال نہیں ھو سکتی حالانکہ زبان تو موجود ھوتی ھے -
پانی سے باھر آ کر ھی ھم کچھ کہنے کے قابل ھو سکتے ھیں
ھمیں جب دیدار ھو جاتا ھے تو ان تمام کیفیات کو ذھن
نشین رکھنا مشکل ھے - جیسے ایک بچہ تمام واقعات کو
جو اس کی آنکھوں کے سامنے گذر چکے ھیں یاد نہیں رکھ
سکتا - اس کا شعور اتنا پختہ نہیں کہ ھر بات کو سمجھے
اور یاد رکھے حالانکہ دودھ کی طلب کا اظہار کر سکتا ھے -
غرض کہ ایسی بے شعوری کی کیفیت مفید نہیں ھو سکتی -
جیسے پھل میں بیج اور بیج میں مولکا اس وقت تک
نظر نہیں آتا جب تک کہ وہ اپنے مقام سے باھر نہ آجائے -
اس لئے جو اپنا نفع نہ جان سکے وہ مقصود بھی حاصل
نہیں کر سکتا اور جو خود کو نہ پہچانے وہ خدا کو
کیسے پہچان سکے گا - جو لوگ غور و فکر کرتے ھیں
اور جن پر مرشد اور رھنما کی مہربانی ھے وھی
اس فطری نور کو مختلف شکلوں میں دیکھنے کے قابل
ھو سکیں گے -

کتاب کشف الوجود

[1] گفتار شیخ داول رحمہ

الله واحد سر جن ہار جون[2] جگ عالم جس تہیں بار
ظاہر باطن اپنا روپ ذات منزہ سہج سروپ
دایم قایم آپیں آپ جونا پنگڑی ناما باپ
تن بن نان جو انگ[3] لپت نا اس پیٹ[4] ہے نا اس میت[5]
کہن[6] نا آوے کچھ مثل جائے طرف نا وہم خیال
فہم نظر[7] سو وہم گمان کیسا[8] اس کا نادر گیان
ذات منزہ سب تہے پاك کوی نا کرے اس ادراك
[9]عشق کہوں نا محبت شوق لذت کہوں نا صحبت ذوق
[9]آب ہور آتش باد ہور خاك سب تہے نرمل ہے او پاك
نینو بن وہ دیکھے سب کانو بن وہ سنتا رب
ناسك بن وہ لیوے باس [10]وجود نہیں بن بھوگ بلاس
[11]جبوا بن وہ بوان ہار [12]حاضر ناظر ہے کرتار
جان پنا دے اپسا نور راکھیا اپنی نظر حضور

---

(۱) من کلام عاشق داول

ہست سری جملہ کلام کریم بسم الله الرحمن الرحیم

(۲) سب (۳) انك لپت (٤) پیٹھ (٥) پیٹ (٦) کہنے (۷) تصور عقل گمان (۸) قیاس آگہی (۹) صرف نسخہ آغا صاحب میں ۔ (۱۰) وجود بن وہ ہو کے خاص (۱۱) جیبہ (۱۲) ظاہر باطن ناظر ہے کرتار ۔

شاهد کر اس کیا جدا | تو ان الدت[1] ایا خدا
جان پنا نا دیتا اس | معبود کر کیوں[2] کہتا تس
تو ان طواف آپس آپیں نور[3] | نور کوں میں[4] پڑ کر گنجور
سرتے بورتے کوں سکت | جان پنا دے کیا بھگت
.....[5] اپنے عشقوں بھول | طاعت بندگی سوں مشغول
رحمت بخشا اس کی ٹھار | اپنا دکھلایا دیدار
[6]جاؤں راکھیا اپنے پاس | اس کوں دکھلایا رہ راس
[6]جیے کچھ رب کا هے فرمان | نبی دل جن با احسان
لے کیچه نبی کا فرمان | نبی دل جان با احسان
تسلیم هو کر ایتا سیر | تو اس کہتا جگ میں مہر
اونچا درجا دیتا مان | پنہاں راکھیا با ایمان
جیتا جیے کچه مخلوقات | کل شے عالم هرهر دهات
سب جگ پیدا جس کے[7] نور | عرش هور کرسی چندر سور
بهشت هور دوزخ بهیں اسمان | لوح ، قلم ، جن هور حیوان
سات سمندر ڈونگر پهاڑ | بن کهنڈ باجیے جنن[8] جهاڑ
حوراں ، طیراں ، بجلیاں مور | ایسے بهی کئی لاك کرور
ظاهر باطن دیك بچار | نور نبی تهے سب اظهار

---

(۱) ثابت (۲) کون (۳) (کذا) (٤) پن کی جوڑ (٥) عابد بن جن کیا قبول (٦) صرف نسخه آغا صاحب میں (۷) کا - (۸) جیسے -

پرگٹ نور کوں دیا فضل   جوں جگ عالم اس کے تل

آب هور آتش خاك هور باؤ   سرجا نور نبی کے چاؤ

۱ نور کوں کیا ایسا بول   جے تجھ بھاوے کہ مجھ کھول

جس کوں کرتا توں اختیار   اس میں کر ۲ سوں تجھ اظہار

ایسا حق تھیں هوا امر   نور نبی اے ، سر ، بھیں ۳ دھر

چاروں کا دھیان هوا مھان   مانی نور قبولیا ٤ جان

چار عناصر کیتا ٥ تن   نور نبی تھے کر روشن

خاکی آدم کیا صفی   پایا قطرہ نور نبی

٦ هوا فرشتوں پر یوں فرمان   سجدا کرنا بادل جان

پر تو دیکھے حق کا نور   سکلے سجدے کئے حضور

ابلیس کافر رکھیا گمان   رانیا گیا ، هوا شیطان

۷ حق تھے هوا لعنت بار   ساتوں دوزخ بھیتر بار

ابلیس لایا دھندے دھند   حق تھے آدم پایا پند

دایم در یہ ہے شیطان   ہے کنہ دریا انسان

دل میں بٹھاکے وسواس   غفلت پایا از رہ راس

ابلیس تھے سب عالم واز   حق کے در تھے پھراتا باز

---

(۱) نور کیوں کھیا ایسا بول (۲) کر سے (۳) پر (٤) قبولی ۔
(٥) بوجہ خاکی تن (٦) صرف نسخہ آغا صاحب میں (۷) یہاں سے
(۲۲) اشعار نسخہ آغا صاحب میں ہیں نسخہ روضتین میں یہ ورق
غائب ہے ۔

محکم دندی ہے شہ زور　　کیسا پاپ ہے شر شور
تو اسک مخفی تھا وو نور　　پر گھٹ کیتا آخر دور
ات کل آیا نبی رسول　　ابلیس ہوا دیک مخمول
حق تھے نازل ہوا کلام　　روشن کیتا دین اسلام
عالم کیرا ہے سرتاج　　جس کوں ہوا شب معراج
جنے کہ حق تھے ہوے مقصود　　جبریل آوے بھیجے درود
جیتا مشکل ہووے کار　　جبریل کرتے ہیں اظہار
جنے کوی جیتا پوچھے سوال　　حل کر دیتے ہیں در حال
ایسا سرور جگ کل میر　　روز قیامت ہوے دستگیر
اس کا کہیا جس دل بار　　خاصاں مومن ہیں دیدار
مومن کا دل عرش پچھان　　نور نبی کا دیک عیاں
جے کوئی دیکھے نور نبی　　بیشک دیکھیا جان ربی
یوں ہے دیک نبی کا قول　　کیا فرمان سب رب کے بول
دیکھیا اپناچ دیدار　　ان جوں دیکھیا ہوے کرتار
آپیں دیک خدا کا نور　　اس نور تھے کل کیا ظہور
توں ان نور نبی کا پچھان　　عالم جس تے کیتا جان
اللہ کیرا یوں ہے قول　　معشوق اپنے بنے رسول
۲ جیتا کرتا بج کوں بار　　آپس کرتا نا اظہار
کل شئ جیتا مخلوقات　　نور تھے پرگھٹ کل صفات

---

(۱) نسخہ آغا صاحب سے (۲) یہاں سے مشترک۔

اپنی تو ہے مخفی ٹھار — پرگھٹ قدرت کیتا بار
قدرت صورت[1] روپ دکھاے — ۲ کرتا کوں نا دیکھیا جائے
یک یہ عالم جسمانی — دوجا عالم روحانی
یہ دو عالم ہیں ایلار — نور ہے دونوں کے پیلار۳
وہاں کا عالم ہے کچھ ہور — وہاں کوئی قادر ہے ور زور
جے کچھ نازل وہاں تھے بار — دونوں عالم کیرا ٹھار
قدرت سن کوں ملیا خدا — قدرت بی ٤ ہے ذات جدا
٥ جیتا قدرت کیتا سار — نا اس بہیتر نا ہے بہار
جے کچھ تصرف٦ کیتا رب — پدس ۷ پدس آیا عالم سب
سب تھے کامل ہے انسان — گیان ہدایت دے۸ عرفان
انسان بہیتر ہوا ظہور — پردا تھا سو کیتا دور
کہ الانسان سری انا سرہ — من عرف روح فقد عرف ربہ
۹ کیسا اس کا گیان کمال — دیکھیا اس کا نور جمال
۱۰ اس کوں انکھیاں دیتا چار — تو ان دیکھیا وہ دیدار
کیسا اس کا دیک قلوب — ۱۱ بیٹھا دل میں ہو محبوب
مانس کیرا دل کے ٹھار — اپنا دکھلایا دیدار

---

(۱) سوں ان (۲) کرتے (۳) نورانی دونوں کے پیلار (٤) بن ـ
(٥) جس تے (٦) تصور (۷) وسواس (۸) دیا (۹ و ۱۰) صرف
نسخہ آغا صاحب میں (۱۱) روشن ـ

ا اے جے پچھے عالم بار | اس کے دل میں ھے اظہار
احق کا او تو ھے انسان | اس میں اس کا سب نشان
عرش ہور کرسی، حور ملک | بہشت ہور دوزخ، ارض، فلک
جیتا عالم ھے کل شئے | اس کے دل میں پرتو ھے
اس کے جان پنے کی چھانوں | مانس کیری دل کے ٹھانوں
تو یہ آپس میں اس حوے | بوجھا اپنا معبود ہوئے
سب سوں ھے سب بوجھا رب | عشقوں آپس کھویا سب
کون مراتب کون فضل | جبرائیل کا نہیں دخل
جہاں دیک جبرئیل کا نئیں بھیر[۲] | وہاں دیک انسان کیرا سیر
انسان مقصود حاصل کر | حق میں آپس واصل کر
درجا پایا قرب مقام | اپس کھویا دیک تمام
طالب ہونا حق کی باٹ | ''میں پن'' اپنا [۴]سکلا بات
[۵]کرنا سالک دل میں سیر | ''میں پن'' اپنا دور کر غیر
میں پن دور کر نور اصل | نوری ان کوں سہج وصل
تیرا ''میں پن'' گیان بہیتر | اس کا ''میں پن'' گیان اپر
[۶]گیان دھیان کچ ناد ھے اوپر | وہاں کاد سے سب زیر وزبر
بندا فاعل ھے مختار | فرصت دیتا ھے اختیار
دیکھنا، سننا، بولنا بات | بعضی تن کی ھے [۶] حرکات

(۱، ۵ و ۶) صرف نسخہ آغا صاحب میں (۲) بن (۳) ھنر۔
(۴) سکلاٹ (۶) سب۔

. ں کوں نہیں کوئی طرف　　فہم ، ہدایت ، کون شرو

بات دیکھیا دل کے دھیر　　کوشـش کرنا رہے تدبیر

بھیجیا اللہ ۱ نبی قرآن　　سمجیں ۲ سن کر بول بیان

دل میں کرنا اس کا فام　　بر حق چلنا کرنا کام

مشغول ہونا دل کے ٹھار　　حق تہے پاوے گا دیدار

حق کا مرشد ہوے خاص　　تج کر دیوے حق شناس

نئیں تو جھوٹی کھٹ ۳ ہتلاؤ　　غفلت میں سب عمر گنواؤ ٤

اس میں مر کر جاوے تن　　ماٹی میں بھا کرے ٥ دفن

بزاں ہوئے ٦ پچتاوا ہم　　کرنا جاوے دل کا غم

جیتا ہے لگ مرنا جان　　مر کر جینا دیک پچھان

بزاں ٧ ناہیں موت حیات　　سمجیں عارف کیا ہے بات

نبی ٨ کیرا ہے یو قول　　بوج اسے معنی کیا ٩ ہے بول

سیدھا مارگ دھرنا پاؤ ١٠　　حق کوں پاوے دیکھو ١١ جاؤ

صدق یقین صابر ١٢ ہوے　　بوجھے قادر ہے کر کوئے

عارف ہو کر لیا ایمان　　جے کچھ کرتا سو ہے جان

امر خدا کا ایساؤ بجا　　رہنا بین الخوف رجا

---

(۱) اللہ نے نبی ہور قرآن (۲) سمجھنا (۳) کھٹ پٹ لا (٤) گنوا ۔ (٥) کر تن دفن (٦) بعد از ہووے پچھاننا جم (٧) بعد از (٨) اللہ محمد (٩) دیک ڈھنڈول (١٠) پانوں (١١) ماوے چھانوں (١٢) صادق ۔

دنیا فانی نا تج ہوے   دایم حال ا نا حئیے کوے

تن کی خلعت دیتا توج   صورت آدم کیتا بوج

لوڑے تج کوں آدم کوں   آدم برلا لا کھوں چن ۲

آدم نور نبی کا پاك   نہ کی صورت بر خا خاك

آدم کی نا ہوے صفات   اس تہ‌سے بہتر حیوانات

صورت سیتی نئیں کچھ کام   لوڑے آدم کیرا فام

تن کے سنگوں ہوے نفس   برتے پانچو ھوا ھوس

فہم دلالی پکڑیا بار   ہر ہر اعضا کیرے۳ ٹھار

نینو ما ھیں۴ بھید نظر   کانو ما ھیں سننا بھر

ناسك انگوں لیوے باس   ایسے پانچو۵ بھوگ بلاس

تن کے سن۶ کوں سد بد فہام   ظاھر باطن دیك تمام

نفس قوی ہو تن میں بھر   پھرتا تن کا گھوڑا کر

پانچوں داراں میں ھلکاؤ   اپنے "میں پن" کوں سلکاؤ

میں ہور میرا پکڑیا ماؤ۷   جھوٹا دھندا پکڑیا چاؤ

حرص بدھارا پکڑیا بہوت   دنیا کے۸ سب جھوٹے روت

اس۹ تن سنگوں ظاھر ناند   آپس آپیں لیتا باند

جو ہو پنگڑی مال۱۰ ملوك   بھولیا ان کوں چھوڑ سلوك

خویش، قرابت، مال ہور بہان   ان سوں لاگا جیو پران

---

(۱) یہاں (۲) چون (۳) کیرا (۴) میں (۵) پانچوں (۶) سنگوں۔

(۷) پاو (۸) دنیا کیرے (۹) اپنے تن کوں (۱۰) مال ہور ملك۔

ھے لگ نیری لگتا سوک — مرتے ا بیلا پڑتا دوک

"توکا" اس کا ھوا کم — جے از دل میں لیتا غم

میٹھے لاکے ان کے چھند — اپنے دل کوں کیتا بند

جھوٹی کثرت دل میں بھید — جھوٹا آخر ھوے نپید

جیسا ھے یہ ویسا نئیں — دل تو الجھا ۲ نئیں ھے کئیں

محبت پکڑیا جھوٹا یاد — جانیا نئیں لگ تھا بہو شاد

محبت جان پنے کی انگ — میں یوں باندیا نسبت سنگ

جھوٹی محبت نا ھوے۳ نہاٹ — آخر بازی مشکل ٤ کھاٹ

ماں ھور بنگڑی بہانا جوے٥ — کھانے پینے تھیں دل کھوئے

جوں ٦ یہ آویں تیرے پاس — ان کو دیکھ تو بیری ۷ نہاس

ان کے سنگوں توں ھو خوار — کونچے کونچے ، داریں دار

جیتا ۸ جوڑ ملاویں مال — نیتا جاکے بتری خیال

نینو کا ھے ایسا کار — جے کچ دیکھے خش دیدار

عمر گھٹے لگ دیکھے جم — حرص بدھارا ناھوے کم

جیتا جبھوا چاکے رس — جنم گمواوے نا ھوے۹ بس

دل کی طمع جولک توج — تو لگ حاصل نیں کچھ بوج ۱۰

پیو کی محبت کرے اثر — جھوٹے تن کوں جاے بسر

---

(۱) موے پیلار (۲) تیرا (۳) نہ آوے ھات (٤) مشکل ھے کھاٹ ـ
(٥) ھور جو + کھانے پینے تھے دل دھو (٦) جوں جوں (۷) تیز ـ
(۸) جیتا جوڑے ملک و مال (۹) ھوس (۱۰) توج ـ

یه جیتی محبت اتنا دوك   کیوں رهے دایم ایك هی[1] سوس
جے کوئی مانگے دایم سوك   چھوڑے طاهر کا سوك دوك
باطن حاصل هووے ذوق   [2] پیوتے پیو کا پاوے شوق
من کا گھوڑا خاکی تن   روح کا گھوڑا ممکن من
روح کے انگوں قایم نور   سب سوں بن سیدهی[3] مور
جھوٹے تن کی کس کوں آس   ماٹی میں گل جاوے ناس
جھوٹی نسبت کیرا فهام   باطن بهیدیا[4] دیك تمام
جیتا هے لگ خاکی تن   باطن بهیدیا رك اپنا من
خاکی تن تھے هووے موت   من تھے آخر نا هوئے فوت
جیوں که کیوڑے سوں مل کات   خشبوئی بهیدی کات سنگات
کیوڑے تھے هوئے کات جدا   خشبوئی مکتی رهے سدا
یوں اس خاکی تن کی باس   باطن رهے ممکن[5] پاس
من بهی اندهلا هے تن باج   تن بن چلتا نئیں کچ کاج
آنکهیاں هے لگ دیکھے روپ   انکهیاں نئیں تو مخفی چوپ
جبهوا هے لگ چاك سواد   کان اچھے لگ سننا ناد
ناسك هے لگ خشبوئی باس   گیان اچھے لگ بھوگ بلاس
[6] اس پانچوں اپر سیکھے وام   نسبت سنگوں بھوگ تمام
نینوں میں جب آوے وهام   دستا جو کچھ کهے تمام

---

(۱) ان کوں (۲) پھوٹے بارے پیو کا شوق (۳) سب هوئے معمور (٤) ڈهنڈنا (٥) من کے (٦) پانچوں بن ایك هی فهام ـ

ناوں بھیر اوے کیان   سن کر بوجھے[1] بول بیان

[2]ناسك انكوں خشبوی سنگ   جبھوا پرتے لذت چنگ

[2]اعضا پرتے دك سك بھوگ   گیا نو سب تن دیك سنجوگ

[3]ظہر باطن میں یو فہام   فہم نہیں وہاں کیا ہے کام

دشٹی کوں دیك سوجھے کس کا[4]   آپس آپیں بوجھے کس[4] کا

تن تھے خارج دستا من   من تھے حرکت خاکی تن

جہاں خوش لگتا بجھ آرام   وہاں سب بستا[5] تیرا فہام

زیبا صورت دیك جمال   بھولے عاشق ہوئے بحال

[6]نینوں ماہ سوں . . . . . .

[7]وقتی سننا بھاوے راگ   بعضی تن تے جاوے بھاگ

جس نسبت [8]یوستا گیان   واں سب اعضا ہیں مہمان

جہاں لگ مجلس دل میں بار   سب[9] آئے ہیں حاضر اس ٹھار

اعضا کی سد ہوے گت   سکا[10] حوں کے کاڑے مت

سد، فہم سب ممکن سات   ظاہر باطن کے حرکات

---

(۱) سانچے بول بیان (۲) نسخہ آغا صاحب میں دونوں شعر نہیں ہیں (۳) ظاہر باطن میں کیا (٤) کیا (٥) نشان۔

(٦) نینوں ماھی بستا روپ   چاروں دار مخفی چوپ

(۷) یك وقت (۸) سوں سننا (۹) سکلے (۱۰) تن من جیو سب سارے ست۔

باطن کیرا پر[1] تو بوج   ظاهر [2]پانچوں یہ ہے توج
ظاہر تن تھے حاوے فہام   من سوں بھر نے منگے کام
جوں کی سو کر دیکھے خواب   پانچوں داراں پڑے خراب
باطن بستا جا کس ٹھار   کون چتر وہ نقش[3] و نگار
اس تن کورے کیسی بودھ   دیکھے سو نا لیاوے سودھ
ظاہر توں اس تن تھے دور   باطن دے کے حال حضور
[4]پر گھٹ دسیں پانچوں دار   تن کے بھیتر دل کے ٹھار
باطن ہوتا دل کے بھار   ظاہر خاکی تن کے ٹھار
وہاں بی دیکھن ہارا ہو   ممکن تن کا ٹھارا او
دل تھے تیرے جو وسواس   پرگھٹ ہوہو دستا پاس
سفلی روح ہے ممکن سات   روپ دیکتا ہے خطرات
سفلی ارواح کرتی سیر   اسفل ہے دستا زیر
وہاں کا بی ہو دیکھن ہار   جھوٹے خطرے من کے مار
جھوٹا دستا تیرا روپ   دیکھن ہار مخفی چوپ
سوتا مانس ہو ہوشیار   فہم جپایا[5] تھارین تار
کون کیا تھا کرنا فہام   جب سدھ وھاں کی لیاے تمام
بھی کچھ بولوں کہوں مثال   کہ اک بیٹھا لیہ[6] کچھ حال

---

(۱) سیر توں بوج (۲) مانجھ ہوا یوں توج (۳) نفس بکار (٤) یہاں سے آٹھ اشعار صرف نسخہ آغا صاحب میں ہیں (٥) جنایا۔ (٦) ہے۔

فکر اندیشہ کرے بہت نسبت سکوں پڑیا کونت
محبت پکڑیا دل میں یاد تن تھے[1] بیٹھا ہو برباد
باطن بھیدیا[2] تیرا من دل میں پکڑیا کوں وطن
پر چت بوجھے کوں خرد دو کہ سو کہ سگا کوں درد
روح کوں خاکی تن میں بھاؤ ہوا خمس کا دیکھنا چاؤ
پھاے تن کا سن افعال جو جو دستے ہیں اشکال
جہاں لگ دستا نینوں تل دیکھن ہارا توں نرمل
لینا انتر کیری بود دیکھن ہارا ہے اوسود
تو اس خاکی تن کے ٹھار نینوں میں ہے وودیکھن ہار
نینوں بھیتر ہے کوئی جان سو وہ حرکت کرے پچھان
دیکھن ہارا دیکھے چوپ جیسا نینوں دستا روپ
جے بکھ پر گھٹ بجتا ناد کانو بھیتر سنتا شاد
ناسک بھیتر لیوے باس جبھوا بھیتر لذت چاک
لمس لگیں کا لیوے سوک پانچو آپن ایکس دوک
بیٹا بیٹی یا عورات کدریا[3] جگ تھے ہو نہاٹ
ظاہر تن کی اتی[4] کثرت باطن باندا کیوں محبت
باطن دل میں لیتا دُوک ظاہر تن کا بسریا سُوک

---

(۱) تھیں میٹیا (۲) بھرتا (۳) جگ تر ہو مات (۴) بہوت ۔

وہ دک باطن کس پر بار		سیج بچھائی [1] بھو انگار
من میں محبت پکڑے سوک		ظاہر تن کا بسریا سوک
[2] وہ مکہ بستا ہے جس ٹھار		پانچوں حاضر ہیں اس ٹھار
[2] پانچوں کیرا او سیر		سمجے نا اس کو پانچوں سیر
باطن جس پر دوک سوک بار		کون گیانی بوج [3] قرار
باطن ہونا من کا جان		تو وہ حرکت کیری پچھان
ممکن کیرے کون صفات		بولوں پکھ وہ ہے کس دھات
[4] جو تجھ باطن کے ہے چار		خاکی تن تھے آپس کاڑ
کیتا انتر کرے بودھ		چاروں تن کی پاوے سودھ
چاروں تن تھے تو کر بند		تو سکھ پاوے بھوگ انند
کون کون تیرے چار وجود		عاشق و اصل کیتا رہے معبود
پہلا تو یہ خاکی تن		دوجا باطن ممکن من
تیجا غیبی چوتھا جان		نور نرنجن کریں پچھان
دوئی وجوداں روپ اکار		دوئی نروپ دیک بچار
پہلا خاکی دیک وجود		اسکا بارے لیہ مقصود
آب ہور آتش خاک ہور باد		خاکی تن پہلا کیتا شاد
چاروں بستاں کر اک ٹھار		صورت آدم روپ سنوار

---

(۱) پھول انگار (۲) صرف نسخہ آغا صاحب میں ہے (۳) گیان بھوگ بچار (٤) یہاں سے دس شعر صرف نسخہ آغا صاحب میں ہیں۔

ممکن عالم ھے ملکوت	خاکی عالم ھے ناسوت
ارواح سفلی ممکن سات	ارواح علوی ھے با ذات
[1] ذات اپر میں من لاؤ	ممکن سیتی[2] بھوکو جاؤ
جے پکھ میں پن کیرے امر	صورت آوے روپ نظر
میں پن مخفی دل کے ٹھار	دل کے انگوں کرتا بار
ممکن کیرے کیسے کام	فعلوں پرتھے کرتا فہام
ممکن تن ھے روحانی پاك	نہ کی صورت ماٹی خاك
موئے بعد رو ھے خاص	سد بد سکلی اس کے پاس
خصلت گھوڑے کی اظہار	روح لیے بھرتا ٹھاریں ٹھار
بجلی تھے بھی بھوت چپل	بندے پھیرے جاے نکل
جیسا ممکن[3] روح توج	خاکی پوشش کیتا بوج
روحی مرکب ھے وو صاف	خاکی تن کا کیا غلاف
روح سفلی اس کے سات	علوی کی وہ دیکھے صفات
سفلی علوی روحاں دوئی	جاری[4] مقیم کہتے کوئی
سفلی روح کوں ھے سیر	علوی کو نئیں پھیرا پھیر
سفلی جاتی اندر خاب	جھوٹا[5] پرتو دسے شتاب
سفلی پیدا روز[6] میثاق	ممکن تن دے گیان[7] نفاق
جس کوں رب سوں ھوا کلام	روحاں سجدہ کئے تمام

---

(۱) ذات پر تو میں آؤ سماؤ (۲) بیٹھے (۳) روح ممکن توج۔
(٤) چار (٥) چوتھا پر توں دستا شتاب (٦) وقت (٧) کیا۔

علوی اچھے تن کے سات　　قایم جو اگک حال حیات
اخا کی تن کوں ھے ممات　　ممکن سوں اس ھے حیات
عقل مقیمی علوی ناؤں　　عقل دلالی اس کی چھاؤں
عقل مقیمی دیک ۲ بچار　　عقل دلالی اس کا بار
عقل مقیمیں دیک ھلال　　پرتو چندنا عقل دلال
جونکے سونے کیرے ٹھار　　سفلی تن تھے ہوتا بار
علوی قایم تن کے ٹھار　　سفلی کھٹ پٹ کرتی بار
تن کی نسبت کیرا فہام　　نکل جاوے دیک تمام
سفلی پرتو جوں ھے باس　　علوی گل جوں رکھے باس
جوں کی سوتا ھے بے غم　　۳ناب ان دھر کے کھیلے دم
گیان تیرا کیوں ھو دو ٹھار　　باٹاں کیا دیک بچار
۴سپنے میں کا کیسا گیان　　مرد ے سیتے دیک عیان
مردیاں کیرا نئیں کچھ ڈر　　۵ ملتا ان سوں خوشیاں کر
جاگتا مانس اچھے هشیار　　مردے دیکھے نظر تلہار
چھل کر مرتے نئیں کچھ بار　　عقل مقیم ھے اس ٹھار
سونے سپن۶ کا جھوٹا خیال　　جاگتا اچھکر ھونا حال
ظاهر ملنا مردیاں سات　　ان کوں ڈر کی نئیں کچھ بات
جوں کی آرس دکتا مکھ　　عین نظر میں دستا سوک

---

(۱) آغا صاحب کے نسخہ میں یہ شعر نہیں ھے (۲) روح (۳) ناران دھر کے (۴) سونے میں (۵) ملتے (۶) میں ۔

جس کے دل تے پردا جائے دونوں عالم دل میں پائے
۱ سفلی تیری دیکھ سکت ممکن خطرے میں جگت
باطن تیرے دل کے ٹھار کون کون عالم ھے اظہار
قطرا پکڑیں صورت روپ شاھد ھوں تو دیکھے چوپ
سفلی ان کو اپنا بار دیکھیں آپیں دل کے ٹھار
سفلی پر تو تیرا گیان ۲اور کوئی ھے با حق با عرفان
جسے کچھ تج تھیں ھوئیں افعال تیرے پر تو تیرا خیال
سفلی پر تیں ممکن سات ۳ممکن پر اس نئیں برکات
ممکن تن کا ایسا حال خاکی تن کے سب افعال
جوں کہ سوئے اندر خاب ٤ اس کا نارے منجہ دے جاب ٥
خاکی تن کا فعل تمام کی٦ وہ دکھنا کرنا فہام
۷دیکھنا، چکھنا، سننا بات سونگھنا، بھوگنا، سب حرکات
کیتا خاکی تن کا سنگ ممکن اوپر دستا رنگ
تن سوں برتیا جس جس دھات سب وھاں دستا ۸ ھے حرکات
بولوں تج کوں ایک مثال کیا خش تمثیل ھے خش حال
کات ھور کیوڑے کیرا سنگ باس چڑیا دیك اس کے انگ
خوشبوئی تو ھے کیوڑے باس کات میں سب دستا باس

(۱ اور ۷) صرف نسخہ آغا صاحب میں ھے (۲) علوی با حق ھے فرمان (۳) ممکن پن اسے نیں حرکات (٤) خواب (٥) جواب۔ (٦) کیوں (۸) دستے ھیں۔

خاکی تن سوں برتے فہام باطن[۱] فعل دسے تمام

بوڈہ[۲] ترنا جیسا ہو سنگ وھاں بی دستا ویساچ رنگ

ممکن کو تو نیں کچ نقصان جھوٹی کثرت کا ہے[۳] گیان

[۴]. . . . . اس میں ناھیں ھوتا سنگ[۵]

جیسا محبت پکڑیا یاد پرتو دستا دل میں شاد

جس پر محبت باندیا سیچ ویسا دل میں دیکھیں ویچ

[۶]جھوٹے تن کی پکڑیا بھول باطن دستا وھی مشغول

[۷]پکڑیا جھوٹے تن کی کھوڑ جیتاچ[۸] اس کو دیتا چھوڑ

دنیا فانی ہوے نہاٹ آخر ھئی سوں یوں کیر دھات

جیسی ظاھر کی کھٹ پٹ ویساچ باطن ھوے اٹ پٹ

جن یہ کھٹ پٹ کیتا دور تو وو دیکھیں دل کا نور

جس[۹] میں من کے خطرے مار روح کا دیکھے گا دیدار

جھاں تیں خطرہ نپجے[۱۰] موڑ [۱۱]کھرک گیان سوں کروں[۱۲] توڑ

[۱۳]جس تھے خطرہ ھوتا بار اس کا توں ہو دیکھن ھار

کون تخم ھے بیچ قرار جس تھے ھوتا خطرہ بار

---

(۱) باطن سیتے (۲) بودہ ترنا جیسا ہوے + وھاں بی دستا ویساچ کوئے (۳) سب (٤) خاکی تن کے بھرتے رنگ (نسخہ آغا صاحب میں) (٥) بھنگ (٦) نسخہ آغا صاحب میں یہ شعر دوسرا اور (۷) پہلا ھے (۸) جے توں (۹) جیتے (۱۰) اپجیں (۱۱) گیان کھرگ (۱۲) دل (۱۳) صرف نسخہ آغا صاحب میں ھے ۔

باطن دیکھے فہمو چپ[1]   من کا خطرہ جاوے چھپ
خطرہ دے کر[2] ہووے غیب   کون فہم ہے دیکھ عجیب
جوں کی دستا ہے اندکار   جہاں تے خطرہ پرگٹ بار
جیدھر تہیں وہ خطرہ آئے   تیدھر توں ٹك دیکھ نجھائے
جہاں تہیں خطرہ ہووے بار   وہاں جوں دستا ہے اندکار
[3]خطرے پر تہے کرنا فہام   کس کی حرکت کس کا کام
کیسا جاگا ہے ظلمات   جیسی کالی اندھاری رات
دیك اندارا غفلت لیائے   [4]عقل گنوا وہاں وہی ....
یہ ہے غیبی تسرا تن   جس تہیں تج کو بسرتا ....[5]
غفلت بسریا بھرم گمان   تسرے تن کا دیك نشان
نس اندھارا جینا ہووے   دین اجالے کیوں نا جووے
نیستی ظلمات ہستی نور   ظلمات چھوڑ کنارے دور
ہستی کیری نیست صفات   دن کا پرتو جوں کی رات
دیکھتا شاہد تو ہے خاص   [6]کالا اندھارا تج تہیں بھاس
تجہ بن سالك[7] نئیں بھی کوئے   دستا دور کر دیکھتا ہووے[8]
کالا اندھارا دستا نئیچ   لے ٹك انتر[9] آپس کھینچ
عارف عاقل تیرا نام   دستے پر تہیں کرنا فہام

---

(۱) فہموں چھٹ (۲) روپ کر (۳) خطرہ ہر جگہ کاتب نے ق سے لکھا ہے (٤) خود عقل میں سب عمر گنوائے (٥) پن ـ (٦) کالا اندھارا تجہ میں پاس (۷) سالك (۸) جووے (۹) آپس انتر ـ

یہاں بھی راکھے الٹی دیٹ — سیدا مارك پکڑ بن نیٹ
جیدھر نہیں تجھ آوے بودھ — لے پیاسے وھاں کی سودھ
گیان اجالا تیرے پاس — چھوڑ اندھارا جھوٹا ۱ بھاس
گیان اجالا میں ھے توں — عارف عاقل کھیا کیوں
گیان اجالا نئیں جس ٹھار — تو کیوں دیکھے او اندکار
عرفان۲ تیرا چوتھا من — جس تہیں دستا ھے روشن
عرفان آرس کیرے ٹھانوں — نور کا پرتھا روح ھے چھانوں
جان پنا ھے روح کی سیر — تو یہ دیکھے آپس پھیر
علوی آھے اس کا ناؤں — نور نرنجن کیری چھانوں
میں پن لاگا اس کے سیر — آپس آپیں دیکھے پھیر
اس کا شاھد نور قرار — ۳توں ھے پرتھا نور کا بار
۴ شاھد نبی کی کہتا سد — اس کے سیر یو ''میں پن'' بد
۵ نور شاھد گیان اپر — توں ھے پرتھا گیان بہتر
۵ نور ھور میں پن دستے دوئی — خارج کرتا دونا ھوئی
میں پن دیوں نور کے سیر — آپس آپیں دیکھیا پھیر
جوں کی آرس کیرا ٹھار — ۶پر تو دستا دیک بچار
۵دوك دستے آرس ٹھار — آرس دور کر ایك قرار

---

(۱) بیگ (۲) عارف (۳) پر تو یہاں نور کا بار (٤) شہدت لے جن کیتا سود (۵) نسخہ آغا صاحب میں موجود نہیں (٦) آرس دور کر ایك قرار۔

چیتن ھارا دیک اتیت — ادونوں میں ھے نیک محیط
نور کا آرس علوی جان — ذات کا پرتو نور عیان
دایم قایم واحد ذات — جس تے پیدا کل صفات
ذات خدا کی دیکھے کون — پرتو پرتھے بوجھے کون
ذات کا پرتو نور صفات — پرتو پرتھیں واحد۲ ذات
فانی میں پن دیک صفات — دایم قایم واحد ذات
جوں کے آرس میں دیک سک — پرتو پرتھیں لیوے۳ سک
اپنا آپیں دیک دیدار — اپنا آپیں ھے گواہ دار
جھوٹا میں پن کر توں دور — پرگٹ دیک لے اپنا نور
میں پن اسے کر دیکھے دھائے — دوپن نیں وہ کیوں کر پائے
جھاں لگ دے کر فعل پچھان — تھاں لگ دستا ھے نقصان
ذات خدا کی واحد ٹیک — پیو کے نیوں پیو کوں دیک
۴ ان توں اپنا آپیں ساک — جھوٹا میں پن سکلا ھاک
یو بی "میں پن" اس کا بوج — اپنا "میں پن" دیتا توج
"میں پن" سکلا جس تے بار — کون "میں پن" وو یک قرار
جن سب جگ کا چیتن ھار۵ — وہ سب کرتا ھے کرتار
جگ کی کرنی جس کے ھات — پرگٹ کیتا ھے ھر دھات
اپنے جان پنے کے انگ — روپ دیکھا اپنے رنگ

---

(۱) دو کے میانے (۲) ثابت (۳) دیکھے مکھ (۴) ھونا اپنا۔
(۵) جتنا لکار۔

۱ میں پن تیرا سکلا جھوٹ　　اس کے میں پن میں یو ٹوٹ

۱میں پن یکیچھ ''توں پن'' دور　　نور سماویں نور یب نور

میں پن چبتے اس کے خیال　　میں پن دے دے ایا وصال

آپس اپن دیکھیں کہاں　　میں پن تج کوں دیتا جاں

اس کا میں پن پکڑیا بار　　تیرا میں پن گواہ دار

تیرا میں پن ہویا نا　　تویں اس کو سواتا۲ نا

میں پن ، توں پن دونوں۳ ایک　　یکس ماھی یکھی نور

٤دیکنا ، دساه دونوں دور　　باق قایم ایکھی نور

دیکما، سننا جس تے ہوے　　وو میں پن تیرا وو ھے کوئے

کون کر سمجیں وھاں کی بود　　تمثیل یہ تہیں ایسا سود

جوں کی دیکھے اندارے ٹھار　　دکتا جاوے نظر قرار

جوت نظر کی جائے تمام　　باج اوجالے نئیں کچھ کام

یا جوں نیر میں غوطه کھائے　　بولنا جیب کا سکلا جائے

جیب تو باق رھے قرار　　پن واں بولن کا نئیں ٹھار

پانی میں تھے نکلا بھار　　تو کچھ بولے بول بکار

بول نا جاوے اچکر جیب　　٦یوں دے کر میں پن ھو غیب

یوں دیك تیرا سدبد فہام　　نور۷ میں فانی ھوا تمام

جوں کی پرگٹ نکلے سور　　تاریاں کا چھپ جاوے نور

---

(۱) دونوں شعر نسخه آغا صاحب میں نہیں هیں (۲) سمہاتا ـ (۳) جونہوں (٤) اور سننا دونوں نور (٥) صرف نسخه آغا صاحب میں ھے (٦) یوں دیکھ سن ھوے طبیب (۷) تو میں پن ـ

۱اچکر تارے ہوئے گت تاریوں کیرا نیں حرکت
۱دسنے میں نادس کر آئے فانی ہونا مل کر جائے
۲چھائے روشن حق کا نور اچکر میں پن جاوے دور
میں پن جاوئے دیك بچار ۳باقی ابری میں کہن ہار
٤گاؤں آئیں جو ہودے دار کھٹ پٹ کرتا بولن ہار
٥عہدا اس کا ہوے دور ٦کھٹ پٹ نئیں ہوے منصور
کھٹ پٹ گذریا دیك بچار چپ کے رہیا ہودے دار
جیوں کہ بالك هے نہنواد دیکھتے دستے کا نئیں یاد
۷پورا اس کو ناهیں بود تو کیوں بالك منگتا دود
کون فہم هے میں پن باج بھوگ نتا لك تہا دیك ساج
نسبت سنگوں میں پن آئے نسبت نئیں وهاں هی میں پن جائے
عقل دلالی جانتے۸ بار فانز ہوے اوسے۹ هے ٹہار
بالك پن کی سدبد خام۱۰ خام پن وو کیا آوے کام
کیجے پھل میں دیکھے ریج پرگٹ دستا نیں وو بیچ
جب وہ نپچتا ہووے پھل دس کر آوے بیج نکل

---

(۱) نسخہ آغا صاحب میں موجود نہیں (۲) جہاں هے (۳) کذا امر حق کا رهے یسك ٹہار (٤) جوں گاوں کے اپر ہوے دار (عہدہ دار) (٥) هدا (٦) سب سوں کھٹ پٹ کرتا هے کار۔ (۷) یوں جان جو بالك میں ناهیں سود (۸) جہاں تے (۹) فانی ہوتی هے دو ٹہار (۱۰) فام۔

جس کو ناھں اپنی سود　　کیوں کر پاوے گا مقصود

۱حولگ ناھیں اپنی ٹھار　　کیوں کر بوجھے گا کرتار

بجنا ان دیتا فام　　اپنا آپیں را کھیا نام

حس کو گر کا ھو پرساد　　تو ھووے نور پرشاد

۲نور نرنجن سہج سروپ　　روپ کہوں تو دیك سروپ

۳روپ تھے تو دیکھے کیا　　دیکھیا ہیں اس ایکھے کیا

نیرے کہوں تو دستا دور　　دور کہوں تو اظر حضور

خارج کہوں تو ملیا ھم　　ملیا کہوں تو خارج ھم

ٹھانوں کہوں تو کہاں ھے ٹھار　　ٹھار نہیں تو کہاں تھے بار

نور اوپر سب ھے سرپوش　　باطن اندر پکڑیا ھوش

چاروں تن کے کسوت بار　　نور نرنجن کیرے ٹھار

نور نرگھٹ اس کی ذات　　کیتا پرگٹ قدرت سات

نور کے انگوں قدرت بار　　آپیں تو ھے مخفی ٹھار

آپس آپیں کیا ظہور　　آپیں قدرت آپیں نور

آپس ماں میں اپنی ٹھار　　آپیں دیکھیا اپنا بار

قدرت کر کرنا کھیا ناؤں　　اپنے میں پن کیرا چھاؤں

ظاھر باطن آپیں آپ　　سب سوں بن سب وھی آپ

نور ھور قدرت کیرا میل　　جونکہ تیرا تجہ میں ٹھیل

---

(۱) جس کو (۲) کتب خانہ روضتین کا یہ آخری شعر ھے اس کے بعد (۳) سے آغا صاحب کے نسخے کی نقل ھے۔

چاروں تن میں دیك محیط | پھر چاروں میں تھے دیك اتیت
جیوں کہ تیرا تن میں جیو | یوں وو جتنا سب سوں پیو
سب اعضا تیرے سر تا پائے | جیوں کہ تن میں جیو کوں پائے
تجہ گھٹ بھیتر تیرا نور | ناھیں تیرے ناھیں دور
یوں سب عالم سوں کرتار | سب سوں بن سب ھے اظہار
جینا مرنا تجہ پر حال | اسکا جینا سدا کال
نور اس کا اس تھے جان | اس کی آنکھوں سب پچھان
نور سنواریا قدرت اسگ | سب سوں ملیا قدرت سنگ
بوجہ مقیم کون ھے وجود | جس میں پرگھٹ سب وجود
کیوں وہ پرگھٹ سب سوں دیك | جو وو بن سر آئیں ایك
سب سوں بن سب آپ اتیت | سب سوں بن سب آپ محیط
آرس کیتا تج عرفان | صیقل کیتا با عرفان
تجہ میں اپنا دیکھیا مکہ | بھولوں چاوں کیتا سك
یوں تجہ میں ھے آپ ظہور | تیرے نینوں دیکھیا نور
تجہ میں جو کوئی ملن ھار | وہ کون گیان دیك بچار
دیکھنا تیرا جس تھے ھوے | اس کے انگوں اس کوں جوئے
کر تجہ ظاھر کھلایا بھید | توں سوں غائب ھو رھا نپید
کر تجہ نور کا وو ھے دیدار | کہ یہ فانی نیں کچھ ٹھار
گر تجہ کو کچھ ناھیں سودھ | کر تج روشن کیسے بودھ
یوں دیکھیا باطن کس کا فام | کرتے پرتے کرنا فہام

مرنا جینا اس کے ھات	سن اس بوجھے مشکل بات
غالب قدرت بوجہ کمال	جس تھے تجہ پر دو حال
جس تھے کرنی ھے حرکت	دوجے کیری نئیں نسبت
جے کچھ کرتا سو اپنے بل	دوجے کیرا نہیں دخل
نور پرتو ذات کا ایک	ذات خدا کی واحد ایک
چوتھا عالم کیتا ماؤ	سانچا ھو کر لینا چاؤ
تجہ نینوں میں اس کے ہیں	تجہ مکہ بولیں آپیں سین
تجہ کان بہیتر اس کے کان	تجہ دل بھیتر اس کا گیان
ناسک بھیتر اس کی ناک	جبھوا بھیتر لذت چاک
تجہ تن بھیتر وو تن خاص	کرتا ھے وو بھوگ بلاس
یوں سب جگ سوں دیک محیط	ان سب جگ سوں آپ اتیت
مجمل تھا با ذات قدیم	دایم قایم دیک مقیم
عشقوں پرگھٹ کیتا کھیل	دوجگ مانڈیا کیسا میل
میں پن دے کر عاشق سیر	آپیں آپس دیکھیا پھیر
جن کے نیرے دیکھیا بھائے	اس کوں اپنا مکہ دکھائے
معشوق کا نا ھوے خیال	عاشق کیرا کچھ ناھیں مجال
عاشق کوں نہیں اختیار	دیکھے معشوق کا دیدار
معشوق تیرا عشق تمام	عاشق میں مل کر کرتا کام
عشق کہاں میں بولوں توج	معشوق نیرے ھے کر بوج
جب لگ نئیں دیک تیرا مک	تب لگ عاشق کوں نہ تہا سک

معشوق اپنا دیکھیا ہوے　　عاشق بیٹھیا آپس کھوے
دیکھیا عاشق نور جمال　　بھولا عشقوں ہو بے حال
محبت کھینچا معشوق نیر　　کھویا عاشق اپنا سیر
دل میں کھینچا عشق کا بھید　　عشق منیں ہو آپ نپید
عاشق ہو کر بھولیا تجھ　　معشوق ہو کر کھولیا بوجھ
دونوں بھیتر عشق محیط　　اپنے پر گھٹ آپ سمیت
اپنا عاشق آپیں ہوے　　دوجا دستا ناھیں کوئے
عاشق درپن دیکھ بچار　　معشوق دیکھے اپنا یار
درپن سنگوں دیکھے مکھ　　اپسا آپیں لیوے سکھ
عاشق میانے الف حجاب　　معشوق اپنا دیا خطاب
الف حرف کر عشق اصل　　معشوق اپنا دیا وصل
الف حرف عشق خطاب　　دایم قایم ھے بالذات
میں پن اس کا ہووے دور　　نور سماوے نوریں نور
عاشق میں پن اپنا کھوئے　　عاشق وورھے معشوق ہوئے
جنھیں عاشق ہو کر یار　　معشوق ہو کر کرتا بار
عاشق پن کا بھایا بھاؤ　　معشوق ہو کر لیتا چاؤ
آپیں عاشق ھے معشوق　　آپیں خالق ھے مخلوق
آپیں قدرت آپیں نور　　آپیں نیڑے آپیں دور
آپیں عابد ھے معبود　　آپیں شاھد ھے مشھود
آپیں طالب ھے مطلوب　　آپیں غالب ھے مغلوب

آپیں عاقل ہے معقول آپیں قابل ہے مقبول
ماٹی پانی آپیں باد آپیں ھوا آپیں ناد
آپیں ممکن آپیں نور آپیں چندر آپیں سور
آپیں اوپر آپ تلار آپیں بھیتر آپ بہار
آپیں دشمن آپیں پیار آپیں امرت آپیں زھار
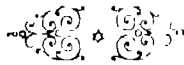
ترقیمہ

مخطوطہ پروفیسر آغا حیدر حسن

رسالہ من تصنیف حضرت عاشق داول قدس اللہ سرہ

بتاریخ ۱۴ / ذیقعدہ سنہ ۱۱۱۳ ھ ہمراہ بادشاہ عالمگیر

زیر قلعہ کھیلنہ تحریر یافت

نصرت کاتب لکھیا کلام جو پڑھے بھیجے درود وسلام

فرہنگ

لغت کشف الوجود (سید شاہ داول خلیفہ حضرت برہان الدین جانم)

الف

اپسے : خود بخود

اپناچ : اپنا ہی

اتیت : اوجھل ہونا، غایب ہونا

اچکر : رہتے ہوے

آرس : آرسی، آئینہ

اکار : بے کار

ان : اندر

انتر : اندرونی

اندکار : اندھیرا

اندھلا : اندھا

انگ : جسم

انگ لپت : مجسم

انگوں : سامنے

ایلار : اِس طرف

ب

باج : بغیر

بجنا : بوجھنا

بد : بدھ (عقل)

بدھارا : زیادہ ہونا

برتنا : موجود ہونا

برخا : برقع

برلا : نادر، انوکھا

بزان (بعد ازان) : اس کے بعد

بن : بغیر

بوج : عقل

بول بکار : بول سکے

بہار : باہر

بھاسنا : ظاہر ہونا

بھان : بہن

انا : ڈالنا

وگ بلاس : عیش و آرام

یتر : اندر ، میں

یدیا : توڑا

یر : اثر

ہیں : زمیں

یری : دشمن

یلا : وقت

پ

پانچوں داراں: (مراد)حواس خمسہ

پران : روح

پربھا : روشنی

پرگھٹ : ظاہر

پنگڑی : بچہ

پھیرا پھیر : بے مقصد گھومنا
آوارہ گردی

پیلار : ورے، اودھر

پیو : پیا ، معشوق

ت

ترنا : جوان

تلار : نیچے

تو : تب

توج : تجھ کو، تجھے

تو لگ : جب تک

تھے / تے : سے

تیتا : اتنا

تیجا : تیسرا

ٹ

ٹھار / ٹھانوں : مقام

ٹوٹ : نقص ، خرابی

ٹھیل : دوسرے پر ڈالدینا ،
ڈھکیل دینا

ج

جبھوا (جبوا) : زبان

جپایا تھا : ورد کرایا تھا ، دھن
نشین کرایا تھا

جولگ : جب تک

جونا : دیکھنا

جوے : دیکھے
جے : جو
جیتا : جتنا
جیو : جان
جیون کر : جیسے کہ

چ

چاؤ : خوشی
چپل : چالاک
چندنا : چاندنی
چنگ : چونگ ، دایقہ اے
چوپ : چپ
چھند : مکرو فریب
چیتن ھارا : دیکھنے والا

د

داریں دار : در بدر
در حال : فوراً
دسنا : نظر آنا
دشٹی : نظر
دندی : دشمن
دوجا : دوسرا
دوجی کیرا : دوسرے
دوجی کیری : دوسرے
دھانا : دوڑنا
دھندے دھند : دشمنی
دھیر : طرف
دیٹ : نظر
دیك سك : دیکھ سکنا

ر

رانیا گیا : نکال دیا گیا
روت : تبدیلیاں

س

ساج : سجاوٹ
ساك : گواہ
سرجا : پیدا کیا
سروپ : شکل
سکاے : سب
سلکانا : چھوڑنا ، آھستہ آ
ترك کرنا
سنجوگ : میل
سنگ (سنگون) : ساتھ

سواتانا : سزاوار نہیں ہوتا

سوسنا : برداشت کرنا

سوك : سکھ

سون : سے

سہج : فطری

سیتی : سے

ف - ق

فام : فہام ، سمجھ

قبولیا : قبول کیا

کات : کانٹا

کاڑنا : نکالنا

کرسون : کروں گا

کس دھات : کس طرح

کونت پڑیا : کمی ہوئی

کونچے کونچے : گلی گلی

کھٹ پٹ کرنا : کوشش کرنا
جدو جہد کرنا

کھرك گیان : عقل کی تلوار

کھنڈ : زمین کا حصہ

بن کھنڈ : جنگل کا قطعہ

کھوڑ : برائی ، نقصان

کی : کیوں

گ

گت ہونا : معلوم ہونا

گھاٹ : طریقہ

گھٹ : دل ، جسم

ل

لاگا : لگا

لپٹ : لپٹا ہوا

لٹ پٹ : الجھا ہوا ، الجھن

لوڑنا : چاہنا ، پسند کرنا

لیوے سك : لے سکتا ہے

لیہ (لھے) : لے

لئی : بہت

م

مارگ : راستہ

مانڈنا : سجانا ، ملانا

ماؤ : خوشی

ماهیں : میں

مسکا جونکه کارے مت : جیسے متھنے سے مسکا نکل آتا ھے

منیں : میں

موڑ : مولکا

موئے بعدز : مرنے کے بعد

ن

ناب : ناف

ناد : طرح ، آواز ، گیت

ناس جائے : برباد ھو

ناسك : ناك

ناہد : رھو

نپچنا : نکلنا ، پیدا ھونا

نپید : ناپید

نتا : نه تھا

نجھانا : دیکھنا

نرنجن : پاك ، منزه

نروپ : بے شکل

نرگھٹ : غیر مجسم ، غیر مادی ،

نس : رات

نھاٹنا / نھاسنا : بھاگنا

نھنواد : بچپن

نیٹ : درست

نیئیچ : هرگز نہیں

نیری : نزدیکی

نیرے : نزدیك

و

ور : برتر ، زیادہ طاقتور

ویچ : وهی

ه

هاك : بیکار

هار : زهر

هلکاؤ : زیادہ کام نه لو

هودےدار : عہدہ دار ، افسر

ی

یکس ماهی : ایك هی میں

پرِت نامہ

از

اُستادِ دبستانِ گولکنڈہ

قطب الدین قادری "فیروز" بیدری

مرتبہ

ڈاکٹر مسعود حسین خاں
صدر شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

۱۹۶۵

مقدمه

قطب الدین (" قطب دین ") قادری المتخلص به " فیروز " بیدر کا نامور شاعر اور دبستان گولکنڈہ کا مسلم الثبوت استاد تھا۔ وجہی اور ابن نشاطی جیسے اساتذہ سخن نے فیروز کو استاد تسلیم کیا ھے اور اپنی شاعری کی اس سے داد چاھی ھے۔ وجہی اپنی ابتدائی تصنیف " قطب مشتری " (سنہ ۱۶۰۹ ء) میں دو جگہ فیروز کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ھے:

که فیروز محمود اچھتے جو آج
تو اس شعر کوں بہوت ہوتا رواج

که نادر تھے دونوں بی اس کام میں
رکھیا نیں کنے بول اچھوں نام میں

آگے چل کر اسی مثنوی میں اس کی شان نزول کا ذکر کرتے ہوئے فیروز کی زبانی اپنے شعر کی فضیلت یوں بیان کرتا ھے:

که فیروز آ خواب میں رات کوں
دعا دے کے چومے مرے ھات کوں

کہیا ھے توں یو شعر ایسا سرس
که پڑنے کوں عالم کرے سب ہوس

توں یوں کر کہ خصلت یو تُج آئے نا
کہ توں خوش اچھے ہور کِسے بھائے نا

توں ایسی طَرَز دل تے ہپچا نوِی
کہ دُسرے کریں سب تری پیروی

وجیہی ترا ذہن جیوں برق ہے
تجے ہور بعضیاں میں لئی فرق ہے

قطب مشتری کے تقریباً چھیالیس برس کے بعد ایک دوسری اہم تصنیف "پھول بن" (سنہ ۱٦۵۵ ء) میں گولکنڈہ کے دوسرے نامور شاعر ابن نشاطی نے وجہی سے زیادہ فراخ دلی کے ساتھ فیروز کی استادی کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ھے:

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد
جو دیتے شاعری کا کُچ مری داد

استاد فیروز کی اس ھمہ گیر شہرت اور مقبولیت کے باوجود کچھ عرصے قبل تک اس کا کوئی ادبی نقش دستیاب نہیں تھا۔ سب سے پہلے ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے ادارۂ ادبیات اردو کے "تذکرۂ اردو مخطوطات" میں اسکی ایک مختصر مدحیہ مثنوی موسوم بہ "توصیف نامہ میراں محی الدین" کی نشان دھی کی۔ ادارہ ادبیات اردو کا یہ نسخہ ناقص الآخر ھے اور اس میں اشعار کی تعداد ۱۰۲ ھے

جن میں دو شعر نا مکمل ھیں، خود فیروز نے اپنی مثنوی کے آخری شعر میں ابیات کی کل تعداد ۱۲۱ بتائی ھے:

صدو بیست ویک جب کیا بیت میں

اس کے بعد انجمن ترقی اردو (ھند) کے سہ ماھی رسالہ ''اردو ادب''[۱] میں ڈاکٹر نذیر احمد نے انجمن کے ذخیرہ مخطوطات سے تلاش کر کے فیروز کی مکمل مثنوی کا وہ نایاب نسخہ شائع کیا جسے ''پرت نامہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا ھے۔ انجمن کے نسخے میں کل ۱۲۰ ابیات ھیں۔ ڈاکٹر نذیر احمد کو ادارہ کے ناقص الآخر نسخہ کا علم تھا لیکن جیسا کہ انھوں نے اپنے مضمون کے اختتام پر اعتذار کیا ھے کہ: ''فی الحال وہ میری دسترس سے باھر ھے۔ اس لئے ذیل میں جو متن پیش کیا گیا ھے وہ بلا مقابلہ ھے لیکن حتی الامکان کوشش اس بات کی کی گئی ھے کہ جہاں تک ممکن ھو لفظ درست لکھا جائے۔ بہر حال اس متن میں بڑی خامیاں ھیں، لیکن اس کے چھپنے میں فائدہ یہ ھے کہ کسی کو دوسرے نسخے سے مقابلے کی صورت نکل آئے''۔

ایک طرح سے ''پرت نامہ'' کی موجودہ ترتیب و تہذیب ڈاکٹر نذیر احمد کے اسی ادھورے کام کا تکملہ ھے۔

---

(۱) شمارہ جون ۱۹۵۷ء۔

ڈاکٹر نذیر احمد نے اکثر جگہ متن کو حل کیے بغیر جوں کا توں نقل کردیا ھے ۔ ادارہ کا نسخہ نہ صرف ناقص الآخر ھے بلکہ کسی کم سواد کاتب کا لکھا ھوا ھونے کے سبب سے اسکے اکثر اشعار خارج از وزن ھیں۔ متن میں بے شمار کھانچے ھیں اور جابجا الفاظ غلط لکھے گئے ھین ۔ انجمن اور ادارہ دونوں کے نسخوں کا مقابلہ کرنے سے متن کی ان خامیوں کا ازالہ ھوگیا ھے اور اکثر اشکال دور ھو گئے ھیں ۔ سب سے بڑی بات یہ ھے کہ وہ ایک شعر (نمبر ٤٤) جو انجمن کے نسخہ میں غائب تھا ادارہ کے نسخے میں مل گیا ھے اس طرح پرت نامہ کا ١٢١ ابیات پر مشتمل مکمل متن تیار ھوگیا ھے ۔ دونوں نسخوں کا مقابلہ کرتے وقت انجمن کے نسخے کو بنیادی نسخہ تسلیم کیا گیا ھے اور ادارہ کے نسخہ کے اختلافات فٹ نوٹ میں درج کردے گئے ھیں ۔ جہاں یہ اختلافات صریحی طور پر غلط ھیں ان پر ایک سوالیہ نشان قائم کردیا گیا ھے ۔ چوں کہ مرتب ترتیب و تہذیب کے اس طریق کار کو بہتر سمجھتا ھے ، جسمیں صحیح متن کی تشکیل کی جائے ، اس لیے جہاں واضح طور پر ادارہ کے نسخے کا متن صحیح معلوم ھوا ھے اس کو اصل متن مین شامل کردیا گیا ھے اور انجمن کے نسخے کے اختلافات حوالہ کے ساتھ

فٹ نوٹ میں درج کردے گئے ہیں۔

قطب الدین فیروز بیدر کا باشندہ تھا اور سلسلۂ قادریہ سے نسبت رکھتا تھا ۔ ادارہ کا نسخہ چوں کہ ناقص الآخر ہے اس لیے ڈاکٹر زور نے فیروز کے وطن کے بارے میں قیاس آرائی سے کام لے کر اس کو گولکنڈہ بتایا ہے ۔ اب انجمن کے نسخے کے اس شعر کی روشنی میں فیروز کے نام، سلسلہ اور توطن کے بارے میں تیقن ہو گیا ہے:

مجھے ناؤں ہے قطب دین قادری
تخلص ہو فیروز ہے بیدری

وجہی اور ابن نشاطی کی شہادت کے علاوہ کوئی دوسری شہادت ایسی نہیں ملتی کہ فیروز کو گولکنڈہ سے وابستہ کیا جاسکے ۔ ان شہادتوں کی روشنی میں یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ فیروز سلطنت بہمنیہ کا چراغ ٹمٹاتے دیکھ کر سولھویں صدی کے وسط میں بیدر کی سکونت ترک کر کے گولکنڈہ کے نئے علمی و ادبی مرکز میں آگیا ہو گا اور ابراھیم قطب شاہ کی سخن نوازی سے مستفید ہو کر بہت جلد دبستان گولکنڈہ کا استاد تسلیم کیا جانے لگا ہو گا ۔ اس کا اصل وطن بیدر تھا لیکن آخری زمانے میں اس کا گولکنڈہ میں مقیم ہو جانا اور وہاں کے شعرا میں اہم مقام حاصل کر لینا یقینی امر ہے ۔

فیروز کے پیر "مخدوم جی" جن کا اصل نام شیخ محمد ابراھیم تھا شیخ محمد ملتانی بیدر کے مشہور بزرگ کے صاحبزادے تھے - سلاطین گولکنڈہ کو اس خاندان سے بڑی عقیدت تھی - ان کا انتقال بیدر ھی میں سنہ ۹۷۳ ھ (سنہ ١٥٦٤ ء) میں ھوا - چوں کہ "پرت نامہ" میں ایسے داخلی شواھد موجود ھیں جن سے شیخ کا مثنوی لکھتے وقت حیات ھونا ثابت ھے اس لئیے یہ یقین سے کہا جا سکتا ھے کہ اس مثنوی کا سنہ تصنیف سنہ ١٥٦٤ ء سے قبل ھوگا -

محی الدین تیرا تو میرا میاں
تو میرے محی الدین کے درمیاں
کہیا توں کہ فیروز میرا مرید
بڑے بخت میرے جو تیرا مرید

"پرت نامہ" کے بارے میں ھم ڈاکٹر نذیر احمد کے اس خیال سے متفق ھیں کہ یہ کوئی ایسا بڑا ادبی نقش نہیں جو استاد فیروز کی شہرت کے شایان شان ھو - یہ در اصل ایك مرید کا نذرانۂ عقیدت ھے جس میں اصل مدح حضرت عبدالقادر جیلانی کی ھے ضمناً اپنے پیر شیخ ابراھیم مخدوم جی (جنھیں وہ "محی الدین دوجے" کہتا ھے) کی توصیف بھی شامل کر دی ھے - کہیں کہیں عقیدت مندانہ اشعار

شاعرانہ لہک اور گداز آ گیا ھے۔ عقیدت اور ''پرت'' کی یہ لہک ان اشعار میں زیادہ ملتی ھے جن میں اپنے پیر ''مخدوم جی'' سے خطاب کیا گیا ھے۔

لسانیاتی نقطۂ نظر سے دکن میں اردوئے قدیم کے ارتقاء کے حسب ذیل مدارج متعین کیے جا سکتے ھیں۔

(۱) دور اول (سنہ ۱۳۰۰ء تا سنہ ۱۳۵۰) : فتوحات علاء الدین خلجی و محمد تغلق اور خسرو کی ''زبان دھلوی'' کی ''ھندی'' اور ''ھندوی'' کے نام سے دکن میں آمد اور انتشار : مرھٹی کے اثرات اردوے قدیم پر :

(۲) دور گلبرگہ (سنہ ۱۳۵۰ء تا سنہ ۱۴۳۰ء) : پایہ تخت کا دولت آباد (علاقہ مرھٹی) سے گلبرگہ (علاقہ کنڑ) میں منتقل ھونا۔ نیا لسانیاتی ماحول۔ سنہ ۱۳۹۸ء میں فیروز شاہ بھمنی کے زرین عہد میں خواجہ بندہ نواز ۸۰ برس کی عمر میں گلبرگہ تشریف لاتے ھیں۔ خواجہ بندہ نواز کی ''معراج العاشقین'' کے بارے میں ھم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ یقیناً سنہ ۱۵۰۰ء سے قبل کی تصنیف ھے[1]۔ خواجہ بندہ نواز کی زبان کو گلبرگہ کی زبان ماننے میں

---

(۱) ڈاکٹر محمد قاسم کا مملوکہ نسخہ، جسے مولوی عبدالحق نے اپنے مرتب کردہ نسخہ کی بنیاد مانا ھے ایک ایسے نسخے کی نقل تھا جو سنہ ۱۵۰۰ء میں کتابت کیا گیا تھا۔

یوں ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ ۸۰ برس کی عمر میں ہجرت کر کے دہلی سے گلبرگہ پہونچتے ہیں ۔ در اصل پندرھویں صدی کی "زبان دہلوی" اور دکنی میں مابہ الامتیاز فرق پیدا نہیں ہوا تھا ۔ اس لئے خواجہ بندہ نواز کی زبان بیك وقت دہلوی اردو بھی کہی جا سکتی ہے اور دکنی اردو بھی ۔ معراج العاشقین میں "چ" تاکیدی ، جسے میں دکنی اردو کی کلید سمجھتا ہوں حیرت انگیز طریقے پر غائب ہے ۔ البتہ مرہٹی کا لفظ "نکو" جو دکنی کی دوسری کلید ہے صرف ایك جگہ استعمال ہوا ہے ۔

(۳) دور بیدر : (سنہ ۱۴۳۰ تا سنہ ۱۵۲۷ ء) : احمد شاہ ولی بہمنی نے سنہ ۱۴۳۰ ء میں گلبرگہ کی سکونت ترك کر کے سر زمین "شنجرف" یعنی بیدر کو سلطنت بہمنیہ کا پائے تخت قرار دیا ۔ یہیں احمد شاہ کے نو جانشینوں نے سنہ ۱۵۲۷ ء تك قیام کیا ، گو اس خاندان کے آخری پانچ سلاطین نام کے بادشاہ تھے اور بریدوں کے ہاتھوں میں کٹ پتلی تھے ۔ بیدر ، گلبرگہ کی طرح کنٹر زبان کے علاقے میں واقع ہے لیکن ایك سرحدی شہر ہونے کی وجہ سے مرہٹی کے لسانی اثرات کو قبول کرتا رہا ہے ۔

دبستان بیدر کے ادبی و لسانی کارنامے ابھی تك مکمل طور پر تحقیق کی روشنی میں نہیں آئے ہیں ۔ دبستان بیدر

کا پہلا شاعر "نظامی بیدری" ہے جس نے سلطان احمد شاہ ثالث المعروف بہ نظام شاہ بہمنی کے عہد (۱٤٦٠ تا ۱٤٦۲ ء) میں اپنی مثنوی «کدم راؤ اور پدم» تصنیف کی ۔ نظامی کی اس مثنوی کا مکمل متن (جو ۸٦٥ اشعار پر مشتمل ہے[۱]) پیش نظر نہ ہونے کی صورت میں لسانیاتی تجزیہ بہت مشکل ہے ۔ لیکن اس مثنوی کی جو بھی ابیات نمونوں کی شکل میں ہم تک پہونچی ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ ۱٤٦۰ء تک دکن میں اردو کے ڈیڑھ سو سالہ قیام کے باوجود معیاری زبان کا ڈول ابھی تک متعین نہیں ہوسکا تھا ۔ سرزمین دکن میں نواح دھلی کی ایک سے زائد بولیاں آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں ۔ فرھنگ کے اعتبار سے ھندآریائی زبان کے تیسرے دور کے اثرات اب تک قائم تھے ۔ اس کی تصدیق اشرف بیابانی کی "نوسرھار" سے بھی ہوتی ہے جسکا سنہ تصنیف ۱٥۰۳ء ہے ۔ زبان کا نام اب تک ھندی تھا اور نواح دھلی کی تین بولیوں (کھڑی، ھریانی اور پنجابی) کی لسانی شکلیں بیک وقت استعمال کی جاتی تھیں ۔ مثلاً «وں» کی جمع «اں» کے ساتھ رائج تھی ۔

دبستان بیدر کا ایک اور مصنف قریشی بیدری ہے جس نے محمود شاہ بہمنی کے عہد (۱٤۸۲ء تا ۱٥۲۰ء) میں دکھنی اردو

---

(۱) ڈاکٹر زور : دکنی ادب کی تاریخ ص۱٤ ۔ کراچی ۔

کا پہلا منظوم ترجمہ " بھوگ بل "۱ کے نام سے پیش کیا جو "کوك شاستر" پر مبنی ھے ۔ قریشی، فیروز کا ھم عصر ھو گا گو اس سے عمر میں یقیناً بڑا ھو گا ۔ دبستان بیدر کی زبان کے جس قدر تفصیلی نمونے اس کتاب میں ملتے ھیں اور کہیں دستیاب نہیں ۔ مورخین دکنی ادب نے اس تصنیف کو غالباً اس وجہ سے اب تك نظر انداز کیا ھے کہ اس کی کوئی ادبی حیثیت نہیں ۔ تاھم لسانی تحقیق، اور بیدر کے دبستان میں دکنی اردو کا جو ارتقا ھوا ھے؛ اسکی تفصیلات کے لئے اس تصنیف کا مطالعہ ناگزیر ھے ۔ قریشی غالباً پہلا مصنف ھے جس نے اردوئے قدیم کو اس کے مقامی نام "دکھنی" کے نام سے یاد کیا ھے:

سو اس شاہ کے دور میں بیدر مقام
یو شاعر کیا نظم دکھنی تمام

فیروز اور قریشی کی زبان میں حیرت انگیز مماثلت ملتی ھے ۔ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ھو جاتی ھے کہ دکھنی اردو اپنے ارتقاء کے تمام مدارج بیدر میں طے کر چکی ھے، تا آنکہ فیروز ایك پختہ زبان اور

---

(۲) "بھوگ بل" کا ایك نسخہ سالار جنگ میوزیم لائبریری (حیدرآباد) اور دوسرا امپیریل لائبریری (کلکتہ) میں محفوظ ھے ۔

اسلوب کے ساتھ گولکنڈہ پہونچتا ھے۔ میرا خیال ھے کہ فیروز کی دبستانِ گولکنڈہ میں وھی اھمیت تھی جو استاد ذوق کی دبستانِ دھلی یا شیخ ناسخ کی دبستانِ لکھنو میں تھی ، یعنی بنیادی طور پر وہ استاد تھا اور استاد کی حیثیت سے زبان داں تھا ۔ گولکنڈہ کی سلطنت چوں کہ اس وقت نوزائیدہ تھی اسلیئے سنہ ۱۵۱۸ء کے بعد بیدر سے علماء فصحا او رشعرا جوق درجوق اس نئے ادبی مرکز کا رخ کر رھے تھے ۔ گولکنڈہ کی نئی ریاست میں ان کی حیثیت وھی تھی جو دھلی کے مہاجر شعرا کی بعد کو لکھنؤ میں ھوئی ۔ اسلیئے دبستان بیدر کی زبان کا بہ نظر غائر مطالعہ ضروری ھے قبل اس کے ھم دبستان گولکنڈہ کے محاورے کو سمجھ سکیں ۔ بیدر کی دکھنی اردو کی وہ خصوصیات جو قریشی اور فیروز کے یہاں مشترک طور پر پائی جاتی ھیں ذیل میں درج کی جاتی ھیں :

(۱) وہ افعال جو دبستان گولکنڈہ میں بعد کو مسلسل استعمال کیے گئے ھیں فیروز اور قریشی کے یہاں پائے جاتے ھیں مثلاً ، دِسنا ۔ سیونا ۔ بسلانا ۔ اَچھنا ۔ اچانا ۔ نپجنا (پیدا ھونا) اھے ۔ اتھے ۔ دیتا ۔ کیتا ۔ بَیسا ۔ پَیسنا (داخل ھونا) ۔ ھنڈنا (گھومنا) ۔ آکھنا (کہنا) ۔ گاجنا (بجنا) ۔

(۲) افعال مستقبل میں «سی» کے مرکبات کا استعمال۔

(۳) افعال کا صیغۂ ماضی «ا» کی بجائے «یا» سے مرکب ھے:
پاڻیا ۔ بسلائیا ۔

(٤) صوتی اعتبار سے مصمتوں کی تخفیف (بھتر ۔ اواز)۔
مصمتوں میں "ہ" کی تخفیف (کنا ۔ پیلا (پہلا)۔
مصمتوں میں ھائے زائدہ (کھاندا ۔ الٹھا ۔ سمھسنکرت (سنسکرت)۔

مسموع اور غیر مسموع کی تقلیب صوت (تٹا ۔ مدت (مدد)۔ اسماء حروف اور افعال کو انفیانے کا عمل کثرت سے ملتا ھے (دنیاں ۔ کوں ۔ توں ۔ تلس ۔ پچھیں)۔

(٥) مرھٹی کا حرف "نکو" اور "چ" تاکیدی دونوں نے استعمال کی ھے۔

(٦) مخصوص حروف کا استعمال: ستی ۔ تے ۔ تھے ۔ منے ۔ سوں ۔ انگھے ۔

(۷) حروف کی جمع «کیاں» کا استعمال ۔

(۸) اسماء ضمائر میں (یہ ۔ ایہ ۔ یو ۔ اے)۔ (او ۔ وہ، اوہ، وے) ۔ توں ۔ تُہیں ۔ تُج ۔ کُون ۔ مُنج ۔ مُج ۔ اُنے ۔ اُن ۔

دبستان بیدر کے مذکورہ بالا لسانیاتی مواد کے پیش نظر

کہا جا سکتا ھے کہ معیاری دکھنی دبستان بیدر میں
جنم لے چکی تھی قبل اس کے کہ دبستان گولکنڈہ وجود میں
آئے۔ دبستان بیجاپور کا ”گجری برج“ اسلوب جس
کے نمونے ھیں شاہ میران جی، ابراھیم عادل شاہ اور
شاہ برھان الدین جانم کی تصانیف میں مل جاتے ھیں؛
دبستان بیدر کی زبان سے ایک بالکل علاحدہ لسانی رجحان
کو پیش کرتا ھے۔ بیجاپور کے دبستان پر مرھٹی کا اثر
ھونے کی وجہ سے پراکرتی فرھنگ کا کثرت سے استعمال
نصرتی اور بعد کے شعرا تک کے یہاں قایم رھا، جب کہ
دبستان گولکنڈہ میں ابتدا سے بیدری زبان کے تتبع میں
پراکرتی الفاظ کا تناسب، فارسی عربی الفاظ کے ساتھ قایم
ھو جاتا ھے اور اس میں زوال سلطنت گولکنڈہ تک کوئی
فرق نہیں پڑتا۔

اس لسانی میلان کے تعین اور بیدر سے گولکنڈہ
منتقل کرنے میں استاد فیروز کا زبردست ھاتھ ھے اور
اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں اگر اس کی استادی
کا شہرہ گولکنڈہ میں اسکے انتقال کے ایک صدی بعد
تک قایم رھا۔

آخر میں اس بات کا اظہار ضروری ھے کہ
”پرت نامہ“ کی ترتیب و تہذیب کرتے وقت مجھے اپنے

رفیق شعبہ ڈاکٹر غلام عمر خاں صاحب سے بعض مشکل مقامات حل کرنے میں مدد ملی ہے جس کے لیے میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔ میں اپنے شاگرد سید بدیع حسینی صاحب کا بھی شکر گذار ہوں جنھوں نے ادارۂ ادبیات اردو کے نسخہ کی اصل کے مطابق نقل میرے لیے فراہم کی۔

۱۳ ستمبر ۱۹۶۵ — مسعود حسین خان

حیدرآباد — شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی
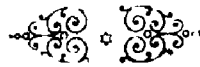
پِرَت نامه

۱ تُہیں قطبِ اقطاب، جگ پیر ھے
تُہیں غوثِ اعظم، جہاں گیر ھے

۲ تُہیں چاند، باقی ولی تارےئے
توں سلطان، سردار ھیں سارےئے

۳ ولایت سوں جب توں اُچایا عَلَم
عَلَم تُج[۱] تلیں ھیں ولی سب حَشَم

۴ محی الدین[۲] توں، دین تج تےِ[۳] جیا
توں اسلام کُوں زور پرتے دیا

۵ تُہیں نور دیدہ نبی کا یقیں
تُہیں عین دستا، علی کا یقیں

۶ کہ باغِ علی کوں، توں گلشن کیا
چراغِ حسَن کُوں، تُوں روشن کیا

---

(۱) تجہ تل (وزن کے لیے "تجہ تل" پڑھا جائے گا) (۲) وزن کے لیے تلفظ "محی الدّین" یا "محی دین" پڑھنا ہو گا۔ یہی دکنی اردو کے تلفظات تھے (۳) "تےِ" نسخۂ ادارہ میں ہر جگہ "تِھے" ھے۔

۷ دسیں تج منے سب سیادت کی سَمین
که دادا حسن تج، نانا حُسین

۸ علی بعد بر حق امام ولی
نبی کا نواسا، حَسَن بن علی

۹ مناجات کیتا ۱ حسن شہ سوار
که اے جگ رکھن ہار، پروردگار!

۱۰ حُسینیاں ۲ منے توں کیا نو امام
ہم اولاد میں فضل اکثر ۳ تمام

۱۱ ندا آئیا حضرتِ غیب تے
که اے شاہ! توں پاك ہے عیب تے

۱۲ تج اولاد میں ایک ایسا رَتَن
نبی کا سُو دو جگ کرے گا جَتَن

۱۳ بزرگی حُسینی اماماں منے
جو کچھ ٤ ہے سو سب جمع ہے اُس کَنے

۱٤ جگ ٥ اس نانو شاہ عبد القادر ٦ کہیں
اُسے سیو تے دوئی جگ جَم رہیں

---

(۱) کیتی (۲) حسینیاں میں توں . . . (۳) کبہر؟ (٤) سو کچ جمع ہے سب آہے اس کنے (٥) ع جگ اس ناؤں عبد القادر کہے (٦) "عبد قادر" پڑھئیے ـ نوٹ : ادارہ کے نسخے میں =

۱۵ سنے شاہ حسن غیب کی بات جب
کئے شکر حق کا بہت دھات تب[۱]

۱۶ کہ اپنا محی الدین فرزند ھے
حسینی اِماماں میں نو چند ھے

۱۷ سو توں چند جوں ، سور تج نور تل
نہ روشن دِسے چند جوں سور تَل

۱۸ حسن کے سو[۱] دریا کا موتی تُہیں
حسینیاں منے جگ[۲] جوتی تُہیں

۱۹ نہ نِپتا جو توں ، کِس نپاتا کریم
حسن[۳] کوں سو بھی کیوں منا تا کریم

۲۰ توں فرزند ھے کر[٤] حسن کی خوشی
سو دریا کوں تیرے رَتَن کی خوشی

۲۱ اَمولک رتن توں[٥] کہ جگ مانیا
خدا کے خزینے[٦] تے تج آنیا

یہاں سے ترتیب اشعار بدل جاتی ھے ـ مثلاً یہ شعر اس نسخہ میں ۰ واں ھے ـ ترتیب کے اعتبار سے ادارہ کا نسخہ بہت غلط ھے ـ (۱) ن ـ انجمن ، جب (۲) ندارد (۳) جگّ جوتی (٤) حسن کوں بڑاں کیوں بناتا رحیم (٥) ن ـ انجمن ، کر (٦) دونئی ۔ (۷) خزانے ۔

۲۲ سو ''فیروز'' سمجنے میں پایا رتن
رکھیا[1] سو رتن ڈھانپ جیوں سوجتن

۲۳ سُنے[2] سار دل گال کندن کیا
گڑت صاف کندن یحلا من[3] دیا

۲۴ که جب تج رتن حوت هم دل پڑے
پدك دل منے لال میانے جڑے

۲۵ همن دل پدك میں سو توں لال هے
پدك لال جویتی سو اُتال هے

۲۶ رتن خاص ''فیروز'' جب پائیا
پدك دل منے لال پسلائیا

۲۷ کهو[4] کون ایسا دنیا دار هے
که جس کا[5] پدك لال تج سار هے

۲۸ هنڈن[6] نکلیا خضر یك دن جنگل
جو سوتا اتھا مرد یك جھاڑ تل

۲۹ کہیا خضر من میں که اس مرد کوں
جگاؤں، جو سیوڑھو اس فرد[7] کوں

---

(۱) رکھیا سو رتن ڈھانك جو سوں جتن (۲) سُنیا (۳) مت ـ
(٤) ن ـ انجمن ـ کہوں (٥) کے (٦) ن ـ انجمن، هند (۷) ن ـ
اداره ـ سیئوں هو اسفرد کوں؟ ن ـ انجمن، سیو هو اس فرد کوں ـ

۳۰ اٹھیا ناد از ہاتفِ غیب تب
که اے خضر! ہو دور! ارا کھیں ادب

۳۱ اچنبا ہوا خضر سن کر ندا
که ایسا کَوَن مرد ہے، اے خدا!

۳۲ جو۲ اس کا پتا میں ادب راکھنا
چھپایا سو کی، منج تھے۳ آکھنا

۳۳ کَوَن ہے ولی جو نہ مَیں جانتا
کَوَن مرد ہے جو نہ مُنج مانتا

۳٤ ندا یوں ہوا بھی که اے سبز پوش!
اُن کوں نہ توں جانتا ٤، اَچ خموش!

۳۵ ہمارے٥ جو عاشق نه پہچان سی
جو معشوق میرے نہ توں جان سی

۳٦ کیا خضر بھی پر٦ مناجات یہ
که توں جانے منج جما بات یہ

---

(۱) راکھینے (۲) ع جو اس کا ادب میں پتا راکھا (۳) یدھر۔
(٤) جان سے جا خموش (٥) ن ۔ انجمن میں یہ شعر یوں ہے لیکن
خارج از وزن ہے:

ہمارے جو عاشق نتوں پہچان سی
جو معشوق میرے کوں نتوں جان سی

(٦) کدھر۔

۳۷ جو معشوق تیرا اُن پر [۱] بڑا
کَوَن [۲] هے، کهیں، خضر بوچهن کهڑا

۳۸ مناجات پر خضر سُنیا اواز
که اے خضر! تیری [۳] قبولی نیاز

۳۹ بڑا عبدالقادر، محی الدین ولی
ڈهنڈیں جمله [٤] معشوق اس کی گلی

٤۰ که عشقوں بسایا سو بازار راس [٥]
سچا عبد القادر، خریدار خاص [٦]

٤۱ جو اس کا سدا [۷] گرم بازار هے
که جس عبد القادر خریدار هے

٤۲ سو [۸] سلطان معشوق سبحان کا
که سبحان عاشق سو سلطان کا

٤۳ خدایا جو معشوق تیرا اهے
محی الدین سو پیر میرا اهے

---

(۱) میں (۲) ن ـ انجمن : کون بهی کهتے خضر بوجن کهڑا ـ (۳) تیرا قبولیا (٤) ن ـ انجمن ، جمل (٥) اس (٦) اس (۷) اسی کا سدا (۸) ن ـ انجمن ، میں مصرعے الٹ گئے هیں (۹) یه شعر نسخه انجمن میں نہیں هے جسکے کل ابیات ۱۲۱ کی بجائے ۱۲۰ هیں ـ

٤٤ تجھے راونے جگ راتا جنم
محی الدین سوں توں کاتا[1] جنم

٤٥ محی الدین معشوق، عاشق خدا
نہیں عشق، معشوق، عاشق جدا

٤٦ بندے عشق میراں سو دل میں دھرے
سو بندا جو میراں کوں عاشق کرے[3]

٤٧ محی الدین میرا نگہدار منج
دنیا[4] سوں نکو کر گرفتار منج

٤٨ مجھے دین بھاتا نہ بھاتی دنیاں
انکھے دین آتا و جاتی دنیاں

٤٩ توں سلطان، سلاطیں رعیت تُجھے
توں حاکم کہ جگ پر حکومت تُجھے

٥٠ ولی چاؤ کر پانو آپ سرلئے
قدم راکھنے تج کھاندے[5] دئے

٥١ مگر شیخ صنعا ہوا پارکھا
ہوا[6] دین کھو، کافراں سار کا

٥٢ بھولیا، دیکھ ترسا کی یک پوتنی
لگی[7] انگ، بوحن لگیا بھوتنی

---

(۱) ن ـ انجمن، مناتا (۲) دھریں (۳) کریں (٤) دنیاں
(٥) کھاندا (٦) ع رھیا دین کھویا، کافر سار کا؟ (۷) کلی لنك

۵۳ سُرا ا پیئو، قرآن لے جالیا
چڑا خوں کہ دوزخ اپس گھالیا

۵۴ فرشتے تج ازماونے آئے جب
پراں جل پڑے تھے، سزا پائے تب

۵۵ تُہیں عبد القادر؛ سو قادر دِسے
کہ قادر کی قدرت میں نادر دسے

۵۶ نظر توں کرے تُو، موا جیو اٹھے
وضو بن جو تج ناؤں لے سر تُٹے

۵۷ رب اپنے سوں عاشق ولی سب سدا
توں معشوق، عاشق تو سوں رب سدا

۵۸ بزرگی تُجے سب ولیاں میں سُمے
ولی جس موھے، وھی تج مُہے؟

۵۹ ولی سب صفاتی، تجلی تُجے
تو افضل کہ داتی تجلّی تُجے

۶۰ مَدَت م ھوسکے توں نہ کوئی جس مَدَت
نہ توں جس مَدَت، کوئی ناتس مَدَت

= پوجن لکیا بھوتنی۔

(۱) شراب (۲) ن ۔ انجمن، تو حھے (۳) ن ۔ ادارہ میں ھر جگہ «مدد» آیا ھے ۔ لیکن صحیح تلفظ دکنی اردو کا «مَدَت» ھی ھے.

٦١ توں "فیروزِ" خستان ۱ کوں ماں دے
منگوں دان تج کَں ، منج ایمان دے
٦٢ توں جس رات سَینے ۲ میں منج مانیا
مسلمان کر مَیں اپس جانیا
٦٣ ولے بھی منگوں دان ایمان کا
توں ایمان راکھے مسلمان کا
٦٤ سُنتا تھا جو یک ۳ رات وقتِ سحر
جو سَینے ٤ میں دیکھیا کہ یک خوب گھر
٦٥ کہیا میں کہ یہ کون خانہ اچھے
محی الدین کا آستانہ کہے
٦٦ مجھے آرزو تھی بہتر ۵ جاونے
اُن کا سو دیدار ، چُاک پاونے
٦٧ کھڑا تھا سو پردا اُڑیا دار کا
بہتر بیس ، محرم ھوا یار کا
٦٨ محی الدین میں دیکھ ٦ سر بھیں دھرا
کیتی ٹھار بھی سیس یوں ھیں رکھیا
٦٩ رُو پیش راکھ ، ھت جوڑ ، پاؤں پڑیا
جو مَیں ڈھونڈتا تھا سو منج انپڑیا

---

(۱) خستہ (۲) سَہنے میں مہی پاٹیا ؟ "سہنا اور سینا" دونوں صحیح ھیں (۳) یکس (٤) سہنے (۵) ن ـ انجمن ، بِتر (٦) دیک ـ

۷۰ مجھے بَیسنے کی اشارت دیے[1]
مرید هووے کی بشارت دیے[2]

۷۱ دیے دست پنجہ محی الدین مجھے
کئے پیار سوں ذکر تلقیں مجھے

۷۲ بھوڑتے همن هات دیتے اُکال
سو نعمت جو پایا سو[3] مجذوب حال

۷۳ محی الدین[4] هم سونے میں آئیا
سو مَیں جاگ مخدوم جی پائیا

۷۴ محی الدین مخدوم جی جاگنا
همیں جیو اس پیو سوں لاگنا

۷۵ محی الدین ثانی سو مخدوم جیو
ارے[5] جیو اس هت پرم مد پیو

۷۶ براهیم مخدوم جی جیونا
که مے صرف وحدت سدا پیونا[6]

۷۷ اُتم بیل[7] مخدوم جی جائیا
محی الدین دوجے، جنم آئیا[8]

---

(۱)، (۲) کیئے (۳) هوں (٤) ع محی الدین همارے سونے میں آئیا (خارج از وزن) (٥) اری جیئو اسو هت پرم مد پیئو؟ ـ (٦) ن ـ انجمن، ع: مے صرف وحدت سدا پیونا (۷) اتھے بیر ـ (۸) یو جنم آلیا ـ

۷۸ بڑا پیر مخدوم جسی جگ منے
منگیں نعمتاں معتقد۱ اس کنے

۷۹ کریں منج اُپر پیار اے پیر جگ!
کہ تج پیارتے ہوئے مندھیر جگ

۸۰ پیا! جیوتے توں ہمن پاس ہے
تو ہم جیو کے پھول کی۲ باس ہے

۸۱ وہی پھول، جس پھول کی باس توں
وہی جیو، جس جیو کے پاس توں

۸۲ سو توں روکھ ہے دین کا بار دار
جو تج چھانو تل جگ پکڑیا قرار

۸۳ تو تج چھانو تل ہے سدا سُکھ اسے
نہ دنیا ودین کا کدھی دکھ اسے

۸۴ اچھو منج اُپر چھانو تیرا جرم
کہ آدار میرا سو تیرا کرم

۸۵ کریماں کی مجلس، کرامت تجے
امیاں کی صف میں، امامت تجے

۸۶ تجے فقر، دمڑی نہ ہوں کُچ دھرے
غنی۳ توں، دُنو جگ تصرّف کرے

---

(۱) ندارد لفظ ''معتقد'' (۲) کا (۳) ع: غنی توں، جو دھود جگ ترو کرے؟

۸۷ توں سلطان جگ کا و جگ میں فقیر
کہ سب بادشاہاں کوں توں دستگیر ۱

۸۸ سدا مست توں، بادہ نوشی نہ تج
ولی توں، کرامت فروشی نہ تُج

۸۹ ۲ بھیا توں طالب گار کرتار کا
کہ ہے مست مدھوش دیدار کا

۹۰ توں نرمل دو پنکھ، نرملا گوت تُج
رہیا آرسی جیوں ۳ جگا جوت تج

۹۱ دسے تُج ہیئے ٤ کیوں نہ دو جگ بسنت
کہ اس میں بسنہار ہے ایک کَنت

۹۲ محبت کے دریا میں غوّاص توں
کہ سب موتیاں میں رتن خاص توں

۹۳ پرم مد بھریا سمندر ۵ تج دل منے
پلا، مست مُنج کوں ٦ سکے تل منے

---

(۱) ن ـ انجمن، کہ سب بادشاہاں تونہیں دستگیر (۲) مصرعے الٹ گئے ہیں اور '' کہ ہے '' کی بجائے '' سدا مست ....''۔
(۳) تھے (٤) ن ـ انجمن:

دسے تج منے کیئوں دو جگہ بسنت
کہ جگ میں بسنہار ہے ایک کنت

(۵) سمندر (٦) کر ۔

۹٤ پیا چک ا پیالا پلائے مجے
پیا توں جسوں مل، ملائے مجے

۹۵ ماے توں تو کرتار سوں مل رهوں
ملا منج رکھے جو جنم هل رهوں

۹٦ سمندر[۲] پرم مد بهریا توں دهرے
کرے پیار توں. هم صراحی بهرے

۹۷ بهریا سمندر توں دم بدم نوش کر
مجے یك پیالا سوں مدهوش کر

۹۸ هر یك شیخ دنیاں میں جوں ڈولنا
تو نہیں دین کا رُکھ، نہ تج ُحوالنا

۹۹ توں ثابت قدم قطب کرتار کا
ستارا حگا جوت سینار کا[۳]

۱۰۰ بہت شیخ بیکار مشغول توں
حو بیکار کاٹیاں، بهیا[٤] بهول توں

۱۰۱ کرن هار توں کشف اسرار[٤] کا
که بخشے گنه منج گنه گار کا

---

(۱) ن - انجمن، منج (۲) ن - انجمن - ع: سمندر توں پرم مد بهریا دهرے (خارج از وزن) (۳) ستارا دو جگ کا، سنسار کا (٤) کرتار (٥) ن - انجمن - بخشن هار گنه منج گنهگار کا -

۱۰۲ مجے دان دے دین، دل شاد کر
دنیاں کے گناہاں تے آزاد کر

۱۰۳ نگہبان میرا توں منج رکھ نگاہ
مجے دیو، ا دشمن تے تیرا پناہ

۱۰٤ جسے پیر مخدوم جی پاك ھے
اُسے دین و دنیا میں کیا باك[2] ھے

۱۰٥ جسے پیر مخدوم جی سائیاں
دھرے[3] تخت جنت میں اُس تائیاں

۱۰٦ جسے پیر مخدوم جی کَنت ھے
نبی پاس لگ پنت اُس پنت ھے

۱۰۷ جسے پیر ایسا جو سرتاج ھے
نہ کِس پاس کدھیں او سو محتاج ھے

۱۰۸ جسے پیر مخدوم جی عشق باز
وھی دوھی جگ میں ھوا کارساز

۱۰۹ جسے پیر ایسا کو سرا جئے
چین پاس اس جیب از برا جئے (؟)

۱۱۰ جسے پیر مخدوم جی راجنا
طبل، ڈھول اس دار جَم گاجنا

---

(۱) دوئی (۲) ھاك (۳) یہاں سے اشعار ادارہ کے نسخے میں غائب ھیں۔

۱۱۱ سو مخدوم جی پیر "فیروز" کا
نگہبان فردا و امروز کا

۱۱۲ جو تیری نظر مُج پہ یکبار ہوئے
کہ سب خاک میری سو بنگار ہوئے

۱۱۳ محمد، علی کا تُہیں دوسدار
کہ بج پر محمد، علی کا پیار

۱۱٤ محب خاندان کا توں، اخلاص توں
کہ سادات کا دوست ہے خاص توں

۱۱۵ محی الدین سید سوں توں یکجہت
کہ سب جگ کوں بھائے تری رحمت

۱۱٦ تجے پیشوا عبدالقادر امام
اُسی نے ہوا تج اعلی مقام

۱۱۷ محی الدین تیرا، توں میرا میاں
توں میرے محی الدین کے درمیاں

۱۱۸ کہیا توں کہ "فیروز" میرا مرید
بڑے بخت میرے جو تیرا مرید

۱۱۹ مجے ناؤں ہے "قطب دیں قادری"
تخلص سو "فیروز" ہے بیدری

۱۲۰ صد و بیست ویک جب کیا بیت میں
دوجگ مدح کے ماریا سیت میں

فرہنگ

(پرِت نامہ فیروز بیدری)

(الف)

اُتم (س: اُتّم): اعلیٰ، برتر۔

اتہا: تہا

آپ: اپنا

اُجال (س: اُجول)، روشن

اُچانا: اونچا کرنا، بلند کرنا

اَچھا (اچھنا): ہونا، رہنا

آدار (آدھار): سہارا

ازماونا: آزمانا

اُکالنا (اُکھالنا): نکالنا

آکھنا: کہنا (اس مفہوم میں پنجابی میں رائج)

انکھیے: آگے

اُنن: اُن (جمع یا تعظیماً)

آننا: لانا

اَہے: ہے

(ب)

بار: بارگاہ۔ در

بِسلانا: بٹھانا، بٹھلانا

بسنہار: رہنے والا

بِتر (بھتر): بھیتر، اندر

بُھوڑنا (بوڑنا): ڈوبنا

بنگار (بھنگار) (س: بھرنگار): سونا

بھئیں (بھوئیں) (س: بھوی)، زمین

بھی: پھر

بَیسنا: بیٹھنا

بِیل: نسل، سلسلہ

(پ)

پارکھا: پرکھنے والا، ناقد، معترض

پدك : گلے كا ايك زيور ، دكھنی
میں سونے يا دوسری دھات كے
پترے كو بھی كہتے ھیں
پرت : پریت ، محبت
پرم : پریم
پنت (پنتھ) : راسته ، مذھب
پوتی : بیٹی
پَیسنا (س : پروش) : داخل
ھونا ، گُھسنا
تائیاں (س : استھان) : تائیں ،
تیئں : لئے
تُٹا : توٹنا (دکنی اردو کی عام
خصوصیت : دوکوز آوازیں
ساتھ ساتھ آئیں تو پہلی دندانی
ھوجاتی ھے)
تل : لمحه ، پَل
تَلیں : تلے ، نیچے
تُھیں (تو ہیں) : توھی

(ج)

جالنا : جلانا
جتن کرنا : حفاظت کرنا
جُرم : ھمیشه ، سدا
جَم : ھمیشه
جُمل : جمله ، کُل
جنانا : جتانا ـ بتانا
جنم کانا : جنم لینا
جوتی (س : جیوتی) : روشنی
جیو (س : جیو) : جی ، دل ،
زندگی
جیونا : زنده رھنا زندگی ،
جیون

(چ)

چُك : زرا
چند : چاند

(د)

دار (س : دوار) دروازه ،
در
دِسنا (س : درشن) ،
دکھائی دینا
دنُو : دونوں

دنیاں : دنیا ، (مصوتوں کا انفیانا دکنی اردو کی عام خصوصیت)
دُوجانا : دوسرا
دهات : طرح
دیو : شیطان ، خبیث روح
(ر)
راس (س : راشی) : ڈھیر
راونا (رانا) : چاهنا ، محبت کرنا
روك (روکھ)(س : وِرِکش) ، درخت
(س)
سار : مانند
سائیاں (س : سوامی) مالك ، سائیں
سُرا (س) : شراب
سرتے (تھے) : ازسرنو
سکنا : قدرت رکھنا ، کرسکنا
سمند (سمد) : سمندر
سور (س : سوریه) ، سورج

سَمِهنا (سَپنا) (س : سُوپْن خواب
سیس : سر
سَین (س : سنگیاں) نشانی ، علامت
سی : علامت مستقبل (نه پہ
سی : نہیں پہچانے گا . اس کو بعض فرہنگ نویسوں غلط طور پر " سکنا " تعبیر کیا ہے)
سینسار : سنسار
سیونا : خدمت کرنا ، سیوا
سیت مارنا (م : شیت) (کشیتر ، اُر : کَهیت) : م مارنا ۔ جیتنا
(ش)
شیخ صنعا : تلمیح ، قصهٔ شی اور حضرت عبد القادر ج
(ك)
کرتار : خدا ، مالك

کدھی (کدھیں): کبھی

کَنت (س: کانت): پیارا، محبوب

کَوَن (برج بھاشا): کون

کھاندا: کاندھا (دکنی اردو کی خصوصیت ھائے زائدہ کا استعمال)

کیتا: کیا

کی: کیوں

(گ)

گاجنا (س: گرج): بجنا، گرجنا

گڑنا: گھڑنا، بنانا

گوت (س: گوتر): خاندان، نسل

گھالنا (پ: گھلّ): ڈالنا، پھینکنا

(ل)

لنگ (س: لگن ـ پ: لگا)، محبت: لگن: پیار، دلی تعلق

ماننا: فعل «مان» کا، عزت دینا

مَدَت: مدد (دکھنی اردو کا تلفظ: دو مسموع مصمتوں میں سے ایک کا غیر مسموع ہو جانا)

مُنج (مُج): مجھے

مندھر (مندر): بہشت، سورگ

مےے (منیں): میں

(ن)

نپارنا (س: نپاتیاتی)، پیدا کرنا

نپنا: پیدا ہونا

نرمل دو پنکھ: دونوں طرف سے خالص، نجیب الطرفین

نکو (م): نہیں، نہ (یہ لفظ دکنی اردو کی کلید ھے ـ قدیم ترین مصنفین کے یہاں ملتا ھے اور تا حال قائم ھے)

نو چند : نیا چاند

(ہ)

ھنڈنا (س : ھنڈتے) : گھومنا، پھرنا

ھیا (س : ھردیم ـ پ : ھی یم)، دل : جان، زندگی

(ی)

یتا : اتنا (الفاظ کے شروع میں "ا" کا "ی" میں تبدیل ہو جاتا ھے دراویدی زبانوں کے زیر اثر دکنی اردو میں آیا ھے)۔

تصحیح :۔ «پرت نامہ» کے مقدمہ میں یہ بیان غلط درج ہو گیا ھے کہ مثنوی کے کل اشعار (۱۲۱) دستیاب ھو گئے ھیں؛ شعر نمبر ۴۴ کا اس سلسلے میں حوالہ دیا گیا تھا ۔ یہ صحیح نہیں ۔ دستیاب ابیات کی کل تعداد (۱۲۰) ھی ھے ۔

ضمیمہ "پرت نامہ" فیروز بیدری

(پرت نامہ کی طباعت مکمل ہو چکی تھی کہ محمد اکبر الدین صدیقی صاحب سے یہ علم ہوا کہ فیروز کی اس مثنوی کا ایک ورق علاء الدین حمیدی صاحب (گلبرگہ) کے توسط سے انہیں حاصل ہوا ہے۔ جب اس کو مرتب شدہ متن سے ملا کر دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اسمیں کل ۳۶ اشعار درج ہیں جو مرتب شدہ متن کے نمبر ۴۵ تا نمبر ۸۰ پر حاوی ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس نئے دستیاب شدہ مواد سے بھی پرت نامہ کے اس ایک گم شدہ شعر کا پتہ نہ چل سکا جسکی وجہ سے یہ مثنوی نامکمل رہ گئی ہے۔ ذیل میں ان ۳۶ اشعار کے اختلاف نسخ، صدیقی صاحب کے شکریہ کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں۔)

(۴۵) معشوق و عاشق .... معشوق و عاشق۔ (۴۶) سدا عشق میراں کوں۔ (۴۷) دوئی سوں نکو کر۔ (۴۸) نہ جاتی دوئی .... و جاتی دوئی۔ (۵۰) پاؤ تجہ سراپے .... کہا دا دیے۔ (۵۱) اس شعر سے قبل ذیلی عنوان "حکایت" قایم کیا گیا ہے۔ (۵۲) گاتے انگ۔ (۵۳) چرا خوك ("چڑا خوں کہ" کا اختلاف کتابت ہے)۔ (۵۵) عبد قادر۔ (۵۶) ناتو ایں سر نوتھے ("دؤں اے سر تُٹے" کا اختلاف کتابت)۔ (۵۷) اپنے سو .... معشوق و عاشق۔ (۵۸) ولی جس بھو ہے

وھی تجھ موھے - (٥٩) ولی سب تجلی .. تجے - (٦٠) اس شعر میں ھر جگہ ''مدّت'' کی بجائے ''مدد'' آیا ھے -
(٦١) تو فیروز نے خستہ کوں مان دے - نوٹ : - ادارہ کے نسخہ میں ''فیروز خستہ'' آیا ھے جو خارج از وزن ھے - لیکن مذکورہ بالا مصرع سے یہ بات واضح ھو جاتی ھے کہ فیروز، فیروزی بھی تخلص کرتا تھا، جو دکنی شعرا کی روایات کے عین مطابق ھے، جہاں اکثر تخلص یائے زایدہ کے ساتھ بھی کہے جاتے ھیں - ایسی صورت میں وہ رباعی (فیروزیٔ عاشق گوں ٹک یک چاکن دے). جو احمد خاں درویش صاحب کو بیجاپور کے سفر میں ملی تھی اور جسے ڈاکٹر سیدہ جعفر نے اپنے مضمون ''نادر دکنی رباعیاں'' میں شامل کر لیا ھے، بہت ممکن ھے فیروز بیدری ھی کی ھو نہ کہ فیروز شاہ بہمنی کی، جیسا کہ اس مضمون میں استدلال کیا گیا ھے - فیروز شاہ بہمنی عروجی اور فیروزی دونوں تخلص کرتا تھا، لیکن یہ دونوں اسکے فارسی کلام سے تعلق رکھتے ھیں - (٦٢) سمجنے میں .. راکھیں - (٦٤) ایکس .. جو سمجنے منیں دیکھیا ایک گھر - (٦٥) اسے کون - (٦٦) جو پردا - (٦٨) سر بھوئیں رکھا . میں بھوئیں رکھ سکیا - (٦٩) روش راکھ .. پانواں پڑیا .. منج سپڑیا - (٧٣) محی الدین ھم سو ھنسے آئیا .. تو میں جاگ - (٧٤) ھمن جیو - (٧٥) سو مخدوم جی .. پرم مد پی - (٧٦) مٹے صرف وحدت -

بِکٹ کہانی

(بارہ ماسہ)

شمالی ہند میں اردو شاعری کا پہلا مستند نمونہ

از

محمد افضل "افضل"

(متوفی سنہ ۱۰۳۵ ھ مطابق سنہ ۱۶۲۵ ء)

مرتبہ

ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی

صدر شعبۂ اردو و فارسی، لکھنؤ یونیورسٹی

اور

ڈاکٹر مسعود حسین خاں

صدر شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد

۱۹۶۵

مقدمه

حالات

شیخ محمد قیام الدین ''قایم'' پہلا تذکرہ نویس ہے جس نے اپنے تذکرہ ''مخزن نکات''[1] (۱۷۵۵ء) میں محمد افضل، افضل کی نشان دهی ان الفاظ میں کی ہے:

''محمد افضل مردے است از سکّانِ دیارِ مشرق اگرچه ربطِ کلامش چندان مضبوط و مربوط نیست، لیکن از آنجا که قبول بے سبب درو بے غضب خاصه جناب ازلی است. تصنیفاتش بمرتبه موثر دلهـا است که از حیز تحریر و تقریر متجاوز است و مثنوی ''بکٹ کہانی'' بر صفحۀ روزگار ازوے یادگار است، رویه اش ار قدم ابیاتش باقیاس باید نمود این یك بیت از مثنوی مشهور ازوست:

پڑتا مل میں میرے بیم بھانسی؟
مرن اپنا ہے اور لوگوں کی ہاسی

قایم نے اپنے تذکرہ میں افضل کو طبقه اول میں سعدی[2]، امیر خسرو اور ملا نوری کے بعد جگه دی ہے۔

---

(۱) مرتبۀ عبد الحق، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، ۱۹۲۹ء ص ۳۔

(۲) سعدی کو قایم ''سعدی شیرازی'' سمجھتا ہے اور ''سعدی دکنی''=

چونکہ شعرا کے ناموں کی ترتیب حروف تہجی کے عام مروجہ انداز کی بجائے زمانی طور پر کی گئی ہے اسلیے افضل کے ساتھ طبقہ اول کے دیگر شاعر حسب ذیل تسلیم کیے گئے ہیں:

سعدی شیرازی، امیر خسرو، ملاّ نوری محمد افضل، افضل، سلطان (عبداللہ قطب شاہ)، مرزا، فضلی، قادر، آزاد، احمد گجراتی، محمود، سراج، ولی (شاہ ولی اللہ)، مرزا عبدالقادر، موسوی خاں فطرت، جعفر (میر جعفر) و دیگر۔

میر کے تذکرہ نکات الشعراء (سنہ ۱۷۵۲ ء) میں جب کہ خسرو، میر جعفر، احمدی گجراتی، سعدی دکھنی، ولی اورنگ آبادی، سراج، محمود، فضلی کا ذکر مل جاتا ہے افضل کا نام غائب ہے۔ قایم کے بعد، اور غالبًا اسی کی معلومات پر مبنی میر حسن اپنے تذکرے "تذکرۂ شعرائے اردو" (سنہ ۱۷۷٤ ء تا سنہ ۱۷۷۸ ء) میں افضل کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

ے کی مشہور غزل جسکا مقطع یہ ہے ع

سعدی غزل انگیختہ شیر و شکر آمیختہ
در ریختہ دُر ریختہ ہم شعر ہے ہم گیت ہے

ان سے منسوب کرتا ہے۔ میر تقی میر نے نکات الشعرا میں پہلی بار اسکی تردید کی ہے اور سعدی کو ایك دکنی شاعر بتایا ہے۔

"محمد افضل، افضل، تخلص از قدیم ست - کدام هندو بچه، گوپال نامی بود که برو عاشق شده، حسب حال خود "بارہ ماسا" عرف "بکٹ کہانی" گفته که اکثر کھتریان و گاینان مشتاق او می باشند - نصفے فارسی و نصفے هندی دارد، لیکن قبولیت داد الہی ست، بردل ها اثری کند" - "بارہ ماسه" کے جو دو شعر میر حسن نے نقل کیے ہیں حسب ذیل ہیں :

پڑی ہے گل میں میرے پیم پھانسی
مرن اپنا ہے اور لوگوں کی ہانسی

مسافر سے جنھوں نے دل لگایا
انھوں نے سب جنم روتے گنوایا[1]

---

(۱) یہ دلچسپ بات ہے کہ مذکورہ بالا دونوں شعر "بیان ماہ چیت" سے لیے گئے ہیں اور ان دونوں کے درمیان مزید تین شعر آتے ہیں - مختلف نسخوں میں ان کا مختلف متن ہے - مثلاً پہلے شعر کے اختلافات حسب ذیل ہیں :

۱ مرے گل میں پڑی ہے پیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ ہانسی

۲ مرے گر میں پھنسی ہے پیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ ہانسی

۳ مرے گل موں پڑی ہے پریم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ ہانسی=

میر حسن نے قایم کے تذکرہ سے استفادہ کیا ھے،
یہ دو باتوں سے ظاھر ھوتا ھے۔ پہلی بات یہ ھے کہ قایم
کی طرح انھوں نے بھی "خاصہ جناب ازلی" کے حوالہ سے
"بکٹ کہانی" کے پُر اثر ھونے کا ذکر "لیکن قبولیت،
داد الہی ست" کے الفاظ میں کیا ھے۔ دوسری بات
یہ ھے کہ میر حسن نے نمونے کے جو دو شعر دیے ھیں
ان میں سے ایک وھی ھے جو قایم نے اپنے تذکرہ میں
نقل کیا ھے اور غلط طور پر "پڑی ھے گَل میں میرے
بیم پھانسی" کی بجائے "پڑتا مل میں میرے بیم پھانسی"؟
مخزن نکات میں درج ھے۔

---

٤ = میرے گل میں پڑی ھے بیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اوروں کی ھانسی

٥ میرے گل میں پڑی ھے بیم پھانسی
بھیا مرنا مرا اور لوگ ھانسی

اس طرح شعر نمبر ۲ کے اختلافات یہ ھیں:

۱ جنھوں نے دل مسافر سوں لگایا
انھوں نے سب جنم رووت گنوایا

۲ جنھوں نے مل مسافر سے لگایا
انھوں نے سب جنم اپنا گنوایا

۳ جنھوں نے دل مسافر سے لگایا
انھوں نے سب جنم رو رو گنوایا

افضل کے متعلق اس ابتدائی معلومات پر اب تك جو غلط بیانیاں ہوتی رهی هیں اُس کی تمام تر ذمه داری اسپرنگر پر هے جس نے شاهان اوده کے کتب خانـه کی فہرست سنه ۱۸۵٤ء میں شائع کی تھی اور جس میں قایم کے حوالے سے افضل کے بارے میں یه بیان دیا هے: [۱]

"افضل، محمد افضل، ساکن جھنجھانه، جو میرٹھ سے دور نہیں هے، یـه ایك غیر معروف شاعر نہیں تھے اور زیاده تعلیم یافته بھی نہیں تھے۔ قایم نے لکھا هے که یه عبدالله قطب شاه سے پہلے گذرے هیں جو سنه ۱۰۲۰ ھ میں تخت نشیں ہوئے تھے۔ انہوں نے ایك نظم لکھی هے جسکا نام بکٹ کہانی هے۔ اس کا ایك نسخه لندن کے انڈیا هاؤس میں موجود هے"۔

معلوم نہیں اسپرنگر کے پیش نظر قایم کے تذکره کا کون سا نسخه تھا۔ آج مولوی عبدالحق کا مرتب کرده جو نسخه دستیاب هے اسکی عبارت سے (اقتباس اوپر دیا جا چکا هے) صاف ظاهر هے که قایم نے یه بیان کہیں نہیں دیا هے که افضل "عبدالله قطب شاه سے پہلے گذرے هیں"۔

---

(۱) اسپرنگر کی اس فہرست کا اردو ترجمه "یادگار شعرا" کے نام سے طفیل احمد نے کیا هے۔ یه ۱۹٤۳ میں هندوستانی اکیڈیمی، اله باد سے شائع هو چکا هے۔

سقدر ضرور ہے کہ طبقۂ اول کی زمانی ترتیب میں افضل
کا نام عبداللہ قطب شاہ سے فوراً قبل درج کیا گیا ہے
جو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ قایم کے ذہن میں
افضل کا تقدم زمانی موجود تھا۔ تعجب کی بات یہ ہے
کہ قایم عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی کا سال اپنے
تذکرہ میں کہیں درج نہیں کرتا، اسلیے اسپرنگر کا
عبداللہ قطب شاہ کے بارے میں یہ اضافہ ”جو سنہ ۱۰۲۰ھ
میں تخت نشیں ہوے تھے“ ایجادِ بندہ معلوم ہوتا ہے۔
”مخزن نکات“ میں افضل کے فوراً بعد فن ریختہ اور عبداللہ
قطب شاہ کے بارے میں حسب ذیل عبارت درج ہے:

”باید دانست کہ چوں فن ریختہ در آں وقت از محل
اعتبار ساقط بود، بناءً علیہ ہیچکس بر توغل آں اقدام نمی
نمود و ایں دو سہ چار بیت کذا ے کہ بنام اساتذۂ معتبر مرقوم
است، اغلب کہ منشاء نظمش ہزلے بیش نباشد۔ اما بعد
ازیں بسمتِ بلادِ دکھن در عہد عبداللہ قطب شاہ کہ
با سخنوران بمحبت و مواسا پیش می آید، ریختہ گفتن بزبان
دکھنی بسیار رواج گرفت۔ بادشاہ مذکور نیز طبع موروں
داشت . . . .“۔

اس اقتباس میں قایم نے نہ تو عبداللہ کے سال تخت
نشینی کا ذکر کیا ہے اور نہ وہ افضل کو ”ایک دکنی

بادشاہ کے عہد کے ساتھ مضاف کر رہا ھے'' جیسا کہ بعد
کو ''پنجاب میں اردو'' میں محمود شیرانی نے خیال ظاہر
کیا ھے ۔ در اصل محمود شیرانی کے پیش نظر ''مخزن نکات''
کا کوئی نسخہ نہیں تھا ۔ مولوی عبدالحق کی مرتب کردہ
''مخزن نکات'' کے ایك سال قبل سنہ ۱۹۲۸ ء میں ''پنجاب
میں اردو'' تصنیف کی جا چکی تھی ۔ ایسی صورت میں
شیرانی نے اسپرنگر کے بیان پر اعتبار کیا ھے اور قایم کی
(جو در اصل اسپرنگر کی ھے) اس غلطی کا شدومد کے ساتھ
چرچا کیا ھے کہ ''قایم نے افضل کا جو زمانہ دیا ھے
اسمیں بظاھر ایك غلطی معلوم ھوتی ھے، وہ یہ ھے، کہ
عبد اللہ قطب شاہ در حقیقت سنہ ۱۰۲۵ ھ میں تخت نشین
ھوتا ھے، نہ سنہ ۱۰۲۰ ھ میں، جو محمد قطب شاہ کی تخت
نشینی کا سال ھے ۔ اس کی یہی صورت ھو سکتی ھے کہ
یا تو قایم نے محمد قطب شاہ کے نام کے بجائے عبد اللہ قطب شاہ؛
یا سنہ ۱۰۲۵ ھ کی جگہ سنہ ۱۰۱۲ ھ لکھ دیا'' ۔ حالاں کہ
حقیقت حال یہ ھے کہ اس سارے فسانے میں عبد اللہ قطب شاہ
کی تخت نشینی کا ذکر ھی کہیں نہیں ملتا ۱

---

(۱) علی گڑھ تاریخ ادب اردو (پہلی جلد) ص ۴۹۰ پر
ڈاکٹر نور الحسن ھاشمی اسپرنگر اور شیرانی کی دی ھوئی
معلومات کو مخزن نکات سے مقابلہ کئے بغیر ان الفاظ میں =

اسپرنگر نے افضل کے سلسلے میں یہ نئی معلومات بھی ، معلوم نہیں ، کہاں سے فراہم کی ہے ، کہ وہ جھنجھانہ کا ساکن ہے "جو میرٹھ سے دور نہیں"۔ اگر قایم کے تذکرہ کا یہ جملہ اسپرنگر کے پیش نظر ہوتا کہ "محمد افضل مردے است از سکان دیار مشرق" تو وہ ضلع میرٹھ کے ایک قصبے سے افضل کو منسوب نہ کرتا۔ "دیار مشرق" میر کی زبان کا "پورب" ہے۔ یہ بتانا ذرا مشکل ہے کہ خود قایم نے افضل کے توطن کے بارے میں یہ معلومات کہاں سے فراہم کی ہے جب کہ میر حسن ، جن کا تعلق "دیار مشرق" سے تھا ، اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔

افضل کے بارے میں میر حسن کی فراہم کردہ معلومات کا اعادہ بعد کے تذکرہ نویس عرصے تک کرتے رہے ہیں۔ صاحب تذکرہ "گلزار ابراهیم" (مرقومہ سنہ ۱۷۸٤ ء) نے محمد افضل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے ، جو واضح طور پر میر حسن کے تذکرے سے ماخوذ ہے :

"افضل ، محمد افضل ، از قدماست ، بر گوپال نامی عشق

= دھراتے ہیں : "قایم نے اپنے تذکرہ "مخزن نکات" میں افضل کو غالباً دکنی فرض کیا ، اور لکھا ہے کہ افضل ، عبد اللہ قطب شاہ سے جو سنہ ۱۰۲۰ ھ میں تخت نشین ہوتا ہے پیشتر گذرا ہے"۔

ورزیدہ حسب حال خود بارہ ماسہ مشہور "بکٹ کہانی"
منظوم نمودہ"۔

اسکے بعد نمونہ کا صرف ایک شعر نقل کیا ھے
جو لفظی تحریف (کھوتے، بجائے روتے) کے ساتھ
میر حسن کے تذکرے سے لیا گیا ھے:

مسافر سے جنھوں نے دل لگایا
انھوں نے سب جنم کھوتے گنوایا

افضل کے بارے میں میر حسن کی روایت فرانسیسی
مستشرق گارساں دتاسی نے بھی اپنی فرانسیسی تصنیف
"تاریخ ادب ھندوئی و ھندوستانی" ۱ میں بیان کی ھے۔

---

(۱) گارساں دتاسی کی اس ضخیم تصنیف کا فرانسیسی نام
"L' histoire de la litterature hindouie et hindoustanie" ھے۔
اسمیں تقریبا تین ہزار اردو و ھندی کے شعرا اور مصنفین کا
تذکرہ ھے، جن میں سے دو ہزار آٹھ سو مصنفین و شعرا
کا تعلق اردو سے ھے۔ اسکا پہلا ایڈیشن پیرس سے دو جلدوں
پر مشتمل سنہ ۱۸۳۹ ء تا سنہ ۱۸٤۷ ء شائع ھوا تھا۔ ھندی کے
مصنفین و شعرا پر مشتمل حصص کا ترجمہ کئی سال ھوئے ھندی میں
شائع ھو چکا ھے۔ چند سال قبل ایک فرانسیسی خاتون للیان نذرو
نے اس تاریخ کے اردو شعرا اور مصنفین پر مشتمل حصص کا
ترجمہ حواشی اور تعلیقات کے ساتھ کراچی یونیورسٹی میں =

افضل کے بارے میں ایک اور نادر حوالہ گل کرسٹ کی تالیف "ھندوستانی زبان کی قواعد" (سنہ ۱۷۹۶ ء) میں ملتا ھے جسکے آخر میں مولف، اردو شعرا کے نام (بشمول افضل) اس ترتیب سے گناتا ھے:

امیر خسرو - ولی - حاتم - سودا - میر - قایم - جعفر زٹلی - محمد افضل، افضل وغیرہ -

اس سے ظاہر ھے کہ ۱۷۹۶ ء، یعنی اٹھارویں صدی کے اختتام تک، میر تقی میر کے اعجاز کے باوجود، افضل کی شاعرانہ شہرت قایم تھی -

انیسویں صدی کے آغاز میں افضل کے سلسلے میں ایک اھم حوالہ افضل کے ایک عقیدت مند اور ھم مشرب عبداللہ انصاری کے بارہ ماسہ میں ملتا ھے جو سنہ ۱۲۳۹ ھ مطابق سنہ ۱۸۲۳ ء کے آس پاس کی تصنیف ھے۱ - آنے والی نسلیں "شاہ افضل" کا ذکر کس عقیدت سے کرتی

= پی - ایچ - ڈی کے لیے پیش کرکے ڈگری حاصل کی ھے - راقم کی نظر سے یہ ترجمہ گذر چکا ھے - یہ ابھی تک شائع نہیں ھوا ھے -

(۱) بارہ ماسہ عبداللہ انصاری کا قلمی نسخہ شعبہ مخطوطات مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) میں محفوظ ھے - (بحوالۂ محمد ذکی الحق: ذکر و مطالعہ، ص، ۱۰۳ - پٹنہ) -

رهی هیں اور اسکی "بکٹ کہانی" کی کس قدر دھوم رہی ھے، اسکا اندازہ عبداللہ انصاری کے بارہ ماسہ کے ان ابتدائی اشعار سے ھوتا ھے جس میں انہوں نے افضل کو خراج تحسین پیش کیا ھے:

سراسر اہل عرفاں شاہ افضل
نہایت کامل ویکتا واکمل

انہوں نے اك بکٹ لکھی کہانی
کیا جس میں بیاں سوز نہانی

بکٹ پیچیدہ رستہ ھے برادر
سمجھ لیے رہ طریقت کو سراسر

زنانی بولی ھے اسکی پیاری
جسے سن کر ھو دل میں بیقراری

لیکن افضل کی سوانح اور سیرت کے بارے میں سب سے اہم انکشافات علی قلی خاں والہ داغستانی کے فارسی شعرا کے تذکرے "ریاض الشعرا"[1] میں ملتے ھیں جو سنہ ۱۷٤۷ ء کی تصنیف ھے اور جسے قیم کے "مخزن نکات"

---

(۱) والہ داغستانی کے اس تذکرہ کا ایك نسخہ (فارسی نمبر ۱۲۰) اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں محفوظ ھے۔ افضل کے سلسلے میں والہ کے تذکرہ سے استفادہ سب سے پہلے محمود شیرانی نے کیا تھا (دیکھیئے "پنجاب میں اردو" ۱۹۲۸ ایڈیشن)۔

(سنه ۱۷۵۵ ء) پر بھی تقدم حاصل ہے۔ چوں کہ افضل فارسی شاعر کی حیثیت سے بھی معروف تھے۔ "شعر ہندی و فارسی را بغایت خوب می گفت" (والہ) اسلیے مصنف نے اپنے تذکرہ میں افضل کے حالات کے لیے تقریباً دو صفحے وقف کیے ہیں۔ والہ نے صاف طور پر انہیں "پانی پتی" لکھا ہے۔ اس کے قول کے مطابق وہ نہ صرف ہندی اور فارسی دونوں کے باکمال شاعر تھے بلکہ فارسی نثر لکھنے پر بھی یکساں قدرت رکھتے تھے۔ معلمی ان کا پیشہ تھا اور ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ "جمع کثیر و جمّ غفیر" ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے تھے۔ چوں کہ ابتدا سے "چاشنئ عشق اور مشرب فقر" سے آشنا تھے اسلیے بڑی عمر میں "ناگاہ عشق ہندوزنے" میں مبتلا ہو گئے اور "مجنوں صفت، متاع زھد و تقوی را" خیر باد کہا۔ اور "مانند ابر بہار" طوف کوئے ملامت پر آمادہ ہو گئے۔ اسی وارفتگی کے عالم میں عاشقانہ غزلیں لکھتے جن میں سے ایک کا مطلع والہ کے قول کے مطابق یہ ہے:

عالم خرابِ حسنِ قیامت نشانِ کیست
دورِ کدام فتنہ گر است و زمانِ کیست

مولانا کی یہ کیفیت دیکھ کر پہلے تو وہ عورت

روپوش ہوگئی لیکن عشق کا شور و فساد کم نہ ہوا
اور بالآخر ایک رات نہایت خفیہ طور پر باحتیاط تمام اسکے
رشتہ داروں نے اسے شہر متھرا پہونچا دیا۔ مولانا کچھ عرصے
تک سر ٹکراتے رہے آخر پتہ حاصل کرکے "افتان و خیزان
بدیار محبوب رسیدہ"۔ وہاں تجسس بسیار کے بعد ایک دن
کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چند لیلیٰ عذاروں اور خورشید
رخساروں کے ساتھ بہ نشاط و انبساط تمام ایک جگہ سیر کرتی
پھر رہی ہے۔ بے اختیار اسکی جانب بڑھے اور حسب
حال یہ شعر پڑھا:

خوشا رسوائی و حالِ تباہے

سرِ راہے و آہے و نگاہے

مولانا کی یہ بے موقع جسارت اس "لیلیٰ وش
جفاکار" کو ناگوار خاطر گذری اور نہایت تلخ و ترش
لہجہ میں اس نے کہا کہ "ترا شرم از محاسن سفید نیست
کہ سودائے عشقبازی چوں من جوانے در سَر داری؟"
مولوی اس طعنہ کی تاب نہ لا سکا اور اس "وحشی غزال"
کو رام کرنے کے لیے داڑھی مونڈھی، زنار پہنا اور
"لباس برھمناں" اختیار کرکے ایک مندر کے پجاری کا چیلا
بن بیٹھا۔ اس پنڈت کی شبانہ روز اسطرح خدمت کی اور
"تحصیل علوم ھندوی نمودہ" کہ "جمیع فنون و کمال آن

مسلك آمد''۔ اس سے خوش ہوکر گرو نے اسے اپنا
''نایب مناب'' بنا دیا اور جب کچھ عرصے کے بعد وہ مرض
موت میں گرفتار ہوا، وصیت کی کہ میرے بعد افضل کو
گرو تسلیم کیا جائے۔ رفتہ رفتہ مولوی کی شہرت دور
دور تك پھیل گئی اور اسکا حلقۂ ارادت وسیع ہوتا گیا۔
وہاں کی یہ رسم تھی کہ سال میں ایك بار عورتیں اس
بت خانہ کی زیارت کو آتی تھیں اور کثرت سے نذر ونیاز
پیش کرتی تھیں۔ اتفق سے اُس روز جب رسم موعود کے
مطابق عورتیں نذر ونیاز کے لیے آئیں اور یکے بعد دیگرے
آ کر گرو کے قدموں میں قدمبوس ہوئیں، مولانا کی محبوبہ
بھی اس جم غفیر میں شامل تھی - جوں ہی وہ قدمبوسی
کے لیے آگے بڑھی ''مولانا دستِ اورا بہ شوق و شغفِ
تمام بدست گرفتہ بچشم خود مالید'' اور کہا ''مرا می شناسی؟''
جب اس شوخ نے آنکھیں اٹھائیں اور شناخت کر لیا کہ
یہ وہی ''مفتون'' ہے جو گرو کے روپ میں یہاں بیٹھا ہے
تو کچھ عرصے کے لیے مبہوت اور ''ورطۂ حیرت'' میں
رہ کر بالاخر اس نے اقرار کیا کہ ''برائے خاطرِ چون
منِ ناکس این ہمہ تصدیع و تعب کشیدہ اید؟ دیگر ہرچہ
در آن رضائے شماست، رضائے ماست''۔ اس کے بعد
وہ عورت مشرف بہ اسلام ہو جاتی ہے۔ دونوں

"بدیار خود" مراجعت کرتے ھیں اور عرصے تک زندگی ساتھ بسر کرتے ھیں۔ افضل کی وفات کے بارے میں واله کا بیان ھے که "در سنه ۱۰۳۵ ه بریاض رضوان شتافت"۔ افضل کے "چند بیت از اشعار عاشقانه" جو واله نے نقل کیے ھیں، ذیل میں درج کیے جاتے ھیں:

جلوۂ زلفِ شاھدے بُرد دلِ رمیده را

پے بکجا برد کسے طایرِ شب پریده را

واله

غمت هر دم بداسهائے شکسته

بود چون سنگ برپائے شکسته

بر شکم از شکستِ دل خبردار

تراود مے ز مینائے شکسته

ان اشعار کے بعد واله نے فضل کی یه رباعی درج کی ھے اور بتایا ھے که یه رباعی "در آشوب عشق و شور جنون گفته است":

با زلفِ تو توده هائے عنبر چه کنم

با خالِ تو مشکهائے اذفر چه کنم

تو کافر و زلف کافر و دل کافر

من نیم مسلمان، به سه کافر چه کنم

اسی ''نیم مسلماں'' کا انداز کافری اردو تاریخ شعر کی سب سے رنگین داستان ھے۔

والہ کی فراھم کردہ معلومات سے افضل کی شخصیت اور حالات کی بہت سی گتھیاں کھل جاتی ھیں۔

اس بات کی بھی تصدیق ھو جاتی ھے کہ افضل نواح دھلی یعنی پانی پت کے رھنے والے تھے۔ ان کی بکٹ کہانی کی زبان اس بات کی غماز ھے کہ شاعر کا تعلق کھڑی بولی یا اس سے ملحقہ علاقے سے ھے۔ اس طرح قائم کا یہ قول کہ وہ ''از سکانِ دیار مشرق'' تھے بامعنی طور پر غلط ھو جاتا ھے۔ بامعنی طور پر اسلیے کہ اگر افضل، جو عہد اکبری اور عہد جہاں گیری میں موجود تھے، ''از سکان دیار مشرق'' ھوتے تو ملک محمد جائسی کی طرح وہ اپنا بارہ ماسہ اودھی میں لکھتے نہ کہ کھڑی بولی میں۔ افضل کی جھنجھانہ (ضلع میرٹھ) سے وابستگی کی روایت اسپرنگر سے چلی ھے۔ معلوم نہیں کہ اسپرنگر کا اس سلسلے میں ماخذ کیا تھا۔

والہ ھی کے بیانات سے یہ گتھی بھی حل ھو جاتی ھے کہ میر حسن کا یہ قول کہ افضل ''کدام ھندو بچہ، گوپال نامی بود، کہ برو عاشق شدہ حسب حال خود ''بارہ ماسا'' عرف ''بکٹ کہانی'' گفتہ'' غلط فہمی پر

مبنی ھے۔ گوپال، کسی ھندو بچے کا نام نہیں بلکہ خود
افضل کا اختیار کردہ نام تھا جب وہ "بہ لباس برھمناں"
متھرا کے مندر میں قیام پذیر تھا۔ ھر چند والہ نے اپنے
تفصیلی بیان میں افضل کے گوپال نام کا کہیں ذکر نہیں
کیا ھے لیکن "بکٹ کہانی" کے خاتمہ پر یہ شعر اس
"نیم مسلماں" کے نئے نام کی نشان دھی کرتا ھے:

بیادِ دلربا خوشحال می باش
کہے افضل کہے گوپال می باش

یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ بکٹ کہانی
کے مذکورہ بالا آخری شعر سے قبل جو شعر مختلف نسخوں
میں پایا جاتا ھے اسکے پہلے مصرع کا اختلاف نسخ
اسطرح ھے:

۱ ع خموش آخر ازیں مشکل کہانی (ن، ۱، ۲)
۲ ع خموش احقر ازیں مشکل کہانی (ن، ٤، ۱۰)
۳ ع خموش افضل ازیں مشکل کہانی[1] (ن، ۹، ۷، ۸)

ان میں مصرع نمبر ۳ جو سب سے قدیم اور اھم
نسخے نمبر ۹ سے نقل ھے افضل تخلص کو پیش کرتا ھے۔

---

(۱) (نسخہ نمبر ۹، ادارۂ ادبیات سنہ کتابت سنہ ۱۲٤۰ ھ،
قدیم ترین ھے)۔

گویا اصل بکٹ کہانی یہاں ختم ہو جاتی ھے ۔ اسکے بعد فارسی کا یہ شعر :

بیادِ دلربا خوشحال می باش
کہے افضل کہے گوپال می باش

اس واردات کی جانب اشارہ کرتا ھے حب کہ افضل نے گوپال کا پارٹ ادا کیا ھے ۔ یہاں گوپال محبوب نہیں بلکہ افضل ھی کا کرداری نام ھے ۔

افضل کی بکٹ کہانی کے اس مصرع نے "خموش احقر ازیں مشکل کہانی" نے محمد ذکی الحق کو ایک زبردست مغالطہ میں ڈال دیا ھے اور انہوں نے اسے کسی شاعر کا تخلص تسلیم کرتے ہوئے اپنے مضمون "چند بارہ ماسہ"[1] میں احقر کے بارہ ماسہ کا بھی ذکر کیا ھے ۔ اور بتایا ھے کہ اس بارہ ماسہ کا ایک نسخہ شعبۂ مخطوطات پٹنہ یونیورسٹی میں محفوظ ھے اور دوسرا اسٹیٹ لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) حیدرآباد میں ۔ لیکن یہ دونوں نسخے، جیسا کہ ان کے نقل کردہ اقتباسات اور اسٹیٹ لائبریری کے نسخے کے مطالعہ سے ظاہر ھے . افضل ھی کی بکٹ کہانی ھے ۔ اسٹیٹ لائبریری کے نسخے کو نمبر ۹ کے نام سے افضل کی

---

(۱) ذکر و مطالعہ : ۲٤۹ ۔ پٹنہ ۔

موجودہ بکٹ کہانی کی تہذیب و ترتیب میں استعمال بھی کیا گیا ھے۔

مرتب کردہ بکٹ کہانی میں اشعار کی کل تعداد ۳۲۰ ھے۔ گریہم بیلی نے بھی اپنی " تاریخ ادب اردو "۱ میں اس کے مصرعوں کی کل تعداد ۶۰۰ بتائی ھے۔ بیلی نے انگریزی کا لفظ (Lines) استعمال کیا ھے اور اسکی مراد مصرعوں سے ھے۔ ادارۂ ادبیات اردو کی جانب سے شائع کردہ، مختصر " تاریخ ادب اردو "۲ جسمیں بیلی سے بہت کافی استفادہ کیا گیا ھے، لفظ (Lines) سے مراد " اشعار " لی گئی ھے، جو صریحاً غلط ھے اسلیے کہ بکٹ کہانی کا اس ضخامت کا کوئی نسخہ تا حال دریافت نہیں ہوا ھے۔

صنف بارہ ماسہ

افضل کی " بکٹ کہانی " کو قایم نے " مثنوی " کہا ھے۔ میر حسن نے " بارہ ماسہ " عرف بکٹ کہانی " کے نام سے یاد کیا ھے۔ اسپرنگر نے " نظم ... جسکا نام بکٹ کہانی ھے " لکھا ھے۔ محمد ابراھیم خان خلیل نے میر حسن کے متبع میں اپنے تذکرہ " گلزار ابراھیم " میں

---

(۱) اردو لٹریچر (دی ھیری ٹیج آف انڈیا سیریز) ۱۹۳۲ ء۔ لندن، ص ۴۲۔ (۲) تاریخ ادب اردو (مرتبہ: ادارۂ ادبیات اردو) ص ۷۰۔

"بارہ ماسہ مشہور بیکٹھ کہانی" تحریر کیا ھے۔ عبداللہ انصاری نے انیسویں صدی کے آغاز میں اسے صرف "بکٹ کہانی" کے نام سے یاد کیا ھے۔ اسٹیٹ لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) حیدرآباد کے نسخے (نسخہ نمبر ۱۰) میں گجراتی زبان کے انداز پر کاتب نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے تحت اسکا نام "بارہ ماسی" درج کیا ھے۔

لیکن افضل کی نظم کا اصل نام "بکٹ کہانی" ھی ھے، جو مثنوی کے انداز میں بحر ھزج مسدس محذوف الآخر (مفاعیلن مفاعیلن فعولن) میں لکھی گئی ھے۔ بعض اشعار بحر ھزج مسدس مقصور الآخر میں بھی ھیں۔ گریہم بیلی کا یہ خیال غلط ھے کہ اسکی بحر ھندی شاعری کی ھے [۱]۔ تاھم یہ ھندی روایت شعر میں ڈوبی ھوئی ھے اور مثنوی کی طرز اور بحر میں ھونے کے باوجود ھیئت کے اعتبار سے جدید آریائی زبانوں کے ابتدائی اور درمیانی دور کی مقبول عام صنف سخن "بارہ ماسہ" میں ھے۔ یہ بارہ ماسہ کسی ایک زبان یا بولی تک محدود نہیں۔ راقم کی اطلاع کے مطابق یہ پنجابی، گجراتی، اودھی اور شمالی ھند کی دوسری بولیوں کی مشہور صنف رھی ھے۔

---

(۱) اردو لٹریچر (ھیری ٹیج آف انڈیا سیریز) لندن ۱۹۲۲ ء۔ ص ۴۲۔

اسکا ارتقا سنسکرت اور اپ بھرنش کے "پربند کاویہ" (طویل نظموں) کے "رِتُ ورنن" سے ہوا ہے۔ اس "رِتُ ورنن" میں عام طور پر چھ موسموں کا ذکر ہوتا ہے۔ کالی داس کی "رِتُ سنگھار" اسکا اعلی نمونہ ہے جو بالذات ایک نظم ہے۔ ہندی ادب کے "ویر گاتھا کال" کے اکثر "راسو" میں "رِتُ ورنن" کا اہتمام ملتا ہے۔ یہی "رِتُ ورنن" اپنی ماہ بہ ماہ تفصیلات میں جاکر "بارہ ماسہ" بن جاتا ہے جس میں عام طور پر ایک فراق زدہ "پتنی" اپنے "پتی" کی یاد میں تڑپتی ہے اور اسکے جذبات میں اتار چڑھاؤ خارج کے بدلتے ہو موسموں کے زیر اثر پیدا ہوتا ہے، اسطرح کہ داخلیت خارجیت سے ایک شاعرانہ پیرایہ زبان میں مربوط ہو جاتی ہے۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ "بارہ ماسہ" "رِتُ ورنن" کی ایک روبہ تنزل ہیئت ہے۔ روبہ تنزل اسلیے کہ ہندوستان کے موسم کی تفصیلات، چار یا چھ رتوں میں تو پیش کی جا سکتی ہیں لیکن انھیں بارہ کی تعداد میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اسلیے بارہ ماسہ میں غیر ضروری تکرار آجاتی ہے اور وہ تنوع، خارج یا باطن میں، قایم نہیں رہتا جسکے ذریعہ کہ دونوں کو ہم آہنگ کیا جا سکے۔ مثلاً سردی کے تین مہینے، ماگھ پوس اور اگھن کو لیجیے

یہ موسم سرما کے اثرات میں ، ان تینوں مہینوں میں
اسقدر تفاوت نہیں پایا جاتا کہ علاحدہ علاحدہ کیفیات کے
ترجمان بنائے جا سکیں - چنانچہ افضل کی برھنی کی جو
کیفیات جسمانی و ذھنی پوس میں ھیں وھی اگھن میں ھیں -
یعنی ''دیہہ کی تھرتھری'' میں وہ پیا کی دوئی کو
ڈھونڈھتی ھے - چاروں طرف سردی ھے لیکن اسکا ''من''
برہ کے ''غم سوں جلتا رھے گا'' - جو کیفیت اگھن
میں ھے وھی کم و بیش ماگھ میں ھے - بلکہ اس وقت
کی وجہ سے افضل اکثر مہینوں میں خارجی عناصر کی
مصوّری بالکل نہیں کرتا اور ان مہینوں کو برھنی کے
نالہ و شیون یا داخلی واردات اور خود کلامی سے پُر
کرتا ھے - لیکن جب وہ اصل مہینوں یعنی پھاگن ،
ساون بھادوں میں برھنی کے جذبات کی ترجمانی ان کو خارج
سے ھم آھنگ کر کے کرتا ھے تو فطرت اپنی تمام رنگینیوں
کے ساتھ اسکے کلام میں لہلہا اٹھتی ھے ، اور اسی نسبت
سے برھنی کے دل کے زخم ھرے ھو جاتے ھیں -

صنف بارہ ماسہ کی سب سے اچھی تعریف عبداللہ
انصاری کے الفاظ میں یہ کی جا سکتی ھے کہ یہ ''رنانی ،
پیاری'' بولی میں ''سوز نہانی'' کا ایسا تذکرہ ھوتا ھے ع
''جسے سن کر ھو دل میں بیقراری'' - چوں کہ ھندی
شاعری کی روایت کے مطابق تخاطب عورت کی جانب

سے ہوتا ہے اسلیے اسمیں صنف نازک کا دل اپنی تمام حرماں نصیبیوں، امنگوں، پیار، جلن اور حلاپے کے ساتھ دھڑکتا دکھائی دیتا ہے۔ اسمیں مرد کی مسلسل بے وفائی اور عورت کی ازلی وفا کا ذکر ہوتا ہے، وہ عورت جو ہندوستان کی مہکار اور پیار میں پلی ہے، جسکا پتی اس کا دیوتا ہے اور یہ اسکا پیدائشی حق ہے کہ وہ ہمیشہ دیوتا کے چرنوں میں سر سبز رہے۔

افضل کو بارہ ماسہ کی ایک قدیم و طویل روایت ملی تھی۔ لیکن اسکے قریب ترین ہندی کا سب سے مشہور، ملک محمد جائسی کا بارہ ماسہ تھا جو اس کی معرکۃ الارا تصنیف "پدماوت" کا ایک کھنڈ ہے۔ یہ بارہ ماسہ افضل سے سو برس پہلے تصنیف کیا گیا تھا۔ ناگ متی، چتور کے راجہ رتن سین کی رانی ہے۔ جب رتن سین پدماوتی کے عشق میں گرفتار ہو کر جوگی کا بھیس لے کر سنگل دیپ جاتا ہے تو ناگ متی اپنے پتی کے فراق میں تڑپتی ہے۔ اس کی اس فراق زدہ کیفیات کی ترجمانی ملک محمد جائسی نے "ناگ متی وِیوگ کھنڈ" میں بارہ ماسہ کی شکل میں کی ہے۔ پدماوت کا یہ کھنڈ اسکی جان ہے اور اس لحاظ سے یہ ہر دور میں قبولیت عام رکھتا رہا ہے۔ جائسی اور افضل دونوں کے بارہ ماسوں میں ایک گہری

معنوی اور جذباتی مماثلت پائی جاتی ھے - دونوں صوفی ھیں اور دونوں "پریم مارگی" ھیں - پریم کی راہ بڑی بکٹ (مشکل، ٹیڑی) ھوتی ھے - پدماوت کا قصہ بیک وقت مجاز اور حقیقت کی دوھری سطحات پر چلتا ھے - افضل بھی صوفی تھے لیکن انھوں نے پریم کا کھیل مجاز کی سطح پر اس انداز سے کھیلا تھا کہ اردو شعر کی تاریخ میں اس سے زیادہ رنگین داستان اور کہیں نہیں ملتی - بارہ ماسہ کے آخری شعر:

بیاد دلربا خوشحال می باش
کہے افضل کہے کو بال می باش

سے یہ صاف ظاھر ھے کہ افضل نے اپنا بارہ ماسہ عشق کا یہ رنگین ناٹک کھیلنے کے بعد ھی لکھا ھے، جسکی یاد اب ان کی زندگی کا عزیز ترین سرمایہ بن چکی ھے - بارہ ماسہ میں وہ در حقیقت اپنی محبوبہ کا کردار ادا کر رھے ھیں ھر چند والہ داغستانی کی شہادت کے مطابق "آن ایلا وش جفا کار" اس ناٹک کے انجام تک ھمیشہ تلخ گفتاری اور "جواب ترش" سے پیش آتی رھی تھی - افضل نے در اصل اپنی واردات کو "حدیث دیگراں" بلکہ "سر دلبراں" میں پیش کیا ھے - عبد اللہ انصاری کی اس تعبیر و تشریح کے باوجود کہ "بکٹ" راہ معرفت کا ایک انداز ھے

افضل کی کہانی سر تا سر رام کہانی ہے اور اسمیں حضرت جامی کے اقتباسات سے قطع نظر کہیں بھی "حقیقت" کی سطح قایم نہیں ہونے پاتی ۔ یہ ایک برھنی کی کہانی اسی کی زبانی ہے جس میں مجاز کی تڑپ اور "جسم کی مایوس پکار" مکمل طور پر نمایاں ہے ۔ یہ آپ بیتی ہے، یہ جگ بیتی ہے، اسے کسی استعارہ یا تمثیلی حجاب کی ضرورت نہیں ۔ یہ "افضل" کی داستان عشق ہے یہ "گوپال" کی پریم کہانی ہے ۔

اسلوب شعر کے نقطۂ نظر سے "بکٹ کہانی" اس عہد کی ریختہ گوئی کا مکمل نقش ہے ۔ افضل نے اپنی نظم کی ہیئت ہندی ادبیات سے لی ہے لیکن اسکی زبان اور اسلوب کا ماخذ امیر خسرو کی قایم کردہ وہ روایت ریختہ گوئی تھی، جو بقول میر، کبھی ایک مصرع فارسی اور ایک مصرع ہندی کی شکل میں نمودار ہوتی تھی؛ اور کبھی آدھا مصرع فارسی اور آدھا مصرع ہندی سے آمیختہ ہوتی تھی ۔ کبھی یہ لغات ہندی و فارسی کی پیوندکاری کی صورت اختیار کرلیتی تھی؛ یہ پیوندکاری صوتیات کی سطح سے لے کر صرف و نحو ہر جگہ پائی جاتی تھی ۔ فارسی کے سابقوں اور لاحقوں کا ہندی الفاظ کے ساتھ بلا تکلف اختلاط، فارسی مصادر کا ہندی

قواعد کے سانچوں میں ڈھالنا ، فقروں کے دروبست میں
فارسی جملہ کی ترکیب نحوی کا استعمال ، غرضکہ اسکی
ایک سے زائد شکلیں ملتی ھیں ـ امیر خسرو کے بعد اس
ریختہ گوئی کا مرکز ثقل دکن منتقل ھو جاتا ھے ؛ چنانچہ
میر کا یہ خیال کہ " ریختہ از دکن است " ایک لحاظ سے
صحیح ھے ـ شمالی ھند میں افضل سے قبل ، امیر خسرو سے
منسوب ھندی کلام اور ریختوں کے علاوہ ، کوئی دوسرا
لائق اعتناء ادبی نقش نہیں ملتا ـ چوں کہ امیر خسرو کی
ریختہ گوئی کے مستند نمونے ابھی تک دستیاب نہیں ھوئے
ھیں ، اسلیے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ھے کہ شمالی
ھند کا پہلا مستند اردو شاعر ، افضل ھی ھے ، جس نے
اپنی " بکٹ کہانی " سنہ ۱۶۲۵ ء سے قبل مکمل کرلی تھی ـ
افضل ، دکن کے شعرا محمد قلی قطب شاہ ، وجہی ، غواصی ،
ابراھیم عادل شاہ ثانی اور اسکے درباری شاعر عبدل کا ھم عصر تھا ـ
اس لیے اس کا شمار اردو کے قدیم ترین شعرا کی صف میں
کیا جائے گا ـ

تاریخی نقطہ نظر سے یہ عام خیال بالکل غلط ھے کہ
ولی کی آمد سے قبل شمالی ھند میں اردو شعر گوئی مفقود
تھی ـ محمود شیرانی نے اپنی تحریروں میں شمال کے ایک سے

زائد ایسے شعرا کی نشان دہی کی ہے ۱ جنہوں نے ولی سے قبل اردو شعر گوئی کی جانب توجہ کی تھی - "افضل" ان میں بلا مبالغہ سب سے افضل ہے - شاہان مغلیہ کی کم توجہی کے باعث افضل اور اس کے ساتھی، تمام کے تمام درباری سرپرستی سے محروم رہے - فارسی اور برج بھاشا کو دربار مغلیہ کی تائید حاصل رہی، اس لیے ان کی وجود کی میں "ریختہ" کا چراغ شمال میں صرف ٹمٹماتا رہا، جب کہ دکن میں اس "ریختہ" نے بہت جلد ریختہ زبان کے مراحل طے کر کے اپنا ایک مخصوص لہجہ، فرھنگ اور رنگ و آہنگ پیدا کر لیا، جسکے بہترین نمونے قطب شاہ، وجہی، غواصی، ابن نشاطی، نصرتی وغیرہ کی تحریروں میں مل جاتے ہیں۔

جہاں تک افضل کی "بکٹ کہانی" کی شعریت کا تعلق ہے میر حسن کا یہ قول کہ "بر دل ہا اثر می کند" لفظ بلفظ صحیح ہے، واله داغستانی کی یہ شہادت کہ "شعر ھندی وفارسی را بغایت خوب می گفت" افضل کے فارسی اور ھندی شاعرانہ قد و قامت کا تعین کرتی ہے - افضل کے کلام میں اسکا دل گداختہ ملتا ہے۔ عشق کا چٹیلا پن اور برہ کی چیٹک ملتی ہے - بکٹ کہانی کے بہترین حصوں میں (ماہ ساون،

---

(۱) دیکھیے پنجاب میں اردو اور "ھریانی میں تالیفات" اورینٹل کالج میگزین، لاھور (نومبر ۱۹۳۱ء اور فروری ۱۹۳۲ء)

بھادوں، پھاگن) خارجیت اور داخلیت کا وہ ربط و آھنگ ملتا ھے جو بارہ ماسہ کی جان ھوتا ھے۔ پریم کے بکٹ راستے کی تمام تر واردات کی تفصیلات ملتی ھیں۔ یہاں "نینوں کی برکھا" ھے ورق سے "سینہ حرتا" ھے، "کویل کی کوک" "تمامی تن بدن میں آگ" لگا دیتی ھے۔ سکھیوں کے آمد پر رشک آتا ھے۔ عورت کا اندیشہ دور دراز کسی اور کے "ٹونے چلانے" تک پہونچتا ھے۔ عرضکہ ساری واردات گھریلو لہجہ، ڈرامائی طرز اور ایک خود کلامی کے انداز میں پیش کی گئی ھے۔ یہ شاعری نہیں فنکارانہ چیخ ھے جس کے تیکھے بول تیر بن کر دل میں اتر جاتے ھیں۔ اردو شاعری میں یہ پرکار سادگی افضل کے بعد صرف حالی کی "مناجات بیوہ" یا عظمت اللہ خان کے بعض گیتوں میں ملتی ھے۔

"بکٹ کہانی" میں فارسی اشعار کا جابجا چھینٹا نظم کی روانی میں بلاشبہ رکاوٹ پیدا کرتا ھے۔ لیکن افضل کے عہد کی زبان اور مذاق شعری کو پیش نظر رکھ کر اسکا جائزہ لیا جائے تو معلوم ھوگا کہ یہ اسلوب ریختہ گوئی کا ایک ضروری جزو تھا۔ مزید برآں افضل فارسی کے بھی باکمال شاعر تھے[1] اسلیے وہ دونوں زبانوں کے سروں کو

---

(۱) افضل کی فارسی گوئی کی شہادت محمد قدرت اللہ نے اپنے =

لے کر کامیابی کے ساتھ بیك وقت چل سکتے تھے ۔ افضل کے فارسی اشعار میں بھی ایك روانی اور سوز ھے ۔ زبان کا یہ آمیختہ اسلوب نہ صرف ''گاینان'' میں مقبول تھا بلکہ کھتریوں اور کائستھوں کی گھریلو اور ادبی زبان کا ایك عام انداز تھا ۔

اردو تاریخ شعر میں افضل کی شاعرانہ حیثیت مسلم ھے ۔ انیسویں صدی کے آغاز تك اھل دل میں اسکے کلام کی تاثیر کا چرچا رھا ھے ۔ اسکی '' بکٹ کہانی '' شمالی ھند میں اردو شاعری کا پہلا مستند نمونہ ھے جسکی موجودگی میں تاریخ ادب اردو کا یہ مفروضہ غلط ثابت ھو جاتا ھے کہ شمال میں اردو کی شمع شعر ولی نے روشن کی تھی ۔ وہ سلطان محمد قلی قطب شاہ، وجہی اور غواصی کا ھم عصر تھا اس لحاظ سے وہ شمال میں اردوئے قدیم کا چراغ عین اس وقت جلائے ھوئے تھا جب دکن میں یہ زبان ایك ادبی دور میں

= تذکرہ '' نتائج الافکار '' میں دی ھے جو سر تاسر والہ کی فراھم کردہ معلومات پر مبنی ھے ۔ والہ کے تذکرہ کا ذکر قدرت اللہ نے دیباچہ میں کیا ھے ۔ قدرت اللہ کے الفاظ یہ ھیں : '' پیرایۂ بلند فکرتی افضل پانی پتی کہ شاعر یست فصاحت شعار و سخنوریست بلاغت آثار در اوسط ماتہ ثانی عشر (۱۲۰۰) جہان گذارن را گذاشتہ '' ۔ قدرت اللہ کا شعرائے فارسی پر مشتمل یہ تذکرہ '' حاضع '' نے بمبئی سے شایع کیا ھے ۔

داخل ہو رہی تھی - وہ دور اکبری کی پیداوار تھا اسلیے کیا زبان، کیا بیان، کیا عمل اور کیا خیال ہر اعتبار سے وہ ازمنۂ وسطٰی کے ترکیبی تمدن اور ''ہندلانی'' روح عصر کا ترجمان کہا جاسکتا ہے -

زبان

''بکٹ کہانی'' کی زبان عہد اکبری کی کہڑی بولی کا وہ روپ ہے جو دہلی اور اسکے نواح سے نکل کر برج، اودھی اور ہریانی کے علاقوں میں رائج ہو چکا تھا - موالف ''پنجاب میں اردو'' نے لکھا ہے ''اس کی زبان دکنی سے مختلف ہے اور صاف ہے''[۱] اسانیاتی اعتبار سے افضل کی زبان کو جدید اردو سے قریب تر ہونا بھی چاہیئے - دکہنی اردو تیرھویں اور چودھویں صدی کی ''زبان دہلوی'' ہے جو ایک طرف اپ بھرنشی لسانی روایت سے لدی پھندی ہے اور دوسری جانب جسکی اساس کہڑی بولی کے مقابلے میں جمنا پار کی ہریانی اور میواتی (راجستھانی کی بولی) بولیوں پر قایم ہے - دہلی اور اسکے نواح میں زبان کا یہ کیںڈا پندرھویں صدی کے وسط تک رہا - سنہ ۱٤٥٠ ء کے قریب جب آگرہ دار السلطنت قرار پاتا ہے تو لسانی مرکز ثقل ہریانی اور کہڑی کے علاقے سے برج

---

(۱) ص : ۲۱۲ -

بھاشا کے علاقے میں منتقل ہو جاتا ھے۔ افضل کا تعلق
واله کی شہادت کے مطابق پانی پت سے تھا جو هریانی
کے علاقے میں واقع ھے؛ لیکن افضل کی زبان هریانی کے
اسقدر بھی لسانی اثرات نہیں رکھتی جسقدر که اس
عہد کے دکنی مصنفین کی زبان میں پائے جاتے ھیں۔
اسکا مطلب صاف ھے که کھڑی بولی عہد اکبری میں
برج بھاشا کے زیر اثر ایك ایسی لسانی کروٹ لے چکی تھی
جس نے اسے جدید بنا دیا تھا۔ افضل کی ''بکٹ کہانی''
اس جدید اردو کا پہلا ادبی و لسانی نقش ھے۔ مجموعی طور
پر افضل کی زبان سور داس کی برج بھاشا اور کبیر داس
کی سدھکڑی ملی جلی زبان کے بر عکس کھڑی بولی کی
وہ ترقی یافته شکل ھے جو ایك طرف اپ بھرنشی اسانی
اثرات کھو چکی تھی اور دوسری طرف جمنا پار کرکے
موجودہ اتر پردیش کے دو آبه کے بالائی حصے میں قدم
رکھ چکی تھی۔ لیکن ''بکٹ کہانی'' کی زبان پر فارسی
کے علاوہ برج بھاشا کے اثرات واضح ھیں، چونکه برج
بھاشا پندرھویں اور سولھویں صدی میں ادبی زبان کی حیثیت
سے نمایاں مقام حاصل کر چکی تھی اور کرشن بھکتی کی
زبان تھی۔ مزید یه که افضل کو متھرا کے ھندو ماحول
کا بھر پور تجربه تھا اسلیے اسکے بعض اثرات کا آ جانا

نا گزیر تھا ۔ افضل کی زبان پر بارہ ماسہ کے اسلوب اور اس سے مختص زبان کے اثرات بھی نمایاں ھیں ۔ شاید یہی وجہ ھے کہ افضل کے علاقہ کی ھریانی بولی ، بارہ ماسہ کی زبان پر اثر انداز نہیں ھو سکی ۔ یہاں اس لسانیاتی حقیقت کا واضح کر دینا ضروری ھے کہ بولیوں کی کثرت کے درمیان ادبی زبان اور اسکے اسالیب کے چوکھٹے میں مصنفین کا گرفتار ھو جانا ایک ضروری امر ھے ۔ جس طرح عہد جدید کا شاعر جب گیت لکھتا ھے تو ایک مخصوص زبان کا استعمال کرتا ھے اور غزل لکھتے وقت اسکا اسلوب اور ورھنگ دونوں بدل جاتے ھیں ، اسی طرح چودھویں تا سولھویں صدی عیسوی تک برج آمیز زبان کا استعمال بعض اسالیب شعر کے لیے مخصوص ھو چکا تھا ۔ قطع نظر اس کے کہ شاعر کس علاقے کا رھنے والا ھے ، وھاں کی بولی کیا ھے ، وہ بلا دریغ برج بھاشا اور اس کی روایت شعر کا پابند ھو کر لکھتا تھا ۔ اسلیے افضل کے بارہ ماسہ کی زبان کا تعلق پانی پت سے نہیں ھے بلکہ اس اردو سے ھے جو آگرہ کے بازاروں میں بولی جاتی تھی اور جو شعر کا پیکر اختیار کرنے سے قبل برج بھاشا کے رنگ و آھنگ کو قدرے قبول کر لیتی تھی ۔ افضل کی لسانیاتی روایت تا حال اردو کے

گیتوں میں قایم ھے۔ اسقدر ضرور ھے کہ ریختہ کا اسلوب اب متروك ھو گیا ھے۔

مذکورہ بالا تاریخی و لسانیاتی پس منظر میں اگر بارہ ماسہ کی زبان کا جائزہ لیا جائے اور اسکا مقابلہ اس عہد کی دوسری تصنیف ''خالق باری'' مصنفہ ضیاء الدین خسرو (سنہ تصنیف ۱۰۳۱ ھ مطابق سنہ ۱۶۲۱ ء) کی زبان سے کیا جائے تو حسب ذیل خصوصیات کا تعین ھوتا ھے:

(الف) صوتیاتی:

(۱) بعض الفاظ میں (ل) پر (ر) کو ترجیح، مثلاً گر (گل، گلا)، کاری (کالی)۔ سانورا (سانولا)۔ جرنا (جلنا)۔ ڈارنا (ڈالنا)۔

(۲) عربی فارسی اصوات کا ھندی تلفظ مثلاً، لرجا (لرزا) داگ (داغ)۔

(۳) طویل مصوتے (آ) کا اضافہ مثلاً، ھانسی (ھنسی) پاتی (پتر ـ خط)۔

(ب) صرفی:

(۱) اسمائے ضمیر: تیں (تو)۔ تمری (تمھاری)۔ تمن (تم)۔ ھوں (میں)۔ ھمن (ھم)۔ کنھیں (کسی)۔

(۲) ''ان'' کی جمع کی بعض مثالیں: دھوپاں (دھوپ) سیراں (سیر)۔

عام طور پر جمع ''ون'' سے بنائی گئی ہے۔
''ن'' کی جمع، جو برج بھاشا میں رائج ہے کہیں کہیں ملتی ہے مثلاً پگن (بجائے پگوں)۔

(۳) افعال کی بعض شکلوں میں برج بھاشا کے اثرات نمایاں: بھئی (ہوئی)۔ رووت۔ سُلگت۔ بھرت۔ مرت۔ دیکھن۔ ہنسن۔ کھیلن۔

(٤) کیتا (کیا)، کینا (کیا)، دینا (دیا)۔ کی شکلیں بھی مل جاتی ہیں۔ کیتا کی شکل دکنی اردو میں بھی رائج رہی ہے۔

(٥) افعال کے مصادر (و) کے اضافہ سے بنائے گئے ہیں:
آونا۔ بھاونا۔ شرماونا۔

(٦) حروف کی بعض قدیم شکلیں ملتی ہیں جن میں سے بیشتر برج بھاشا کی ہیں۔ سوں۔ سیں۔ سیتی۔ کوں۔ اجھوں۔ کِت (کہاں)۔ مُوں (مِیں)۔ کہا (کیا)۔ کٹھولو (کب تک) کاں لگ (کہاں تک)۔ کہوں (کہیں)۔

(۷) پنجابی کا بھی ایک حرف دو بار استعمال کیا گیا ہے۔
نال (ساتھ)۔

ع پیا کے نال بیٹھیں ساریاں سب

ع بجاویں دف پیا کے نال ساری

(ج) نحوی:

(۱) ایك آدہ مثال ایسی بھی ملتی ھے کہ اگر اسم مونث جمع ھے تو صفت بھی جمع لائی گئی ھے:

بسایہ تخت اوپر ناریاں سب
پیا کے نل بیٹھیں ساریاں سب

ع به عالم پھولیاں پھلواریاں سب

اسی عہد کی شمالی ھند کی تصنیف "خالق باری" کی زبان، افضل کے بارہ ماسہ کی زبان سے بعض لحاظ سے مختلف نظر آتی ھے مثلاً:

(۱) خالق باری میں "یا" سے مرکب ماضی کی مثالیں ملتی ھیں، (رھیا ـ کہیا) جو ھریانی، دکنی اور کھڑی کی خصوصیت ھے ـ بارہ ماسہ میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی ـ

(۲) "اں" کی جمع دونوں کے یہاں قلّت کے ساتھ ملتی ھے ـ

(۳) آھے (ھے)، خالق باری میں کثرت سے ملتا ھے ـ افضل کے یہاں مفقود ھے ـ

مجموعی طور پر خالق باری اور بارہ ماسہ کی زبان میں زیادہ فرق نہیں ـ تا ھم خالق باری کی زبان انفی آواروں، تخفیف حروف علت اور فرھنگ کے لحاظ سے

دکنی اردو سے قریب تر ھے۔ لیکن یہ فرق اس عہد کے
ایك لغت نویس اور شاعر کی زبان کا فرق ھے۔ جیسا کہ
اس سے قبل لکھا جا چکا ھے شاعر، روایت اور فرھنگ
شعر کے تابع رہ کر الفاظ کا انتخاب کرتا ھے اس لیے
اسکی زبان اپنے عہد کی بول چال کی زبان سے ھمیشہ
مختلف ھوتی ھے۔

بکٹ کہانی کے نسخے

افضل کی بکٹ کہانی کا موجودہ متن دس قلمی
نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا ھے۔ ان میں سے صرف
تین نسخوں پر سنہ کتابت درج ھے ۔ اس اعتبار سے قدیم
ترین نسخہ ادارۂ ادبیات اردو، حیدرآباد کا ھے جسکا سنہ
کتابت سنہ ۱۲٤۰ء ھے اور جو موجودہ متن کے سلسلے
میں نمبر ۹ قرار دیا گیا ھے۔ دوسرا نسخہ انڈیا آفس
لائبریری (لندن) کی ملکیت ھے اسپر سنہ ۱۲٤۵ھ تاریخ
کتابت درج ھے اور یہ موجودہ متن کے سلسلہ کا نمبر ۱ ھے۔
تیسرا نسخہ نمبر ٤ ھے جسکا سنہ کتابت سنہ ۱۲۷۹ھ ھے۔
باقی تمام نسخوں کے سنہ کتابت کے بارے میں علم نہ ھوسکا۔
اس لحاظ سے بکٹ کہانی کا قدیم ترین نسخہ افضل کی
وفات (۱٦۲۵ء) کے ۹۹ برس بعد لکھا گیا ھے۔

نسخہ (نمبر ۱) :۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر U 45-IX ھے ۔ کاتب کم سواد ھے ۔ بد خط مگر صاف ھے ۔ ترقیمہ یہ ھے : "دست خط عبد الکریم برائے پاس خاطر خود نوشتیم ، ھر کس کہ دعوا کند باطل گردد ۔ ۱۲۴۰ ھجری ماہ سابان ، تاریخ بیست و پنجم روز شنبہ" ۔ کل اشعار کی تعداد ۲۰۱ ھے ۔ اسمیں کوئی ھندی دوھرہ نہیں ۔

نسخہ (نمبر ۲) :۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر B170 (P1243) ھے ۔ خط شفیعا ، صاف ستھرا ۔ ترقیمہ میں صرف اتنا درج ھے کہ "تمام شد قصہ بارہ مانسہ ، بکٹ کہانی ، روز چہار شنبہ" ۔ کل اشعار کی تعداد ۲۶۷ ھے ۔ کوئی دوھرہ اس میں موجود نہیں ۔

نسخہ (نمبر ۳) :۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر B 189 (P 1244) صاف ستھرا لکھا ھے ۔ جابجا ھندی دو ھے کثیر تعداد میں درج ھیں ۔ ترقیمہ میں سوائے تمت تمام شد ، کے اور کچھ نہیں لکھا ھے ۔ اشعار کی تعداد ۲۸۵ ھے جن میں سے ۱۴ مکرر درج ھیں ۔ ان کے علاوہ متفرق دوھرے اور فارسی اور اردو کے اشعار کثرت سے ھیں ۔

نسخہ (نمبر ۴) :۔ یہ نسخہ پٹنہ یونیورسٹی میں ھے ۔ اسکا نمبر ۱۱۰ ھے ، جسے ڈاکٹر سید محمد صدر الدین "فضا" نے اپنی تالیف "حضرت شاہ آیت اللہ جوھری ، ان کی حیات

اور شاعری" میں مکمل شائع کردیا ہے۔ یہ نسخہ دکن میں لکھا گیا ہے، جسے پٹنہ یونیورسٹی نے حاصل کرلیا ہے ترقیمہ میں یہ عبارت ہے، "تمت تمام شد، روز چہارشنبہ بوقت دوپہر۔ تمام شد، ماہ شوال ۲۰، سنہ ۱۲۷۹ ھ۔ کاتب الحروف میر قطب الدین عرف میر صدر الدین غفرلہ بن حیدر علی در مقام سکندرآباد"۔ اشعار کی تعداد ۲۷۹ ہے۔ ۵٦ اشعار (فردیات اور دوھرے) اسکے علاوہ ھیں۔

نسخہ (نمبر ۵):۔ یہ ایک بیاض کی شکل میں ہے، مملوکہ قاضی عبدالودود صاحب (پٹنہ)۔ اسے بھی ڈاکٹر صدر الدین فضا نے اپنی تالیف مذکورہ بالا میں شامل کردیا ہے۔ یہ نسخہ ناقص الطرفین ہے۔ اس مین کل ۱۸۹ اشعار ھیں۔ فردیات یا دوھرے وغیرہ نہیں ھیں۔ ترقیمہ کوئی نہیں۔ ڈاکٹر فضا کا خیال ہے کہ یہ نقل سو سال سے زائد کی نہیں (دیکھئے ص ۱۹۱، تالیف مذکور)۔

نسخہ (نمبر ٦):۔ یہ رضا لائبریری، رام پور (یو۔پی) کے نسخہ کی نقل ہے۔ جو سکریٹری انجمن ترقی اردو (ھند) کی وساطت سے حاصل ھوئی ہے۔ اسمیں ترقیمہ کوئی نہیں۔ ابتدا میں صرف اتنا لکھا ہے "بکٹ کہانی از محمد افضل کالپی"۔ اشعار کی تعداد ۲٦۷ ہے۔ دوھرے یا فردیات مطلق نہیں۔

نسخہ (نمبر ۷): ۔ سالار جنگ میوزیم لائبریری میں محفوظ ہے نمبر ۱۱ تصوف ۔ سائز (۵ × $\frac{1}{2}$ ۸) صفحہ ۲۴ سطر ۱۳ حط نستعلیق ۔ خاتمہ کے چند اصل اوراق غیر موجود ہونے کی وجہ سے آغا حیدر حسن نے بروز چہارشنبہ ۱۴ جمادالثانی سنہ ۱۳۴۷ ھ میں کسی قدیم نسخے سے تکملہ کیا ہے ۔ نسخہ اکثر جگہ غلط ہے اور اکثر الفاظ دکنی تلفظ کے مطابق لکھے گئے ہیں جس سے اس کا دکن میں لکھا جانا ثابت ہے ۔ اشعار کی تعداد ۲۴۹ ۔ آغا حیدر حسن کے اضافہ کردہ اشعار کی تعداد ۵۴ ہے ۔ اسطرح کل تعداد ۳۰۳ ہو جاتی ہے ۔

نسخہ (نمبر ۸): ۔ یہ بھی سالار جنگ لائبریری کی ملکیت ہے نمبر ۱۰ تصوف ۔ سائز (۵ × ۹) صفحہ (۲۶) ۔ سطر (۱۱) حط نستعلیق ۔ تاریخ کتابت ندارد ۔ نسخہ نمبر ۷ سے خاصا مختلف ہے ۔ لیکن اسکی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے ۔ سمیں کل اشعار کی تعداد ۲۸۹ ہے ۔ آخر میں فارسی کے ۲۷ اشعار نسخہ نمبر ۷ سے زیادہ درج ہیں جو اور کسی نسخے میں بھی نہیں ملتے اسلیے اصل متن میں شامل نہیں کیے گئے ہیں ۔

نسخہ (نمبر ۹): ۔ ادارہ ادبیات اردو ، حیدرآباد میں محفوظ ہے ۔ اسپر "سنہ ۱۲۴۰ ھ یوم جمعہ" (مطابق سنہ ۱۸۲۴ ع)

تاریخ کتابت پڑی ہے ۔ چوں کہ اس کا کاتب کھڑی بولی
کے علاقے ضلع میرٹھ میں کڈھ مکٹیشر کا متوطن ہے ،
اسلیے وہ اس بولی کے تلفظ کی صحت کا التزام رکھتا ہے ۔
یہ نسخہ نہ صرف سب سے قدیم ہے بلکہ سب سے مستند
بھی کہا جاسکتا ہے ۔ اسمیں دوھرے وغیرہ مطلق نہیں
ملتے ۔ شاعر اپنے تخلص افضل کو دوجگہ استعمال کرتا
ہے ۔ آخری شعر اور اس سے پہلے شعر ہیں ۔

نسخہ (نمبر ۱۰) : ۔ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد (کتب خانہ
آصفیہ) میں محفوظ ہے ۔ اس کا نمبر ۷۰۱ متفرقات ہے ۔
نسخے کی کتابت نہایت معمولی نستعلیق ہے ۔ جابجا کرم
خوردہ ہونے کے باعث بعض اشعار نہیں پڑھے جاسکے ۔ کل
اشعار کی تعداد ۲۰۹ ہے ۔ دوھرے اور فردیات سے
پاك ہے ۔ آغاز میں بسم اللہ الرحمن کے تحت نام ''بارہ ماسی''
سرخ روشنائی میں لکھا ہوا ہے ۔ چوں کہ گجراتی زبان
میں ''بارہ ماسہ'' کو ''بارہ ماسی'' کہا جاتا ہے اسلیے
اسکا علاقہ گجرات میں لکھا جانا قرین قیاس ہے ۔ اس
نسخے میں ترقیمہ نہیں ہے ۔

نسخہ مطبوعہ (م) : ۔ اگست سنہ ۱۸۹۷ ء میں ایك کتاب
''مجموعہ تصوف'' کے نام سے نولکشور پریس کانپور سے
شائع ہوتی تھی ۔ اسکے مولف شیخ برھان تھے ۔ اس میں

تصوف سے متعلق متفرق رسالے نظم و نثر کے ھیں۔ چنانچہ ان میں سے ایك بکٹ کہانی والا بارہ ماسہ بھی ھے۔ خاتمہ پر مولف نے لکھا ھے " یہ کتاب لاجواب پسند ھے پیر و شاب لاخوف الموسوم یہ مجموعہ تصوف بحر عرفان برائے افادہ رھرو سالکان جو کہ انتخاب جمع کیا ھوا ذرہ بے مقدار خاکسار ھیچمداں خاکپائے مسلمانان و سالکان بنام شیخ برھان باشندہ حال ملازم پلٹن پانچویں علاقہ حیدر آباد کنٹنجنٹ کا ھے۔ اس خاکسار کو نہایت شوق راہ طریقت کی ھے سو نہایت محنت و مشقت سے یہ چند رسالے جمع کیے.."

یہ نسخہ نہایت غلط چھپا ھے۔ اشعار کی تعداد ۲۳۲ ھے۔ بہت سے اشعار الحاقی معلوم ھوتے ھیں۔ اس میں صرف ایك دوھرہ ھے۔

نسخہ مطبوعہ (ش) :- یہ وہ منتخب اشعار ھیں جو محمود شیرانی نے اپنے قلمی نسخے سے انتخاب کرکے "پنجاب میں اردو" میں شامل کر دیے ھیں۔ پنجاب یونیورسٹی لاھور کے شیرانی کلکشن میں راقم کی نظر سے ایك سے زائد مکمل و ناقص نسخے فروری سنہ ۱۹٦٥ ء کے سفر لاھور میں گذرے تھے۔ لیکن ان سے استفادہ نہیں کیا جا سکا۔ شیرانی کلکشن کا نسخہ (نمبر ۱٤۰۹) مکمل ھے اور "پنجاب میں اردو" میں شیرانی نے اسی نسخے کا

انتخاب دیا ھے۔ اسکیے ساتھ ''بارہ ماسہ، تصنیف کرپارام''
بھی منسلك ھے جسکی زبان برج بھاشا ھے۔ دوسرا، بیاض
ریختہ نمبر ۵۲۱ میں درج ھے۔ تیسرا نسخہ جو نہایت خراب
خط میں ھے دیگر پانچ رسالوں کے ساتھ نمبر ۲۲٤٦ ھے۔

''بکٹ کہانی'' کے متن کی تصحیح اور تعین کرتے
وقت مرتبین کو بعض لسانی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ھے جن
کا اظہار یہاں ضروری ھے۔ چوں کہ اس کے ایك سے زائد
نسخے موجود ھیں اور یہ تمام شمال تا دکن مختلف علاقوں
اور کاتبوں کے لکھے ھوئے ھیں اسلیے ایك ھی لفظ کی
مختلف بولیوں (دکنی. برج بھاشا، کھڑی، ھریانی) کے زیر
اثر مختلف شکلیں لکھی گئی ھیں۔ مثلاً نسخہ نمبر ۹ میں
(جسکا کاتب ضلع میرٹھ کا رھنے والا ھے) (مُوں) کو
(میں)، (سیں، سوں) کو (سے). (چھانڈ، چھاڈ)،
کو (چھاڑ)، (گرے) کو (گاے) وغیرہ لکھا گیا ھے۔
اسکیے برعکس دکن میں لکھے ھوئے نسخے نمبر ۷ میں
بعض تحریفات دکنی اردو کے تلفظ اور قواعد کے مطابق
کر لی گئی ھیں۔ مثلاً (ون) کی جمع کے بجائے (ان)
کی جمع بنا دی گئی ھے۔ (باتاں) بجائے (باتیں) وغیرہ۔
مختلف بولیوں کی اس آنکھ مچولی میں افضل کے صحیح
متن کا تعین خاصا پریشان کن رھا ھے۔ خاص طور پر

اسلیے کہ افضل اپنے وطن پانی پت کی ہریانی بولی سے
بہت کم متاثر نظر آتا ھے۔ لھذا بکٹ کہانی کے متن کا
تعین کرتے وقت نہ صرف اختلاف نسخ بلکہ اس عہد کی
بولیوں کے نازک اختلافات پر بھی نظر رکھی گئی ھے۔
مجموعی طور پر یہ حکم لگایا جا سکتا ھے کہ اسمائے ضمیر
اور حروف کے تنوع کے باوجود بکٹ کہانی میں جدید
اردو کے پہلے خط و خال نظر آتے ھیں۔

آخر میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا شکریہ ادا کرنا
ضروری ھے جن کی وساطت سے مرتبین کو انڈیا آفس لائبریری
کے نسخوں کی نقلیں حاصل ھوئیں۔ پروفیسر آل احمد سرور،
اور سید بدیع حسینی صاحب بھی شکریہ کے مستحق ھیں؛
جنھوں نے علی الترتیب رام پور اور سالار جنگ میوزیم
لائبریری کے نسخوں کی نقول فراھم کیں۔[1]

حیدر آباد
۲۵ اکتوبر سنہ ۱۹۶۵ء   مسعود حسین خاں

---

(۱) نسخہ جات نمبر ۱، ۲، ۳، ٤، ٥، ٦، اور (م) کی تفصیلات
ڈاکٹر نور الحسن ھاشمی کی تحریر کردہ ھیں۔

بِکَٹ کہانی

۱ سنو سکھیو ! بِکَٹ میری کہانی
بھئی ہوں عشق کے غم سوں دِوانی

۲ نہ مجھ کوں بھوک دن، نانیند راتا۱
بِرہ کے درد سوں سینہ پِراتا۲

۳ تمامی لوک۳ مجھ بوری۴ کہے ری
خرد گم کردہ، مجنوں ہو رہی ری

۴ نہیں اس درد کی دارو، کسی کَن
بھئے حیران، سبھی حکمائے ذوفن

۵ ارے جس شخص کوں، یہ دیو لاگا
سیانا۵ دیکھ اُس کوں، دور بھاگا

۶ ارے! یہ ناگ جس کے ڈنک لاوے۶
نہ پاوے گاڈرو۷، جیوڑا گنواوے

(۱) راتا : رات (۲) پِراتا : درد کرنا (۳) لوک : دنیا (۴) باوری : باؤلی (۵) سیانا : جھاڑ پھونک کرنے والا ـ عامل (۶) ڈنک لانا : ڈسنا، ("ڈس" اور "ڈنک" دونوں سنسکرت کے "دَنش" مادہ سے نکلے ہیں اور پرانی اردو میں ہم معنی ہیں) (۷) گاڈرو: سانپ کے زہر کو اتارنے کا منتر یا اتارنے والا، سپیرا ـ

۷ ارے! یہ عشق ھے یا کیا بلا ھے
کہ جس کی آگ سے، سب جگ جلا ھے

۸ کہ جس کے اندرون آتش پڑے ری
ارے دن رین سلگت وہ مرے ری

۹ وھی جانے کہ جس کے تن لگی ھے
برہ کی آگ، تن من موں[۸] دگی[۹] ھے

۱۰ بوائی[۳] کی نہیں حس شخص کوں پیر[۴]
چہ داند درد دیگر را ارے بیر[۵]!

۱۱ بھئی بوری برہ سیراگ سیتی[۶]
جرے[۷] جیورا[۸] مرا نت آگ سیتی

۱۲ کہیں گھر کے سبھی لوگ اور لُگائی[۹]
تمامی[۱۰] شرم عالم کی گنوائی

۱۳ چہ سازم، چوں کنم، کس کن[۱۱] پکاروں
جتن کیا عشق کے غم کا بچاروں[۱۲]

---

(۱) موں (مرج): میں (۲) دگی (دگدگانا): جلنا، دھکنا۔
(۳) بوائی: ایڑی کا پھٹ جانا، ایڑھی کا زخم (٤) پیر: درد۔
(٥) بیر: بھائی (٦) سیتی: سے (۷) جرے (جرنا): جلنا (۸) جیورا، (جیوڑا): جی (۹) لُگائی: عورت (۱۰) تمامی: تمام، ساری۔
(۱۱) کن (کنے): پاس (۱۲) بچاروں (بچارنا): سوچنا۔

۱٤ به جانم بے دوا آزارِ عشق است
همون داند که او بیمار عشق است

۱۵ اگر شاه است هم سر گشتهٔ اوست
و گر باشد گدا پابستهٔ اوست

۱٦ کسے را می کند رسوائے بازار
کسے را می نماید بر سر دار

۱۷ غلامے را کند شاهِ جوان بخت
شهے را می نماید بنده بر تخت

۱۸ به مسجد، کعبهٔ وادیار ۱، عشق است
به دار و کوچه و بازار عشق است

۱۹ به عالم هر چه بینی کارِ عشق است
کنون قالو بلیٰ آثار عشق است

۲۰ زلیخا را نمود از خانه بیرون
نموده قیس را، دیوانه، مجنون

۲۱ چنین، چندین کسان در قیدِ او یند
هزاران شیر، شرزه صیدِ او یند

۲۲ مرا از خانمان آواره او ساخت
فقیر و مفلس و بے چاره او ساخت

۲۳ نمود از آشنا بیگانه مارا
چو مجنون کرد در ویرانه مارا

---

(۱) ادیار : جمع دیر ـ

۲٤ شکیب و صبر از جانم ربوده
در خواری بروے من کشیده

۲۵ کہے دیوانہ کہ هشیار سازد
کہے از زندگی بیزار سازد

۲٦ نہ دے یك دم مجھے دن رین میں چین
اندھیرے ہو چلے روت مرے نین

۲۷ پڑا جب عشق کا شہ مجھ اپر دھائے۱
گریزاں گشت ٹھاکر ۲ عقل کا ھائے!

۲۸ جنوں در ملك جان جھنڈا گڑایا
سمجھ اور بوجھ کا تھانا۳ اٹھایا

۲۹ بہ تخت دل چو شہ مذکور آیا
شگن کو آہ کا دھونسا٤ بجایا

۳۰ خرد کے گھر میں جا دُھمس مچائی٥
متاع صبرو تسکین سب لٹائی

---

(۱) دھائے (دھانا) : حملہ آور ہونا (۲) ٹھاکر : سائیں ، مالك ۔
(۳) تھانا : چوکی ، پہرہ (٤) دھونسا : نقارہ ، ڈنکا (٥) دُھمس مچانا :
کوٹنا ، ٹھونکنا ، هنگامہ کرنا ۔ (محمود شیرانی نے اس لفظ کو
'' دھومش '' پڑھا ھے اور پھر اسکی تشریح یہ کی ھے '' لفظ
دھوم ہندی ھے اس پر باقاعدہ فارسی شین اضافہ کرکے حاصل
بالمصدر دھومش بنا لیا ھے '') ؟؟

۳۱ هزاراں درد و غم کی آگ لا کر[۳]
تمامی ٹھاٹ عشرت کا جلا کر

۳۲ کیا مجھ دستگیر آں شاہ بیداد
چہ سازم، چوں کنم، فریاد! فریاد!!

۳۳ پیالہ عشق کی مے کا پلایا
کیا بے خود مجھے، مجھ سوں بھلایا

۳٤ بہ زنجیرِ دو زلف ماہ رخسار
نمودہ دست و پایم را گرفتار

۳۵ بہ طوق حلقہ ہائے گوش دلدار
نمودہ گردنِ مارا گراں بار

۳٦ زمژگاں تیر وار ابرو کماں دار
دو نرگس مست چشم شوخ عیار

۳۷ نگہبانم نمودہ، وائے، صد وائے!
زظلم آں دو ظالم ہائے، صدہائے!

۳۸ کیا محبوس در زندانِ ہجراں
لگا تب آن کر درد و غم جاں

۳۹ پیالہ بے قراری کا دیا سنگ
حسب رفت و نسب، ہم نام و ہم ننگ

---

(۳) آگ لانا: آگ لگانا.

زار

بهیکِ دیدار

دائی

بهیک بائی

اهم

وصل راهم

سازم

یش و سازم

عیار

، کشتیم بسیار

سازد

یوانه سازد

تام

’مولوی جام“ ۲

۴۷ ”بیا اے عشق پر افسوں و نیرنگ

که باشد کارِ تو کبهه صلح کبهه جنگ

۴۸ کبهے فرزانه را دیوانه سازی

کبهے دیوانه را فرزانه سازی

---

(۱) سون : قسم (۲) حضرت جامی .

۴۹ چو تُو زلف پری رویاں نہی بند
بہ زنجیرِ جنوں افتد خردمند

۵۰ اگر زاں زلف بندے بر کشائی
چراغِ عقل یا بد روشنائی"

۵۱ پیانے کر۱ پکڑ حب کر۲ لگائی
تمامی۳ آگ تن من کی بجھائی

۵۲ چو شد مدت پیا کے ساتھ رہتے
سخن بایك دگر کہتے و سنتے

۵۳ جو حیاہ عشق نے دے کر اٹھایا
فلك دشمن مرے پیچھے لگایا

۵۴ مرا سکھ دیکھ اس کوں حسرت آئی
نہادہ بر دلم داغ جدائی

۵۵ بکٹ قصہ، نپٹ۴ مشکل کہانی
دِوانی کی سنو سکھیو! کہانی

۵۶ ملن پاچھے بچھڑنا یو کٹھن ھے
کہو اب زندگی کا کیا جتن ھے

۵۷ چہ می سازم کہ پھر دلدار پاؤں
بہ خلوت گاہِ جاناں بار پاؤں

---

(۱) کر: ھاتھ (۲) گر (گل): گلا (۳) تمامی: تمام، ساری۔
(٤) نپٹ: بہت، بے حد۔

در بیان ماہ اول : ساون

۵۸ رسیدہ بر سرم ہنگام برسات
سجن پردیس ہیں ہیہات! ہیہات !!

۵۹ چڑھا ساون، بجا مارو نقارا
سجن بن کون ہے، ساتھی ہمارا

۶۰ گھٹا کاری[۱] چہاروں اور[۲] چھائی
برہ کی فوج نے کینی[۳] چڑھائی

۶۱ پپیہا پیو پیو نس[۴] دن پکارے
پکارے دادر[۵] و جھینگر جھنگارے

۶۲ ارے جب کوک کویل نے سنائی
تمامی تن بدن میں آگ لائی

۶۳ اندھیری رات جگنو جگمگاتا
اری جلتی کے اوپر پھوس لاتا

۶۴ سنی جب مور کی آواز بن سوں
شکیب از دل گیا، آرام تن سوں

۶۵ بھرے جل تھل، ہیا سر سبز عالم
رہا حل، وصل کا، سوکھا نہالم

---

(۱) کاری : کالی (۲) چہاروں اور : چاروں طرف (۳) کینی : کی (۴) نس : رات (۵) دادر : مینڈک ۔

۶۶ ھنڈولے چڑھ رھیں سب نار پیو سنگ
حسد کی آگ نے جارا[1] مرا انگ

۶۷ چلا ساون مگر ساجن نہ آئے
اری کن دُتیوں[2] نے ٹونے چلائے[3]

در بیان ماہ دوم: بھادوں

۶۸ سکھی! بھادوں نپٹ تپتی پڑے ری
تمامی تن بدن میرا جرے ری

۶۹ سیہ بادر[4] چہاروں اُور چھائے
لیا مجھ گھیر، پیو اجھوں[5] نہ آئے

۷۰ جھڑی پڑنے لگی اور رعد گرجا
تمامی تن بدن جیو جان، لرجا[6]

۷۱ اکیلی دیکھ، نس کاری ڈراوے
تمامی رین دن، برھا ستاوے

۷۲ گھٹا کاری کے اندر بیج[7] چمکے
ڈرے جیوڑا کڑک سن دیھ[8] دھمکے[9]

---

(۱) جارا (جرانا): جلانا (۲) دُتی: لگانے بجھانے والی، خراب عورت (۳) ٹونا چلانا: سحر کرنا (٤) بادر: بادل (۵) اجھوں (اجھوں): ابھی تک (۶) لرجا (لرزا): لرزنا (۷) بیج: بجلی۔ (۸) دیھ: جسم (۹) دھمکنا: دھلنا۔

۷۳ پیا بن سیجری۱ ناگن بھئی رے
ھنس کھہان کی سگری۲ سدھ گئی رے
۷۴ سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت ھیں
ھمن سی با پیاں ات دکھ بھرت ھیں
۷۵ پیا پردیس جا ھم کوں بسارا
نہ جانوں کیا گنہ دیکھا ھمارا
۷۶ گھٹا غم کی اُمڈ چھاتی سوں آئی
اری دو نین نے برکھا لگائی
۷۷ اری نس دن بٹاؤ۳ پوچھ ھاری
خبر پیو کی نہ پائی، ھائے ماری
۷۸ جری پوتھی، بمن۴ سب مر گئے ری
پیا کت۵ کاگ۶، اُودھو۷ کت رھے ری
۷۹ خدا را، اے صبا بیں حال میرا
پیا کوں کہہ، کرے ٹک آئے پھیرا

(۱) سیجری : سیج (۲) سگری : ساری (۳) بٹاؤ : راہ گیر، مسافر (٤) بمن : برھمن، جو پوتھی دیکھ کر قسمت کا حال بتاتا ھے (٥) کت : کہاں (٦) کاگ : کوّا، جسکے بولنے سے کسی آنے والے کی خبر ملتی ھے۔ اور جو پیامی کا کام بھی دیتا ھے (۷) اُودھو (س : اُدّھو) : کرشن کا ایك سکھا (ساتھی)، جسے پیامی بنا کر کرشن نے گوپیوں کے پاس بھیجا تھا . قاصد۔

۸۰ کہو پیو کی خبر پوچھوں کیسے جائے
لکھوں پتیاں۱ کیسے دیوں ، ھائے رے ھائے!

۸۱ کوئی ایسا نہیں اس جا کہے ری
کہ میرا حال آ دیکھے رھے ری

۸۲ دھل رحلت کا بھادوں نے بجایا
اجھوں لگ سانورا پردیس چھایا۲

دربیان ماہ سوم : کنوار

۸۳ سنو سکھیو! کہ رت آسوج۳ آئی
پیارے کی خبر اب لگ۴ نہ پائی

۸۴ کہو کیسے جیویں پیو باج۵ ناری
جنھیں رووت گئی ھے عمر ساری

۸۵ لکھوں پتیاں ارے اے کاگ! لے جا
سلونے ، سانورے ، سندر پیاپا۶

۸۶ کلیجہ کاڑ۷ کر تجھ کوں کھلاؤں
ترے دو پنکھ پر بلہار جاؤں

---

(۱) پتیاں (پتر) : خط (۲) چھایا (چھانا) : بس جانا، تاخیر کرنا ، رکنا (۳) آسوج : آشون (کنوار) کا مہینہ (۴) لگ : تک (۵) باج : بغیر (٦) پا : تک ، کو (۷) کاڑ (کاڑنا) : نکالنا ۔

۸۷ سندیسہ پیو کا مجھ کوں سناؤ
پیا کا مکھ بچن مجھ کوں لے آؤ
۸۸ کناگت ۱ نیورتی ۲ جب پی جماوے ۳
مہر کرکے تجھے دیکھے بلاوے
۸۹ سلام از طرف این غم خوار کیجو
بگن ۴ کوں پرس ۵ . پاتی ۶ هات دیجو
۹۰ ارے یہ کاگ پاپی ٹک نہ مانے
مرم ۷ دل درد مندوں کا نہ جانے
۹۱ همارے کنتھ ۸ کے جو دیس جاوے
کناگت ، نیورتی هر دو جو آوے
۹۲ سکھی گر کام جو ، باشم چہ باشم
بخدمت آمد خو باشم چہ باشم
۹۳ کناگت ، نیورتی هر دو گئے ری
نہ آیا کنت ، اس گھر رم ۹ رہے ری

(۱) کناگت : آشون (کنوار) مہینے کا اندھیرا پاکھ جو بعض مذهبی رسومات اور ضیافتوں کے لیے مبارک خیال کیا جاتا ھے (۲) نیورتی (س : نو راتر) : آشون کی پہلی نو راتیں ، جس میں درگا کی پوجا هوتی ھے (۳) جماوے (جمانا) : کھانا کھلانا (۴) بگن (برج) : پاؤں (۵) پرس (س : اسپرش) : چھونا (۶) پاتی (پتر): خط (۷) مرم: بھید، رمز (۸) کنتھ (کنت) : پیارا ، محبوب (۹) رم رهنا (رمنا) : بس جانا ، بیٹھ جانا ـ

۹٤ دسہرہ پوجتی لھر گھر سکھی رہے
کرم میرے نہ جانو کیا لکھی رے

۹۵ ارے سبزک ۱ ، پیا کے باغ جا کر
اپن کہ بے وفا سیں لَکا ۲ کر

۹٦ کہو ، اے سنگ دل ، تب منہ دکھاؤں
تو رے مکھ سیں اگر یک قول پاؤں

۹۷ کہ گھر جا برھنی کو گھر ، لگاؤ
پکڑ بَھیاں ۳ پلنگ اوپر سلاؤ

۹۸ کہ تیرے ہجر سوں دین رین روتی
سہ غم سب حو بنا تجھ باج کھوتی

۹۹ بہ اغیار اے صنم! تو سکھ کرت ھے
تمن بن برھنی ، نت دکھ بھرت ھے

۱۰۰ دیا پردیس میں تیں ٤ غیر کوں راج
بُھلایا گھر ، نہیں تجھ نین موں ۵ لاج

۱۰۱ تجھے اے سنگ دل! کیسے پڑی چین
گئے ھیں تجھ بنا رووت مرے نین

۱۰۲ ارے ظالم! نہ داری خوف رب کا
قیامت نزد ھے کر فکر تب کا

---

(۱) سبزک : نیل کنٹھ جسکا دیکھنا نیک شگون سمجھا جاتا اور جسے پیای بھی سمجھتے ھیں (۲) لکانا : چھپانا (۳) بھیاں : بانہیں (٤) تیں : تو (۵) موں : میں ـ

۱۰۳ ڈرا کر از درون درد مندان
که می سوزد ز آتش سنگ سندان ۱

۱۰۴ سکھی اس سوچ غم میں عمر جاتی
سبھوں سے غم پیارے کا سناتی

۱۰۵ که شاید جا کہے کوئی سجن کوں
منے پھر آن کر دیکھے ہمن کوں

۱۰۶ سکھی! آسوج رت جاتی رہی رے
سجن بن، برہنی جلتی رہی رے

در بیان ماه چہارم : کاتک

۱۰۷ گیا آسوج کاتک ماس ۲ آیا
سلونے شیام کوں پردیس بھایا

۱۰۸ گئی برسات رت، نکھرا فلک سب
نمی دانم که ساجن گھر پھریں کب

۱۰۹ بھئی مجھے سیج، بن پیو ناگنی رے
ستاوے دوسرے، رت چاندنی رے

۱۱۰ بھئی چاندن ۳ پیا سنگ ناریوں کوں
بھئی بپتا ہمن سی خواریوں کوں

(۱) سنگ سندان : سخت پتھر (۲) مانس (ماس) : مہینہ (۳) چاندن : چاندنی ۔

۱۱۱ دِواری ۱ جاوے ھے گھر گھر و بازار
بھیا گلزار، راکھیے دیوری ۲ بار ۳

۱۱۲ کنارے لگ رھی پیو بن اکیلی
بنی ھے زندگی مجھ پر ڈھیلی ٤

۱۱۳ سکھی! یہ درد و غم کا ٥ سوں کہوں جائے
نہ نکست ٦ جیو، مروں بس کہائے رہے ھائے!

۱۱٤ اری اس درد سوں پہلی بھئی رے
تمامی دیہہ برھا نے دھی ۷ رے

۱۱٥ بھئی بوری، گئی سُدھ بُدھ نہیں چین
ھوئے اندھے مرے رووت دؤو ۸ نین

۱۱٦ پیا بن ایکلی ۹ کیسے رھوں ری
ستم اوپر ستم کیسے سہوں ری

۱۱۷ ارے اے جوشیو ۱۰ ! تم سانچ بولو
ملے مو ۱۱ سوں بدیسی شیام کئولو ۱۲

---

(۱) داوری: دوالی (۲) دیوری (دیولی): دیا، چھوٹا چراغ۔ (۳) بار (ف): دروازہ (٤) ڈھیلی: مشکل (٥) کا: کس۔ (٦) نکست (نکسنا): نکلنا (۷) دھی (دھنا): جلانا، پھونک دینا (۸) دؤو (برج بھاشا): دونوں (۹) ایکلی: اکیلی (۱۰) جوشی: جوتشی (۱۱) مُوسوں: مجھ سے (۱۲) کئولو: کب تک۔

۱۱۸ برھمن پوچھ ھماری کچھ نہ پایا
اری میں پوچھ دونا دکھ بڑھایا
۱۱۹ بھی چپکی نہ پوچھوں اب کسی کون
نہیں دستا[1] کوئی مجھ غم رسی کون
۱۲۰ کہا[2] کریئے کہو، کت جائے رھئیے
لکھا اپنے ارم[3] کا پائے رھئیے
۱۲۱ نجانوں پیو جدا کب لگ رھے گا
نکس[4] جیو کب تلك یہ دکھ سہے گا
۱۲۲ چلی کاتك کی رت کیا کیجئے ری
سلونے بن نہیں اب جیو رھے ری

در بیان ماہ پنجم: اگہن

۱۲۳ سکھی[1] اگہن سیہ رو مانس آیا
سجن آئے نہ کاگد[5] لکھ پٹھایا[6]
۱۲۴ بھیا موسم خنك، سردی بھی رے
اجھوں لگ غم اگن تن موں رھی رے
۱۲۵ پھروں بیاکل[7] ندارم چین یك دم
اٹھوں، بیٹھوں، چڑھوں بربام، ھردم

(۱) دستا (دسنا): دکھائی دینا (۲) کہا (برج): کیا (۳) کرم: نصیبہ، قسمت (٤) نکس (نکسنا): نکلنا (٥) کاگد: کاغذ۔
(٦) پٹھانا: بھیجنا (۷) بیاکل (ویاکل): بے چین، بے کل۔

۱۲۶ براهش منتظر باشم شب و روز
بہر کس گویم این افسانه دل سوز

۱۲۷ پیا کی باٹ نس دن دیکھ هاری
گئیں انکھیاں مری در انتظاری

۱۲۸ عنان دل زدستم چھٹ گئی رے
تمامی هوش و عقلم لٹ گئی رے

۱۲۹ نصیحت کب تلک مجھ کو کرو ری
مرے پیچھے اناحق[1] مت پڑو ری

۱۳۰ اری مجھ چھانڈ[2] اپنے کام لاگو
دوانی جان، مجھ سیں دور بھاگو

۱۳۱ نه میں تُمری[3]، نه تم میری کہاؤ
اری سکھ اپنے کوں، تم آگ لاؤ

۱۳۲ نصیحت کر مجھے کاهے جلاؤ
کرو کچھ فکر پیارے سوں ملاؤ

۱۳۳ وِالّا در دلم یوں آوتا هے
یہی سب عاشقوں کو بھاوتا هے

---

(۱) اناحق: ناحق (اسمیں هندی کا "آ" نفی زائد لگا دیا گیا هے۔
(۲) چھانڈ (چھانڈنا): چھوڑنا (۳) تمری: تمہاری (۴) کہاؤ
(کہانا): کہلانا۔

۱۳٤ کروں کنٹھا ۱ اری! سب چیر ۲ پھاڑوں
تمامی بھیس جوگن کا سنواروں

۱۳ دھونی ڈاروں ۳ پیا کے دیس جا کر
هزاراں ناد سالے کے بجا کر

۱۳٦ الکھ ٤ جا دل ربا کا در جگاؤں
پیا کے درس ٥ کی تب بھیك پاؤں

۱۳۷ مجھے امید تھی پیو کے ملن کی
نہیں اب آس جیوڑا کے رهن کی

۱۳۸ اگھن دکھ دے چلا اب کیا کروں ری
پیا بن تڑپھی ٦ هی اب رهوں ری

۱۳۹ سکھی! یہ مانس تو الك ۷ ماس بیتا
مدیسی شیام نے پھیرا نہ کیتا ۸

در بیان ماه ششم: پوس

۱٤۰ اگھن دکھ دے گیا اب پوس آیا
پیا کی چاہ نے غلبہ اٹھایا ۹

(۱) کنٹھا کرنا: گلے میں مالا پہننا (جوگی بننے کے لیے)۔
(۲) چیر: کپڑا، لباس، دوپٹہ (۳) دھونی ڈارنا: دھونی رمانا۔
(۳) الکھ: چھپ کر (٤) در جگانا: نگہبانی کرنا (٥) درس: درشن، دیدار (٦) تڑپھی: تڑپتی (۷) لك: لاکھ (۸) کیتا: کیا۔
(۹) غلبہ اٹھانا: شورش کرنا۔

۱۴۱ پڑے پالا کرے تھر تھر مری دیہہ
سکھی! کسی بد گھڑی لاگا مرا نیہ[1]

۱۴۲ کریں عشرت پیا سنگ ناریاں سب
میں ہی کاپوں اکیلی، ہائے یارب!

۱۴۳ بھیا تن کوئیلا جل حل پیا بن
بھیا یہ مانس مجھ پر سال نس دن

۱۴۴ نہیں اس مانس موں مجھ جیو کی آس
کہو! پیو کوں پکاروں جائے کس پاس

۱۴۵ سکھی! کچھ نہیں پیا بن زندگی رے
کہے کوی جائے پیا سوں بندگی[2] رے

۱۴۶ نہ دیکھا ٹک ھمن مکھڑا سجن کا
پڑا سانسا[3] مجھے جیو کے رھن کا

۱۴۷ برہ نے آئے چاروں اُور گھیری
مجھے کاھے جنی تھی مائے[4] میری

۱۴۸ کیا غم نے بجانم آئے ڈیرا
کتھا میری کہو پیو سوں سویرا[5]

۱۴۹ وگرنہ جان زتن چلتا رھے گا
اگن غم موں جگر جلتا رھے گا

---

(۱) نیہ (س: سنیہ): محبت (۲) بندگی کہنا: سلام عرض کرنا۔
(۳) سانسا: ڈر، خوف (۴) مائے: ماں (۵) سویرا: جلد۔

۱۵۰ اجی مُلّاں ۱! مرا ٹک حال دیکھو
پیارے کے ملن کی فال دیکھو

۱۵۱ لکھو تعویذ پی آوے ھمارا
و گر نہ جائے ھے جیوڑا بچارا

۱۵۲ تمھارا مجھ اپر احسان ھو گا
گویا مردے کے تئیں جیودان ھو گا

۱۵۳ ارے سیانو! تمھیں ٹونا کرو رے
پیا کے وصل کی دعوت پڑھو ۲ رے

۱۵۴ سکھی! میں بوجھ دیکھی سب سیانے
بھئے اس فکر سوں مجنون، دوانے

۱۵۵ ارے لوگو! میں کانورو ۳ دیس جاؤں
سلونے شیام کو ٹونا چلاؤں

۱۵۶ کوئی امید میری بر نہ لایا
دیا مجھ کوں سبھوں نے دکھ سوایا

۱۵۷ کہے گا سو کروں گی آؤ رے، ھائے
مکھ اپنا ٹک ھمیں دکھلاؤ رے، ھائے!

(۱) ملاں: ملا (انثی) (۲) دعوت پڑھنا: بلانے کے لیے وظیفہ پڑھنا، دعا کرنا (۳) کانورو دیس (س: کام روپ): نام ھے مغربی آسام کا جہاں کا جادو مشہور ھے۔

۱۹۲ تم اپنے لال۱ سوں سب سکھ کرت ہو
ھمن کے کام میں دھیرج دھرت۲ ہو

۱۹۳ سکھی! دھن بھاگ۳ ہیں دھن بھاگ تہارے۴
سدا تم پاس ہیں ساجن تمہارے

۱۹٤ اری ہم کوں نہیں کچھ فکر میرا
مجھے چھانڈو کرت ہو کیوں بکھیڑا

۱۹٥ جہاں ساجن بسے اس دیس جاؤں
ارے یہ آگ تن من کی بجھاؤں

۱۹٦ اگر غم ہے تمہیں میری اگن کا
کرو کچھ فکر پیارے کے ملن کا

۱۹۷ سکھی! پھٹ۵ ہے پیا بن زندگی رے
کہے کوئی جا پیا سوں بندگی رے

۱۹۸ نہ دیکھا ما کہ میں مکھڑا سجن کا
ہوا بھاگن مگر رٹ ہے ملن کا

۱۹۹ کیا جب ما کہ دکھ دونا بھیا ری
سجن بن دیس مجھ سونا بھیا ری

---

(۱) لال : پیارا (۲) دھیرج دھرنا : ہمت رکھنا (۳) دھن بھاگ (دھنیہ بھاگ) : خوش قسمت (٤) تہارے : تمہارے (٥) پھٹ : پھٹکار ، لعنت ۔

در بیان ماہ ہشتم : پھاگن

۲۰۰ گیا جب ماگھ پھاگن مانس آیا
سکھی ! مجھے پیا اس رت نہ آیا

۲۰۱ جو آیا ماہ پھاگن کیا کروں ری
سجن پردیس، میں نت دکھ بھروں ری

۲۰۲ ارے اُدھو سنو یہ دکھ ہمن سوں
کہو ٹک جائے پردیسی سجن سوں

۲۰۳ کہے برہن کہ پھاگن مانس آیا
سبھوں نے روپ رنگا رنگ بنایا

۲۰۴ چلیں بن ٹھن سبھی اپنے مَندر[۱] سوں
کہ کھیلیں پھاگ جا اپنے سُندر[۲] سوں

۲۰۵ معصفر[۳] چونریاں سب پہر[۴] آئیں
سبھوں نے کھوڑ[۵] سوں مانگاں بھرائیں

۲۰۶ بہ چشم سیاہ، سرمہ سیاہ ڈاریں[۶]
تبسم کر لب و دندان اُگھاریں[۷]

---

(۱) مندر : مکان، محل (۲) سندر : پیارا (۳) معصفر (ع) : زعفرانی (۴) پہر (پہرنا) : پہننا (۵) کھوڑ : مانگ کا چندن۔ (۶) ڈاریں (ڈارنا) : ڈالنا، لگانا (۷) اگھاریں (اُگھارنا) : نمایاں کرنا، دکھانا۔

۲۰۷ بہ دنداں ہر یکے مسّی جمائی
کہوں کیا کچھ نہیں ہوتی بڑائی

۲۰۸ مژہ چوں تیر، ابرو چوں کماں کج
ستادہ ہر یکے با شان و با سج

۲۰۹ عجائب بن رہے مکھ پر سیہ خال
گرے بندھی پڑھی، دربائے خلخال

۲۱۰ نگہباں گنج خوبی کی دو ناگن
لٹکتی مکھ اپر مُرکائیں ۱ ساجن

۲۱۱ اگر وہ ٹک کسی کے ڈنک لاوے
لہر۲ اس کی قیامت لگ نہ جاوے

۲۱۲ اگر زاہد رود در کوئے ایشاں
نماید یک نگاہے سوئے ایشاں

۲۱۳ سنے ہر طرف سوں بچھوؤں کی جھنکار
دیکھے ابرن برن۳ اور سات سنگار۴

۲۱۴ رود ہوشش زسر، ہو مست سرشار
توڑے تسبیح رکھے بر کتف زنار

---

(۱) مُرکائیں (مرکانا) : بل کھانا . یا دینا (۲) لہر : اثرِ زہر کا دور۔
(۳) ابرن برن : زیور و ملبوس (۴) سات سنگار : مکمل آرائش
(سرمہ، مہندی، پان، مسی، چوٹی، زیور، افشاں یا چوڑیاں)
سولہ سنگار بھی ہوتے ہیں۔

۲۱۵ سلونی، سانوری اور سبزا گوری
سبھی کھیلیں پیا اپنے سیں هوری

۲۱۶ بھرے رنگوں کے مٹکے ساتھ سب کے
اچھی پچکاریاں هیں هاتھ سب کے

۲۱۷ کلالی اندر بھٹیں هیں لال ساری
بجاویں دف پیا نے نال۲ ساری

۲۱۸ کہوں۳ ڈهولك، کہوں مردنگ باجے
کہوں سر منڈلا٤ اور طنبور گاجے

۲۱۹ بھریں چنگل عبیروں کے اڑاویں
کریں خوشحالیاں٥ چھیڑیں، چھڑاویں

۲۲۰ اپس میں دوهرے، غزلیں سناویں
عجائب هوریاں٦، گاویں، گنواویں

۲۲۱ پڑی هے دهوم کہتے میں نه آوے
حسد کی آگ، تن میرا جراوے

۲۲۲ دهمالاں٧ کرتیاں گھر گھر پھرت هیں
پیا سنگ ناریاں سب سکھ کرت هیں

---

(۱) سبز: سانولا، سیاه (۲) نال (پنجابی): ساتھ (۳) کہوں: کہیں (٤) سر منڈلا (سر منڈل): ڈهول، طبله (٥) خوشحالیاں کرنا: خوش فعلیاں کرنا (٦) هوریاں (هوری): هولی کے گیت (٧) دهمالاں (دهمال): دهما چوکڑی، اودهم۔

۲۲۳ ولے میں ہو رہی مرجھائی تم بِن
هزاراں برس بیتے مجھ اُپر چھِن

۲۲٤ نہیں تم کوں ارے کچھ غم ھمارا
کہ مطلق یاد میں ہم کوں بِسارا۲

۲۲٥ نمی دانم چہ شد از من خطائے
کہ اب تک تم پیا گھر کوں نہ آئے

۲۲٦ اگر باشد خطایم بخش دیجو
خبر میری سویرے آئے لیجو

۲۲۷ وگرنہ جان زتن باھر پڑے گا
عبث توں آئے کے پھر کیا کرے گا

۲۲۸ خدا کو مان زودی زود۳ آؤ
کرم کر کر گرے سوں گر٤ لگاؤ

۲۲۹ ارے ظالم! ترے پیاں٥ پڑوں رے
دل وجاں تجھ اُپر قرباں کروں رے

۲۳۰ تری باندی کی باندی ہو رہوں گی
جو کچھ مجھ کوں کہے گا سو کروں گی

---

(۱) چھن: لمحہ، پل (۲) بسارا (بسارنا): بھولنا (۳) زودی زود بہت جلد (٤) گرے سوں گر: گلے سے گلا (٥) پیاں (برج) پاؤں۔

۲۳۱ کہے گا سو کروں گی آؤ رے ھائے!
مکھ اپنا ٹک مجھے دکھلاؤ رے ھائے!

۲۳۲ پیا تجھ بن نمانی[1] ھو رھی ھوں
نمانی کیا، دوانی ھو رھی ھوں

۲۳۳ ارے گھر آ جان میری بجھاؤ
کتھا میری سنو، اپنی سناؤ

۲۳۴ ارے اُودھو! کہاں لگ دکھ کہوں رے
ایسے مورکھ سیتی کاں لگ بکوں رے

۲۳۵ کہ بے حال ھو رھی ھے جا جبر لے
مت اپنے سر نمانی کا صَبَر لے

۲۳۶ سکھی، اُودھو کو سگرا[2] دکھ سنایا
نپٹ سمجھانے کر دکھڑا جتایا

۲۳۷ نہ مانے وہ لہو کیا جتن کیجے
ارے اپنے کرم کو دوس دیجے

۲۳۸ نقل مشہور ھے جب بخت پھوٹے
ھئے سب خویش واخواں[3]، میت[4] کھوٹے

۲۳۹ نہیں اس جگ میں کوئی میت میرا
کہ میرا دکھ کہے پیو سوں سویرا

---

(۱) نمانی: مسکین، بے کس، شرمگیں (۲) سگرا: سارا (۳) خویش واخواں: اپنے، سگے (۴) میت (متر) دوست۔

۲٤۰ زنار مجر سب دیہی برے[۱] ری
نہ آئے کنتھ، گھر ہوری جرے ری

۲٤۱ چلا پھاگن مجھے دکھ دیا گیا ری
سجن کا دیکھنا مشکل بھیا ری

در بیان ماہ نہم : چیت

۲٤۲ سکھی ری، چیت رت آئی سو آئی
اجھوں امید میری بر نہ آئی

۲٤۳ بہ عالم پھولیاں پھلواریاں سب
کریں سیران پیا سنگ ناریاں سب

۲٤٤ رہے ہیں پھول پھولوں کے گلے لاگ
مرے سینے جدائی کا لگا داگ[۲]

۲٤۵ نہایت درد، دکھ ہم نے سہے ری
غم ہجران مجھے ہر دم رہے ری

۲٤٦ سکھی! یہ رت مجھے ناگن ڈست ہے
پھرون بوری تمامی جگ ہنست ہے

۲٤۷ مرے گل[۳] میں پڑی ہے بیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوک ہانسی

---

(۱) برے (برنا): جلنا (۲) داگ: داغ (۳) گل (گر): گلا۔

۲٤۸ اری میں عشق سوں ڈرتی پھروں ری
نصیحت نیں اپنے کوں کروں ری

۲٤۹ کہ پنچھی سوں لگن ھرگز نہ کیجے
اری دل دے ھزاراں غم نہ لیجے

۲۵۰ جنھوں نے دل مسافر سوں لگایا
انھوں نے سب جنم رووت گنوایا

۲۵۱ اری یہ نین برجینارا[1] ھیں ری
مجھے سنگ اپے پرائے بس کریں ری

۲۵۲ اگر میں جانتی یہ بے وفائی
خدا کی سوں نہ کرتی آشنائی

۲۵۳ پیا دل سنگ اپے چلتے رھے ری
دیا باتی سدا جلتے رھے ری

۲۵٤ اری اس لاگ نے رسوا کیا ری
پیا کے عشق میں یہ جیو دیا ری

۲۵۵ یہ بیں حالم صبا پھر خدا ری
پیا کوں جا منا باتیں ھماری

۲۵٦ کہ تجھ کوں لاج جگ کی کچھ نہ آئی
کری تم نے ھمن سوں بے وفائی

---

(۱) برجینار (برجنھار): دغا باز ، بے وفا ۔

۲۵۷ اری انجان مین کھائی دگا۱ ری
که تجھ سیں سنگدل کون دل دیا ری

۲۵۸ مجن اب گھر کیٹے کی لاج کر رے
مروں ہوں در غمت ٹك آؤ گھر رے

۲۵۹ اری بل بدھ۲ تن موں۳ نا رھی رے
تمامی دیہہ خاکستر بھئی رے

۲۶۰ مرے جیو کا بھروسا دم نہ کیجو
شتابی آئے کر دیدار دیجو

۲۶۱ اری یہ چیت رت چلنی رھی ری
تمن بن برھنی جلتی رھی ری

۲۶۲ ارے بھادوں کہاں ساون کہاں رے
ملو ٹك آئے کر فانی جہاں رے

در بیان ماہ دہم: بساکھ

۲۶۳ سنو سکھیو! که اب بیسا کھ آیا
کویل نے ابنہ پر چڑھ شور لایا۴

۲۶۴ سنی آواز کویل اور بپیہا
رہے دن رین کیوں کر میرا جیّا۵

(۱) دگا: دغا (۲) بل بدھ: طاقت (۳) موں (برج): میں (٤) شور لانا: شور مچانا (٥) جیا: جی، مشدد تلفظ۔

۲۶۵ ارے سر پاؤں لگ میں ہوں اکیلی
ہجر کی آگ ہے مجھ پر دوھیلی ۱

۲۶۶ ہمارے پیو! جہوں گھر نا پھرے ری
اری کن دوتیوں نے بس کرے ری

۲۶۷ اری اس مانس سب عشرت کرت ہیں
ہمن سی پاپنی نت دکھ بھرت ہیں

۲۶۸ بھیا آنند سکھ در جملہ عالم
پیا بن بر خدا معلوم عالم

۲۶۹ مرا سکھڑا ۲ پیا کے سنگ گیا ری
تم بے خواب و خور میرا ہیا ری

۲۷۰ سکھی میں رین دن کیسے بھروں ری
نہیں کچھ وکر، میں بس کہا مروں ری

۲۷۱ کہے کوئی جا کنہا میرے سجن سوں
ملے آکر چھٹے جانم جلن سوں

دربیان ماہ یازدہم: جیٹھ

۲۷۲ لگا یہ جیٹھ اب دھوپاں ۳ پڑس ری
ہمن حیران و سرگرداں پھریں ری

---

(۱) دوھیلا: مشکل (۲) سکھڑا (سکھ + ڑا): سکھ (۳) دھوپاں: دھوپ، (اں) کی جمع افضل نے قلت کے ساتھ استعمال کی ہے۔

۲۷۳ همن اك آگ غم كی میں جلت هیں
علاوه دوسرے لووان چلت هیں

۲۷٤ بسایا تخت اوپر ناریاں ری
پیا کے نال بیٹھیں ساریاں ری

۲۷۵ علاوه دوسرے چھڑکاؤ کیجے
فراشی باد کش سوں باوا لیجے

۲۷٦ جنھوں کے هیں سکھی! اس رت پیا گھر
انھوں کو سرد خانہ هے میسر

۲۷۷ همارے پاؤں ننگے، دھوپ سر پر
پھروں هوں دوڑتی پیو کاج گھر گھر

۲۷۸ دوپہری ٹھیك موں کیا دکھ بھرت هوں
پیا کی جستجو، بن بن کرت هوں

۲۷۹ بھبھولے سر اُپر، چھالے پگن میں
بہے لوھو چلے سارے بدن میں

۲۸۰ اٹھن بیٹھن کی طاقت نا رهے ری
نه جانوں جان کب لگ یه سہے ری

۲۸۱ اری اے مرگ! تیری لیوں بلّیاں۲
بر جاں ار تم بھر گُسیّاں۳

(۱) باؤ : هوا (۲) بلیّاں : بلائیں (۳) گُسیّاں (گسائیں) : مالك آقا، خدا ـ

۲۸۲ سکھی ری! کو(۱) کہے جا دلربا سوں
ستم کر، پر جفا و بے وفا سوں

۲۸۳ کہ گیارہ ماس میں رووت گنوائے
ارے ظالم کہو تم کیوں نہ آئے

۲۸۴ ترے غم نے نپٹ مجکوں دھا رے
نکستا ا جیو لبوں پر آ رھا ھے

۲۸۵ جو اپنی عاقبت کی خیر چاھو
رخ جاں بخش کوں اپنے دکھاؤں

۲۸۶ والّا اختیار تست، تودن
بگیرم دامنت را پیش یزداں

۲۸۷ گیا جب جیٹھ تو میں کیا اروں ری
پیا کے درد سے بس کہا مروں ری

در بیان ماہ دوازدھم : اساڑھ

۲۸۸ سنو اساڑھ ماس آیا سکھی ری
کرم میرے نہ جانوں کیا لکھی ری

۲۸۹ سنو دن رین کی میری کہانی
کمر کو توڑ کر بیٹھی نمانی

---

(۱) کو : کون ۔

۲۹۰ پیا کی چاہ نے غلبہ کیا ری
نئے سر سیں ہمن کوں دکھ دیا ری

۲۹۱ ز دیدہ اشک افشاندن گرفتم
حدیث دوست را خواندن گرفتم

۲۹۲ نہ دیدم ہیچ کس را یار غم خوار
بجز حق، خواستم زو وصلِ دلدار

۲۹۳ علاجے کن خدایا درد مارا
بکن گلرنگ روئے زردِ مارا

۲۹۴ بجز درگاہ تو دیگر پناہم
نبود است و نبودہ، پادشاہم

۲۹۵ بمقصودم رسان ساحاب سلامت
برونم آر زاندوہ و ملامت

۲۹۶ خیال رحمت خود کن بہ رحمت
خلاصم کن ازین اندوہ و علت

۲۹۷ سکھی! میں سو گئی اندر مناجات
کشادہ گشت برمن باب حاجات

۲۹۸ چہ می بینم کہ منگل گاوتی[1] ہیں
مرے گھر ناریاں سب آوتی ہیں

(۱) منگل گاؤنا: خوشی کے گیت گانا۔

۲۹۹ مرے ایوان میں ھے اک شمع روشن
بھئی ھے روشنی، گھر، بار، آنگن

۳۰۰ یکایک آنکھ میری کُھل گئی رے
نہ دیکھا کچھ اری حیران بھئی رے

۳۰۱ سکھی ری! آج میں سپنے میں دیکھا
بھئی ھے دل منے شادی، پریکھا[۱]

۳۰۲ کنھیں تعبیر اس کی یوں بتائی
کہ آخر گشت ایّام جدائی

۳۰۳ سکھی! یہ بات سن، شادی بھئی رے
پیا کی باٹ دیکھن ھوں[۲] گئی رے

۳۰۴ چہ می بینم اٹکتا آوتا ھے
بہ حُسنش ماہ را شرماوتا ھے

۳۰۵ کیا ھے اُن لباس زعفرانی
(بھئی ھوں) دیکھ کر اس کو دوانی

۳۰۶ اری میں دوڑ کے پاؤں پڑی جانے
پیا نے کر پکڑ لینی گلے لائے[۳]

۳۰۷ بحمداللہ رھا جیو، یار پایا
تمامی عمر کا دکھڑا گنوایا

---

(۱) پریکھا: غم، دکھ (۲) ھوں (برج): میں (۳) لانا: لگانا۔

۳۰۸ تمامی لال گوں شد رنگ رویم
بہ ہر دم گفتہ "جامی" بگویم

۳۰۹ "چہ خوشوقتے و خرم روزگارے
کہ یارے بر خورد از وصل یارے

۳۱۰ بر افروزد چراغ آشنائی
رہائی یابد از داغِ جدائی"

۳۱۱ دیکھا! ان عشق نے کیا کیا، کیا ری
چہ غم دے کر مجھے سکھڑا دیا ری

۳۱۲ اری اے بوالہوس! یو عشق بازی
نہ جانو چوپڑ و شطرنج بازی

۳۱۳ اری آسان نہ جانو عشق کرنا
تمن اس آگ موں ہر گز نہ پڑنا

۳۱۴ ہماری بات کوں ہانسی نہ جانو
محبت خانۂ ماسی[۱] نہ جانو

۳۱۵ اری سب عیش و عشرت کوں تجو[۲] ری
پیا کا نام تن من سوں بھجو[۳] ری

---

(۱) ماسی (موسی): خالہ۔ خانہ ماسی نہ جانو: محاورہ ہے خالا کا گھر نہیں، یعنی آسان بات نہیں (۲) تجو (تجنا): چھوڑنا۔
(۳) بھجو (بھجنا): ورد زبان کرنا، رٹنا۔

۳۱۶ دریں رہ یک قدم بے بودگی نیست
بجز اندوہ پا آسودگی نیست

۳۱۷ و الّا کیوں اناحق[1] دکھ بھرت ہو
عبث بِن مرگ کیوں غم میں مرت ہو

۳۱۸ ارے یہ عشق کا پھندا بکٹ ہے
نِپٹ مشکل نپٹ مشکل نپٹ ہے

۳۱۹ اری میں اولاً جانا سہیلا[2]
بھیا تھا ایک دم جینا دُھیلا

۳۲۰ چو بگذشتم ز جان دلدار پایا
چو در زیدم عمش، غم خوار پایا

۳۲۱ بہ آہِ روز و شب چوں سر دُکھایا
عجائب صندلی رنگ یار پایا

۳۲۲ اگر بردار باشی ہمچو منصور
نباشی از در دلدار مہجور

۳۲۳ بکویش گر زجاں دادن بہ ترسی
یقیں دانم کہ اس کے در نہ برسی[3]

---

(۱) اناحق : ناحق (۲) سہیلا : سہل ، آسان (۳) نہ برسی : نہیں پہونچے گا۔

٣٢٤ خموش ''افضل'' ازیں مشکل کہانی
کسو نے حدّ ا اس دکھ کی کہانی

٣٢٥ بہ یاد دارسا خوش حال می باش
کہے ''اوضل'' کہے ''گوپال''٢ می باش

(١) حد (حد) : حدّ کا مشدد تلفظ (٢) گوپال : افضل کا وہ نام ھے جو اس نے متھرا کے دوران قیام میں اختیار کیا تھا ۔ حسن و عشق کے اس ناٹك میں افضل کا گوپال نام اختیار کرنا اس لحاظ سے بھی بامعنی یہ ھے کہ ''گوپال'' کرشن کا ایك نام تھا ۔

اختلافِ نُسَخ، بکٹ کہانی

(محمد افضل "افضل")

(۱) ۔ سکھیاں، ۲ ۔ موری، ۱، ۳، ٤، ٥، ٦، ۔ عشق کے مارے، ۲ ۔ ہوئی ہوں، ٤ ۔ غم سے، ۸، ۹ ۔ نمانی، ش ۔

(۲) ۔ دن نیند را آتا (؟)، ۱، م ۔ نہ مجھکو بھوکہ ھی دن نیند راآتا ۸ ۔ نے نیند، ۹ ۔ نہ نیند، ۳، ٤، ٥، ۱۰ ۔ سون سینہ بھر آتا، ۱، ٤، ۷ ۔ برا تا، ۲، ۸، درد سے، ۹ ۔

(۳) ۔ کہیں ری ۷، ۸، ۹، ۱۰، ش ۔ مجنوں بھئی ری، ۱ ۔ کردہ و مجنوں، ۲، ش ۔ خرد گم کردۂ مجنوں بھئی ری، ۷، ۸، ۱۰ ۔ خرد گم کردۂ مجنوں کہیں ری، ۹ ۔

(٥) ۔ ارے یہ دیو جس کے تن کو لاگا، ۱ ۔ لاگے، سیانا دور سون اس دیکھ بھاگے، ۲، ۱۰ ۔ اے دیو، ۷ ۔ دیو بھاگا (؟)، ۷ ۔ اوس سے دور، ۸ ۔

نوٹ: ۔ یہ شعر ن ا میں نمبر ۷ ھے ۔ ن ۹، میں یہ نمبر ٦ ھے ۔

(٦) ۔ اسے ناگ، ۷ ۔ ڈس کے جاوے، ۳، ٤، ٥، ٦ ۔ نہ پاوے گاڑوری، ۷، ۱۰ ۔ نہ پاوے کانورو، ۲ ۔ نہ پاوے کامرو، ۸ ۔ جیورا چھپاوے، ۱ ۔ جورا، ۷ ۔ زھر اس کا قیامت تک نہ جاوے، ٤ ۔

نوٹ: ـ ن ۱ میں شعر نمبر ۷ ہے اور ن ٤ میں نمبر ۱٤ ہے ـ
ن ۹ میں نمبر ۱۰ ہے ـ ن ۱۰ میں نمبر ٥ ہے ـ

(۷) ـ عشق ھی ھے کیا بلا ھے ، ۲ ، ٤ ، ۸ ـ ارے اے
عشق ھی ھے کیا بلا ھے ، ۷ ـ تن من حلا ھے ، ۲ ـ آگ
سوں ۳ ، ۱۰ ـ نت جگ جلا ھے ، ٤ ـ آگ میں ، ش ـ
نوٹ: ـ یہ شعر ن ۱ میں نمبر ٥ ھے ـ

(۸) ـ کسی کے اندروں ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۸ ـ بیچ یہ ،
ش ـ کسی سوں اندروں ، ۱۰ ـ وھی جانے کہ جسکے
تن لگی ری ۷ ـ اندر ایں ، ۲ ـ سلگت ھی رھے ری ،
۱ ـ سلگت ھی مرے ری ، ۳ ، ۹ ـ وھی دن رین
سلگت ھی مرے ری ، ۷ ـ وہ سلگت ، ۸ ـ ھوں
رھے ری ، ۱۰ ـ

(۹) ـ لگی رے ، ۱ ـ منی اندریں آتش پری رے (؟) ، ۷ ـ
آگ میں دکھیا رھی ھے ، ۱ ـ سوں دگی ، ۲ ـ میں
دگی ھے ، ۳ ـ دھکی ری ، ۷ ـ سب تن سوں دھکی
ھے ، ۱۰ ـ برھوں کی آگ ، ش ـ
نوٹ: ـ ن ۷ میں پہلا مصرع بالکل مختلف اور غیر واضع ھے ـ

(۱۰) ـ × ، ۲ ، ۷ ـ ارے پیر ، ٤ ـ

(۱۱) ـ برا گ سیتیں ، ۸ ـ آگ سیتیں ، ۸ ـ برھوں ، ش ـ
جرے سینہ ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ـ جلے
جیورا ، ش ـ

(۱۲) - تجھے گھر کے، ۱، ۳، ٤، ۸، ۹، ۱۰ - تجھے گھر
بار کے لوگ، ۲ - عالم سون، ٤ -
نوٹ: - ن ۷ میں پہلا مصرع غیر واضح ھے -

(۱۳) - ن ا اور ۸ میں اس سے پہلے یہ شعر ھے:
تمامی نحو و صرفم شد فراموش
شدم از گفتگوئے خلق خاموش
یہی شعر ن ٤ میں نمبر ۱٤ ھے -
کسی کون، ۹ - بتہا کیا عشق کے، ۷ -

(۱٤) - بجانم پنداین، ۱ - بجاتا بیداز (؟)، ۷ - بجانا میدهم
آزار، ۸ - ندانند بنداو، ۹ - نه جانا پنداو، م - بجانے
بیدوا، ۳ - نجانے بیدهم، ٤ - دوسرا مصرع: - کنون
قالو بلی آثار عشق است. ٤ - (موجودہ متن میں
یہ مصرع نمبر ۱۹ پر آتا ھے) - همون داند که
وه، ۱۰ -

(۱۵) - سر گشته او ..... بابسته او، ۷، ۸ -

(۱٦) - ×، ۲ - یکے را (هر دو مصرع)، ۱، ٤، ۵،
٦، می نشاند، ۳ - کسے را می گزارد سوئے
بازار، ٤ -

(۱۷) - ×، ۲ - می نشاند بنده بر تخت، ۳ -

(۱۸) - × ، ۹ ، ۱۰ - نه مسجد کعبه دیار ، ۱ ، نه مسجد کعبه و دیار ، ۷ - کعبه و ازیار (؟) ، م -

ن ٤ میں پہلا مصرع یہ ھے: به عالم هر چه پرسی کار عشق است -

ن ۷ میں دوسرا مصرع یہ ھے: کنون قالو بلی آثار عشق است -

ن ۸ میں بالکل نیا شعر اس انداز کا ھے: -

به مسجد کعبه شکرانه کردیم
کنون قالو بلی اظهار کردیم

(۱۹) - × ، ۲ ، ۹ - پہلا مصرع: - به دار و کوچه وبازار عشق است ، ۱ -

به عالم گرچه ، ۷ - ن ۷ میں دوسرا مصرع یوں ھے بدارو کوچه و بازار عشق است - بدور کوچه بازار ، ۸ .

ن ٤ میں اسکی جگه یہ شعر ھے: -

به مسجد کعبه و بت خانه گردیم
کنون قالو بلی اظهار کردیم

نوٹ: - اختلاف لفظ کے ساتھ یہ وھی شعر ھے جو نمبر ۱۸ پر ن ۸ کے اندر درج ھے -

(۲۰) - × ، ۲ ، - ن ۹ میں یہ شعر نمبر ۱۸ ھے -

(۲۱) - × ، ۲ -

(۲۲) ـ × ، ۲ ـ هزاران خانمان ، ۹ ـ فقیر و بیکس ، ۱ ـ
(۲۳) ـ بیگان ، ۷ ـ ویران ، ۷ ـ که چون مجنون که در
ویرانه مارا (؟) ، ۱۰ ـ
(۲٤) ـ از دل من ربوده (؟) ، ۱ ـ در دلت ، ۳ ـ در دوست
(؟) ، ۱۰ ـ
(۲۵) ـ × ، ۲ ـ گهہ دیوانه گهه هشیار دارد
گهہ از زندگی بیزار دارد ، ۱ ، ۳ ـ
دیوانه را ، ۷ ، ۹ ـ گهه دیوانه گهه هشیار دارد ،
۸ ، ۱۰ ـ گهہ از زندگی بیزار دارد ، ۸ ، ۱۰ ـ
(۲٦) ـ نہیں یك دم ، ۱ ، ٤ ، ۸ ، ش ـ دن رین مون ، ۲ ،
۳ ، ۸ ـ دن رین نہی چین ، ۷ ـ روتے مرے نین ، ۲ ـ
هو چکے ، ۹ ـ
(۲۷) ـ پڑا جب عشق کا اب مجھ اوپر دهاك (؟) ۷ ـ تهانا
عقل کا ، ٤ ، ۵ ، ٦ ـ گشته فوج عقل ، ۲ ـ ٹها کر
عقل کا کهاٹ (؟) ، ۷ ـ
(۲۸) ـ در ملك دل جهنڈا اٹهایا ، ۲ ـ در ملك دل جهنڈا
کڑایا ، ۱۰ ـ
نوٹ :ـ ن ۹ میں یه شعر نمبر ۳۰ هے ـ
(۲۹) ـ عجب دل چه شد (؟) ، ۷ ـ شگں نے ، ۲ ـ شگن
کی ، ۳ ، ٤ ، ۷ ـ
ن ۱۰ میں یه شعر نمبر ۳۰ هے ـ

(۳۰) – × ، ٥ – دھومش مچائی ، ۱ ، ۲ ، ٤ – شورش مچائی
۶ – دھومیں مچائیں ، ۸ – خرد کے گھر موں آ ، ۱۰
دھومش مچایا ، م – دھونسی بجائی ، ٥ – دھومش
مچاھی ، ش – متاع صبر دل کی ، ۷ – سب اٹائیں ،
۸ – لوٹاھی ، ش

نوٹ : – ن ۱۰ میں یہ شعر نمبر ۳۹ ھے

(۳۱) – × ، ٥ – تمامی چھات ، ۲ ، ۸ ، ۹ – چھات عشرت
کے ، ۳ ، ٤ – تمام اسباب عشرت کا ، م

(۳۳) – حسن کی مے ، ۲ ، ۳ ، ۸ ، ش – مجھ سیں ، ۲ ، ۳
مجھ سے ، ۱ ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ – حسن کی مے کا پلا
کر ، ۱۰ – بھلا کر ، ۱۰ –

(۳٤) – × ، ۲ – یہاں ن ۲ میں شعر نمبر ۲۲ ھے – دو زلف
کرد عیار ، ٤ – نمودی دست پاھم از گرفتار (؟) ۷ ،
۱۰ –

(۳٥) – × ، ۱ ، ۲ – ن ۲ میں یہاں شعر نمبر ۳٤ ھے – حلقہ
گیسوئے دلدار ، ۹ – کردن مارا گرفتار ، ۳ ، ٤ ، ۸
نمودی گردن ، ۷ – جانم گرفتار ، ۹ –

(۳٦) – × ، ۲ – تیر ابرو از کماندار ، ۷ – تیر او ابرو کماندار
۸ – شوخ و عیار ، ۱ –

نوٹ :- ن ۱۰ میں یہ شعر نمبر ۳۷ کے بعد درج ہے -

(۳۷) - × ، ۲ - نمودی ، ۷ - ز ظلمان چو ظالم آہ صدھا ئے ، ۷ -

نوٹ :- ن ۱۰ میں یہ شعر ۳۵ کے بعد درج ہے -

(۳۸) - در هجران زندان ، ۸ -

دوسرے مصرع کا اختلاف حسب ذیل ہے :-

ع یکایك آن کر ای درد و غم جاں ، ۱

ع ز قالب شد گریزاں درد غم جاں ، ۲

ع لگا تب آن کردیں درد و غم جاں ، ۳

ع لکھا تھا یہ کرم میں درد غم جاں ، ٤

ع تباب او گریزد درد غم جان ، ۷

ع یکایك آن کر از درد غم جان ، ۸

ع یکایك لا لگائی آگ در جان ، ۹

ع یکایك لا لگائی درد و غم جان ، ۱۰

(۳۹) - × ، ۵ - پیادہ ، ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - (غالبًا یہ "پیارا" ہے جو پیالہ کا برجی تلفظ ہے جسمیں (ل) تبدیل ہو جاتا ہے (ر) سے -

(٤۱) - مدت سون میں کر کر گدائی ، ۲ - مدت ہوئی ۸ - بھیکو نہ پائی ، ٤ - جب بھیك پائی ، ۷ ، ۹ -

(٤۲) - از قید خود ، ۳ - خرد از قید ھجر ، ٤ - باب وصل ، ۲ -

(٤٣) ـ به تخت هوش عقل، ۷ ـ عقل هوش، ۸، ۱۰ ـ
عیش سازم، ۷، ۱۰، م ـ

(٤٤) ـ شوخ و عیار، ۲ ـ چواسکندر جہاں، ۷ ـ

(٤٥) ـ فرزانه سازم .... دیوانه سازم ۱۰ ـ بدم دیوانه را
افسانه سازد، ۷ ـ کبھے فرزانه را، ۸ ـ

(٤٦) ـ ×، ۲ ـ یو بیتا، ۷ ـ یه قصه، ۸ ـ جو بٹھا (؟)
م ـ یه قصه اتمام، ۹ ـ یقیں ترك قول (؟)، ۸ ـ
نوٹ: ـ میں اس شعر کے بعد سرخ روشنائی میں
یه ذیلی عنوان قایم کیا ھے ''کلام حضرت مولوی جام''۔

(٤٧) ـ ×، ۲، ۷ ـ

(٤٨) ـ ×، ۲ ـ ۱۰ ـ ن ۷ میں یه شعر یوں ربع ھے: ـ
کبھے دیوانه را فرزانه سازد
کبھے دیوانه را افسانه سازد
نوٹ: ـ ن ۹ میں مصرع الٹ گئیے ھیں ـ

(٤٩) ـ ×، ۲ ـ ن ٤ اور ۸ میں اس کے بعد یه دو شعر ھیں:
ارے جیو کیا تجھے لالچ لگا ھے
که جا کر عشق کی آگ سوں جلا ھے
نه جانے تھا که یه جلتی اگن ھے
که اس سیتی نکلنا بھی کٹھن ھے

(٥٠) ـ ×، ۲ ـ و گرزاں، ۳، ۸ ـ

ن ۱۰ میں اس شعر کے بعد ذیلی عنوان ''عرض احوال'' قایم کیا گیا ھے۔

(۵۱) ۔ پیا بے دست کر (؟)، ۱۔ پیارے کو پکڑ، ٤۔ گل لگائی، ۷، ۸، ۹، ۱۰۔ کت پکڑ، م۔

(۵۲) ۔ چو چند، ۱، ۲، ۳، ٤، ۵، ٦، ۷، ۹۔ مرم بایکد گر، ۲، ۳، ۷، ۸۔ سستے و کہتے، ۷، ۹۔

(۵۳) ۔ چوحیله، ۳۔ اب حیاه، ۹۔ چه حیله، ۱۰۔ عشق کے، ۳۔ عشق نے دیگر، ٤۔ پوچھو، ۳۔ پاچھے، ۷۔

(۵٤) ۔ وس کو، ۲۔ حرص آئی، ۱۰۔ حیرت، م۔ در دلم، ۷، ۸۔ نہاد اس، ۹۔

(۵۵) ۔ ن ۷، ۸ میں اس نمبر پر شعر نمبر ۵٦ ھے۔

(۵٦) ۔ کیا کٹھن، ۱، ۷، ۸، ۹۔ بس کٹھن، ۲۔ اب کٹھن، ۳۔ یه کٹھن، ٤۔ بہو کٹھن، ۵۔ بیچھے، ۹۔ کیا بچن ھے، ۷، ۹۔

(۵۷) ۔ ن ۱ میں اس نمبر پر یه شعر ھے:

چه سازم، چون کنم، کس کن پکاروں
جتن کیا عشق کے غم کا بچاروں

چھا سازم، ۲۔ چه من سازم، ۳، ۵، ٦۔ دیدار پاؤں، ۷، ۸، ۹، م۔ جانی بار پاؤں، ۷۔ بخلوت گاہ گاھے، ۱۰۔

(٥٨) — رسیدہ بر سر، ۷، ۸ — پردیس ہے، ۱، ۷، ۸ —
ن ۹ میں یہ شعر ماہ اول (ساون) سے قبل کے
بیان میں درج ہے۔

(٥٩) — بجا ماروں، ۱، ۷ — نکارا، ۹، ش — کوئی نیں، ۷ —

(٦٠) — جو چاروں اور، ٤، ٥، ٦ — نے چاروں اور، ۷ —
کہ چاروں اور چھائیں، ۸ — امڈ چھاتی سوں آہی،
ش — کیتی چڑھائی، ۱، ۳، ٥، ٦، ۱۰ — مکبھی
چڑائی (؟)، ۷ — کشتی چڑھائیں، ۸ — کنی
چڑھانی (؟)، ۲ —

(٦١) — پکاریں، ۲ — پیہ پیہ، ۸، ۱۰، ش، پوکارا، ش —
جھنگاریں، ۲ — جھنکارا، ش — پوکارت، ش —

(٦٢) — کوکھ، م — نیں سناھی، ش — بدن موں، ۲، ۷،
۸ : ۱۰ — لاھی، ش —

(٦٣) — اندھیری رین، ۷، ۸، ۱۰ — حگنا، ۷ — گویا جلتی۔
۱ — ن ۲ میں یہ شعر اس طرح ہے:
اندھیری رات جگنو جگمگاوے
جلے تن کو مرے دونا جلاوے
ن ش میں دوسرا مصرع یوں ہے ع
ارے جلتے اپر تیں کیا جلاتا
ن ٤ میں اسکے بعد یہ شعر ہیں:—
پوپیھا نے اٹھائی رین کو کوك
اری میں سلگتی یکبار دی پھونك

مبادا کس به زندان هجر مانند
خوشا عشاق را با اهل پیوند

ز غمگین گریه هائے ما در افلاك
ز دل چاکم گریبان بر شده چاك

(٦٤) – بن سے ۱ ، بن میں ، ۹ – شکیب از جان ربود ، ٥ ، ٦ – شکیب از دل ربود ، ۱ ، ۷ ، ۸ – شکیب از دل شده ، ٤ ، ش – دوسرا مصرع ع یکایك چیونکس جاتا ہے تن سوں ، ۲ –

ن ۷ میں اسکے بعد یہ دو شعر ہیں :

جو آئی بادران چوکی گردیا
جھڑی پڑنے لگی اور رعد کرجا

ترے دیدار کو اے نین ترسان
کہاں لے تہاٹ اے شب روز برسان

ن م میں یہ شعر اس طرح ہے :

ترے دیدار کو یہ نین ترسا
گھٹا کی بہات ہو شب روز برسا

(٦٥) – بھرا جل تھل ، ۲ – بھریا ، ۷ – ھوا سرسبز ، ۸ – نہیں جل وصل کا سوکھا نہالم ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۹ ، ۱۰ – دوسرا مصرع ع بیا بن بر خدا معلوم حالم ، ٤ – نہین جز ، ش –

(٦٦) - ناریں پیا سنگ ، ۸ - هنڈولے جهولتی ، ش - بره
کی آگ ، ۱ ، ۲ ، ۸ -

نوٹ : - ن ٤ میں اس شعر کے بعد یه اشعار هیں :

لگی هے بوند ساون کی گهٹاری
کہو کیوں کر جیوے برهن بچاری
سبهی سکهیاں پیا سنگ سکهه کرت هیں
همن سی پاپیاں نت دکهه بهرت هیں
چمك بجلی کی چمکی جوں تبسم
جهڑی بادر لگی جوں اشك شبنم

ن ۸ میں اس کے بعد یه شعر هے :

سبهی سکهیاں پیا سنگ سکهه کرت هیں
همن سی پاپیاں نت دکهه بهرت هیں

(٦٧) - و گر ساجن ، ۱ ، ۳ ، ٥ ، ۷ ، ۸ ، ش - و گهر ، ٤ -
ساجن نه آیا ، ٤ - کن سوت نے ، ۱ ، ۸ ، ۱۰ -
کن دوتی پاپن نے بهلائے ، ۲ - کن برهنی باتوں
لگائے ، ۳ - کس سوت نے ٹونا چلایا ، ٤ - کن
دوتیاں ٹونے چلائے ، ۷ - نه آهے ، ش - کن سوکنی
ٹونے چلاهے ، ش -

(٦٨) - بپت ات کٹھن ، ۱ - نپٹ سهتی پڑے ، ۲ ، ۳ -
نپٹ بپتا پڑے ، ٤ ، ۸ ، نپٹ بوندیں پڑے ، ٥ - تپت

بھوتی ، ٦ ، ش ـ نپٹ بھوتی ، ٧ ـ نپٹ دھو پان
پڑے ری، م ـ میری جرے، ١ ـ جلے ری ، ٧ ، ٨ ـ

(٦٩) ـ جو چاروں اور، ٢ ـ نے چاروں ، ٧ـ بادل که
چارو اور ، ٨ ـ یه چاروں اور ، م ـ چھائیں ، ش ـ
لیا مجھ گھیر کے ساجن نه آئے ، ٧ ـ بیه ، ١٠ ، ش ـ
نه آئیں ، ش ـ

(٧٠) ـ بھروں پرے کگن ، ١ ـ بھرن پڑنے لگی ، ٣ ،
٤ ، ٨ ـ بھرن پڑنے لگا ، ٥ ـ بوندی پڑنے لگی ،
٢ ـ بھورن ، ش ـ جی جان ، ٨ ـ تمامی جسم سب
جیو جان ، م ـ

(٧١) ـ اندھیری دیکھ ، ١ ـ (بعض نسخوں میں یه شعر
نمبر ٧٢ کے بعد آیا ھے) ـ
بیچ جھمکے ، ١ ـ بجلی چمکے ، ٩ ـ ڈرے سینه ،
٥ ، جرے سینه ، ٤ ـ جرے جیورا کڑك اس
دیکھ دھمکے ، ٢ ـ جرے سینه مرا نت آگ دمکے
٨ ـ جرے جیوڑا مرا اور ، ٩ ـ جرے جیوڑا ،
١٠ ـ جرے جیھورا اگن سوں دیھه لرحے ، ش ـ

(٧٢) ـ × ، ش ، م ـ سیج مجھ ، ٥ ـ سیج سب ، ٢ ، ٦ ـ
سیج اب ، ٨ ـ سدبد سب ، ٧ ـ
نوٹ :ـ ن ٧ میں یه شعر نمبر ٧٨ پر ھے ـ

(۷٤) - ×، ۱، ۲، ۳، ٥، ٦، م، ش - ن ٤ میں یہ شعر نمبر ٦٦ کے بعد آیا ھے - ن ۸ میں بھی یہ نمبر ٦٦ کے بعد آیا ھے - ن ۹ میں یہ شعر نمبر ۷٥ کے بعد ھے -

(۷٥) - مجھ کو بسارا، ٤ - کیا گنہ دکھڑا، ۱ -

نوٹ: - ن ٤ میں اس شعر کے بعد یہ زائد شعر ھے:

تماشا لوك جن کوں کا دیکھیں سب

تمامی ھو رھے ھیں ھائے یارب!

(۷٦) - امنگ، ۲، ۸ - امنگ، ۳، ۹، ۱۰ - امنڈ، ۷ - آئیں، ۷ - ستے آئی، ۹ - آھی، ش - دونین نے ٹوٹے، ۲ - لگائیں، ۷ - لگاھی، ش -

(۷۷) - پیا کو بوجھ، ۱ - میں میں بھن بوجھائی، ۲ - ٹوھی بوچھ ھاری، ٥ - بڈوں، ٤ - نہ پائی ھائے ری ھائے، ۱ - آہ ماری، ۷ -

(۷۸) - جریں بوتھیں برھمن مر گئیے، ۱ - برھمن مر گئیے سب، ۲ - بمھن، ۸ - برھمن مر گئیے ری، ۹ - یہی کٹ کاگ اڑتے تھك رھے ری، ۱ - بہی کت کاگ اودھو رم رھے سب، ۲ - ھوئی کٹ کاگ اودھو تھك گئے ری، ٤ - ن ٥ میں یہ شعر یوں ھے:

خبر پیو کی نہ پائی ھائے ماری

بھیا کٹ کاگ اودھو تھك رھے ری

اودھو کٹ گئے ری، ۷ - موئے کٹ کاگ اودھو تھك رھے ری- اودھو تھك رھے ری، ۳، ۶، ش -

نوٹ: ن ۵ میں اس شعر کا دوسرا مصرع شعر نمبر ۷۷ کا پہلا مصرع ھے اور شعر نمبر ۷۷ کا دوسرا مصرع نمبر ۷۸ کا پہلا مصرع ھے-

۷۹) - ×، ۵ - توں حال میرا، ۲، ۹ - ہیں صبا تیں حال میرا، ۳ - اے فلك ہیں حال مارا. ٤ - ن ۸ میں مصرع الٹ گئے ھیں - پیا کو کہوں، ۷، ۸، ۱۰ ش - نوٹ: ن ۹، ۱۰، اور ش میں یہ شعر نمبر ۸۰ کے بعد آتا ھے - کرے ٹك ایك پھیرا، ش -

۸۰) - کسے دوں ھاتھ ری ھائے، ٤ - نہ نکسے جی مروں بس کھائے ری ھائے، ۵ - کسے رے ھائے رے ھائے، ۱۰ - ن ۸ میں مصرع الٹ گئے ھیں اور پہلے مصرع میں دوسرا "ھائے" غائب ھے-

۸۱) - یہ شعر صرف ن ۸ میں درج ھے-

۸۲) - کس دیس چھایا، ۲، ۵، ۷، ۸، ۱۰ -

۸۳) - سکھیوں، ۱، ۲، رُت اب کنوار، م - آھی، ش - اب تك، ۱، ۹ - کی خبر سن اب لگ نہ آئی (؟)، ۱ - نباھی، ش -

(۸٤) - کیسے جیوے، ٤، ۷، ۹- جیئس، ۲- کیوں کر
جیویں، م - ناریں ، ۸- پیہ، ۱۰، ش - اری روتی،
۲- روتے کٹی ھے، ٥، ش- سب عمر ساری، ٤، ۱۰-
جنم روتے، ۷- جنھوں روتے، ۱۰-

(۸٥) - ارے توں کاگ، ٥- سانورے کے پاس لے جا،
۱۰ - ن، ۸ مین یہ شعر نہیں ھے -

(۸٦) - یہ شعر صرف نسخہ ۷ اور ۹ میں ھے -

(۸۷) - گر مجھ سناوے، ۹- پیا کا مجھ بچن مکھ کا سناوے،
۹ - نوٹ: یہ شعر بھی صرف نسخہ ۷ اور ۹ میں ھے -

(۸۸) - ×، ۳، ٥ - کنا گت جب پیارا پیو آوے، ۱- کنا گت
جب پیارا پیو جو آوے، ٤، ۹، ۱۰- کنا گت جب
پیارا پو جن آوے، ۸- کنا گت جب پیارا پیہ آوے
ش - تجھے دیکھے مہر کر کر بلاوے، ۱، ۲، ٦
۸ - تجھے دیکھے کرم کرکے بلاوے ۱۰-

(۸۹) - پگوں کوں، ۷- پگن پر سیس، م -

(۹۰) - ×، ٤- ارے اے کاگ، ۲، ۳، ٥، ٦، ۷- کاگا
پاتی، ۱، ۲، ٥، ٦، ۷، ۸- سکھ نہ مانے ۱۰
۲، ۳، ٥، ٦، ۷، ش - سکھ نہ جانے ۸- در
منداں، ۲، ۷، ۱۰ -

(۹۱) - × ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - ھمارے پیو کوں جا کہو
کے آوے ، ۱ - ھمارے دیس کو جا کہو کے آوے ،
۳ - ھمارے یار کو جا کہو کے آوے ، ٤ - کنتا کت
نیورتے دونوں حد آوے ، ٤ -
(۹۲) - × ، ۷ ، ۹ - گر کاك من باشم ، ۱ - کاہ جو ۳ ،
۱۰ - کاك خود باشد ، ۸ -
(۹۳) - × ، ۳ ، ۱۰ - کنتا گت میں بہت یہ دکھ کہے
ری ، ۲ - نورتے ، ۷ - نتوترنے (؟) ، ۸ - نہ آئے ،
۱ ، ۲ - کس حا ، ۱ - کت رھے ری ، ۹ -
(۹٤) - × ، ۳ ، ۷ ، ۸ - بوجھنے ، ٤ - بوجھے ، ۱ - بوجئے
۲ ، ۹ - کرم میرے سدا بیتا لکھی رے ، ۱ -
سدا بیتاں ۲ -
(۹۵) - دیس جا کر ، ۲ ، ۱۰ - ملا کر ، ۲ ، ۸ - چھپا کر ، ٤ ،
۹ ، ۱۰ - اپس کوں ، ۲ ، ش - دوسرا مصرع :
رنگیلی سیج پہ کلی بچھا کر ، ۱ -
(۹٦) - کہو کاے ، ۹ - کے ، ۱۰ - مکھ دیکھاوے ، ۷ -
مکھ دکھاؤں ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - رھو اس باغ میں
منہ بت دکھاؤ ، م - جو تجھ سیتی اگر اك قول ،
٤ - مکھ سوں ، ۷ - جو تجھ سو سانچ کر یك
قول ، ۸ - تك قول ، ۹ -
(۹۷) - گل لگاؤ ، ۸ ، ۱۰ ، ش - گل لگاوے ۷ ، ۹ -

پکڑ ہاتاں ، ۷ - پکڑ ہتھیاں ، ۸ - سلاوے ، ۷ ،
۹ - پلنگ اوپر بٹھاؤ ، ش - پلنگ اوپر بساؤ ، م -

(۹۸) - × ، ۳ - کہ تیرے دکھ ستی ، ۲ - تیرے فکر سے
۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ١٠ - وکرسوں ، ۷ ، ۸ - کہ تیری
برھوں سوں ، ش - دن رات ، ۷ - روے ..
کھوے ، ۹ ، ۱۰ ، ش - بہ غم شب جونا ، ۱ -
بہ بینم سب ہی تجہ بن ناج ، ٤ - بہ غم سب
خوبیاں ، ٥ - دریغا جوبنا ، ۷ - بہ نیم شب ، ۸ -

(۹۹) - × ، ٤ ، ٥ - سبھی ناری پیاسنگ سکھ ، ۲ - بہ
اغیاران صنم تو ، ۳ - باغیار صنم جو (خارج وزن) ،
۷ - باغیارے ، ۸ ، ۱۰ - بعیاری ، ۹ - سو دکھ ، ۳ ،
٦ - کرت ہیں .... بھرت ہیں ، ۲ - یو دکھ ،
۷ - تم اوران سیں پیاری سکھ کرت ہیں
ہمن سی برھنی سو دکھ بھرت ہیں ، ش -

(۱۰۰) - پیا پردیس جاہیں اور کے راج ، ۲ - دیا پردیس
موں تم ، ۷ - دیا پردیس جا سوکن کے تئیں راج ،
ش - بھلایا مجھ نہیں تجہ نین میں لاج ، ۱ ، ۲ - بھولا
کن تمھیں تج میں نہیں لاج ، ۲ - نین میں ، ۳ ، ۸ ، ش -

(۱۰۱) - کیوں کر پڑی ، ۹ - گئیں ہیں تجہ بنا ، ۱ - گئے
بیٹھ تجھ بنا روتے ، ۲ - بھئی ہیں تجہ بنا خلوت

مرے نین ، ۷ - هوئے هیں تجھ بنا اندھے مرے
نین ، ۹ - روت دواُو نین ، ۱۰ - حرے چت آہ
سوں جل تھل دواُو نین ، ش ۔

(۱۰۲) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - ارے ظالم ندارد ، ۱۰ - قیامت
ھے قریں ، م - قیامت ھے کھڑی ، ش ۔

(۱۰۳) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - حلاکر از ، ۱۰ - ز آهن (؟) ،
۷ - ز آه سنگ سندان (؟) ، ۸ - دروں چوں
سنگ سندان ، ۱۰ - تو ز آه در مندان ، ش ۔
ز آهش ، ۳ ، ٦ ، ش ۔

(۱۰٤) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - سوز غم میں ، ۷ - غم دوں ،
۱۰ - عمر جاوے ... کا سماوے ، ۹ - غم سبے ،
م - سب عمر ، ش - سبھن کو دیکھ پیارے کے
سنگاتی ، م - سبو کوں ، ۷ - سبھوسیں ، ش ۔

(۱۰٥) - X ، م - کوئی اس سجن کوں ، ۷ - پیاسوں ،
۸ - سجن سوں ، ۱۰ - کوئی اس سجن سوں ، ش ۔
پھر آے ار ، ۷ ، ۱۰ - سنے پھیرا کرے ، ۸ - سے
دل سوں سبھی دیکھے ، ش ۔

(۱۰٦) - رھے گی ، ۳ - سجن بن ، ۷ - تمھیں بن ، ۸ - جلتی
رھے گی ، ۳ ۔

(۱۰۷) - ماہ‌س ، ۷ - ماس ، ۸ ، م - شام ، ۷ - سام ، ۸ -

سیام ، ۹ ، ۱۰ – نوٹ :– ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر ماہ سوم کا آخری شعر ھے ، جب کہ دوسرے نسخوں میں ماہ چہارم کا پہلا شعر –

(۱۰۸) – نکھرے فلك ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۱۰ – برسانت ، ۷ – گھر بھرے ، ۸ ، م –

(۱۰۹) – یہ سیج ، ٤ ، ۸ – پیہ بن ، ۱۰ –

(۱۱۰) – × ، ٤ – بھلی چاندن ، ۱ – بھئی چندنی ، ۳ – بھیا چاندن ، ۲ – بھلی چندنا ، ۷ – ھوئی چاندن ، ۹ – بھئی چاندنی ، ۱۰ – تاریاں کون ، ۸ ، م – ھوا پھندا ھمن سی ، ۲ – بھئی پھندا ، ۳ – پڑی بپتا ، ۸ – خواریاں کون ، ۸ ، م –

(۱۱۱) – دیوالی ۱۰ – جاؤ ھے ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ – آئی ھے ، ٥ – راکھی دیوالے یار (؟) ، ۱ – راکھی دیری بازار ، ٤ – راکھا دیوالے یار (؟) ، ٥ – گھر اپنے دیورا یار (؟) ، ٦ – بھئی گلزار ، ۹ –

(۱۱۲) – پیہ بن ، ۱۰ – یہ زندگی ، ۸ – دوھیری ، ۷ – زندگی یہ مجھ پہ ڈھیلی ، ٥ –

(۱۱۳) – کس کن کہوں ، ۱ – کاسے ، ۲ ، ۳ ، ٦ – یودرد غم ۷ – نہ یوبد جیئوں (؟) ، ۷ – یہ آوی جی منے [illegible] کہا مروں ھائے ، ۹ – کہا مروں ھائے ، ۱۰

کہوں جا .... کہا مروں جا ، م۔

(۱۱٤) - × ، ۳ - پیری بھئی رہے ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ۹ - بوری بھئی رہے ، ۲ ، ۷ ، ۸ - درد سے ، ۹ - برھانے ائی رہے ، ۱ ، ٤ ، ۸ - ڈھی رہے ، ٥ - پیری بھئی ہوں ... رھی ہوں ، ۱۰ -

(۱۱٥) - یہ شعر صرف ن ۲ ، ۷ ، ۸ اور ۹ میں موجود ہے۔ دکھا سر آہ سوں رووت گئے ہیں ، ۲ - دوکھے سر آہ سوں ، ۷ - ڈرا کر آہ سو ، ۸ - نوٹ: ن ا میں یہ شعر نمبر ۱۱٤ کے بعد آیا ہے۔

(۱۱٦) - × ، ۱۰ - اکیلی بن پیا ، ۱ - پیا بن ایك پل ، ٤ - پیا بن اکیلی ، ۷ - (خارج از ورن) - کب اسگ سہوں گی ، ۲ - مین اکیلی کیسیں رہوں ری ، ٥ - پیا بن میں اکیلی کیوں رہوں ری ، م - غم اوپر غم کہو ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، م - نوٹ: ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ ، م میں یہ شعر ماہ اکھن مین شعر نمبر ۱۳٦ کے بعد درج ہے۔

(۱۱۷) - ارے اے ہم کبھو جو سانچ بولو ، ۲ - ارے اب ، ۸ - ملیں کب الك بدیسی سیام کہو لو ، ۷ - ملن مجھ سوں بدیسی سیام کہو لو ، ۸ - ملیں مجھ سیں ، ۲ - ملے مجھ سیں بدیسی سیام اولو ، ۱۰ -

نوٹ: یہ شعر ن، ۱، ٤، ٥، ۷، ۸، ۹، اور ۱۰
میں درج ہے ۔ نوٹ: ن ۱ میں یہ شعر نمبر ۱۱٤
کے بعد آیا ہے ۔

(۱۱۸) - × ، ۱ ، ۸ - برھمن پوتھی دیکھی کچھ نہ پایا، ٤،
٥ - سبھی پوتھی تھکی پھر کچھ، ۲ - بھمن پوتھی
دکھی ، ۳ - برھمن دیکھ پوتھی کچھ، ۷ - دکھی
پوتھی برھمن، ٦ - بھمن پوتھی دکھی پر، ۱۰ -
سکھی میں پوچھ، ۷ -

(۱۱۹) - بھیء چپ میں نہ اب پوچھوں کسی کوں، ٤،
٦ - کسی سوں ، ۳ - نہ بولوں اب ، ۸ - نہیں
کوئی ہے میری غم زی سوں ، ۲ - غم رھی کوں،
۱ ، ٥ - غم زدی کوں ، ٤ - نہیں دستا ہے کوئی،
۷ - نوٹ: ن ۸ میں یہ شعر اختلاف مصرع کے
ساتھ اسطرح ہے:

بھئی چپکی نہ پوچھوں اب کرم کوں
کہ لے جا آئے کر مجھ بے شرم کوں

(۱۲۰) - کہاں جائے ، ۱ - جہا کرای کھوکت مرائے (؟)،
۲ - کا آپ بھرے ، ۲ - سکھی کت، ۷ - ن ٥ میں
یہ شعر یوں ہے:

کہاں گھر پیو کے اٹ جائیے جی
لکھا اپنے کرم کا پائیے جی

(۱۲۱) - نہ جانو، ۱ - ۷، ۸ - کہیں جیو کب تلک اِسے دکھ سہے گا، ۷ - نکل جیو، ۸ - نکس سی جیو مرا یہ دکھ سہے گا، ۱۰ -

(۱۲۲) - یہ شعر صرف ن ۷ میں ھے -

(۱۲۳) - سکھی منکر سیارو (؟)، ۱، ۹ - کاتک گیا اب اگھن، ۲ - مجھ پر سیہ رو، ٤ - سنو سکھیو کہ اگھن ماس، ٥ - سکھی ممکن شیہ رو ماس، ۷ - سکھی مجھ پر سمارو، ۸ - گیا اگھن سکھی اب پوس، م - کاگدھی، ۱ - کاگت، ۲ - کاغذ، ٤، ٥، ٦، ۱۰ - سجن اپنی نکہم کدھیں نہ پایا، ۷ - سجن آیا نہ پاتی، ۸ -

(۱۲٤) - سردی پڑی رہے، ۲، ۸، ۹ - غم اگن میں میں، ۱ - دھی رہے، ۳ - تن میں، ٦، ۷ -

(۱۲٥) - بربام یکدم، ۱ - اٹھوں نت یوں چڑوں، ۷ -

(۱۲٦) - یہ ھر یک، ۱، ٤، ٦ - ھر یک گویم اپن، ۸ -

(۱۲۷) - ×، ۲ - گئیں بورائے انکھیاں انتظاری، ۳ - گئی مرجھائے انکھیاں انتظاری، ٥ - گئیں پتھرائے انکھیاں انتظاری، ٦ - گئیں اندھرائے انکھیاں انتظاری، ۹ - گئیں بورائے انکھیاں ز انظاری، ۱۰ - نوٹ: ن ۷ میں مصرع ثانی مصرع اول ھے اس طرح ع گئی

چندسی انکھاں کی انتظاری - ن ۸ میں مصرع ثانی
یوں ہے ع غم اوپر غم کہو کیسے سہوں ری -
یہ مصرع تھوڑے اختلاف کے ساتھ شعر نمبر ۱۱۶
کا مصرع ثانی ہے -

(۱۲۸) - X ، ۸ - پہلا مصرع ، ع تمامی ہوش و عقلم سب
گئی رہے ، ۱ ، ٤ - تمامی ہوش عقلم لٹ گئی رہے ،
۶ - تمامی ہوش عقلم گم گئی رہے ، ۷ - دوسرا
مصرع ، ع عنان دل ز دستم چھٹ گئی رہے ، ۱ ، ۳ ،
٤ ، ۶ ، ۷ - تمامی عقل و ہو شم ، ۹ - چھٹ گئی
ہے .... لٹ گئی ہے ، ۲ ، ۱۰ -

(۱۲۹) - X ، ۸ - مرے پاچھیں ، ۱ - مرے پیچھو ، ۳ -
پاچھیں بھی ، ۵ - پاچھے ، ۷ ، ۹ - مرے پیچھے
بھی ناحق ، ۲ ، ٤ ، ۶ - نیاحق ، ۱۰ -

(۱۳۰) - X ، ۸ ، م - مجھ چھوڑ ، ۱ - مجھ چھاڑ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ،
۵ ، ۶ - اپنے کاج لا کو ، ۵ - مجھ سے دور ، ۱ -
مجکوں دور ، ۷ - مجھ سے ، ۹ -

(۱۳۱) - X ، م - نہ تم ھمرے ، ۱ ، ۱۰ - نہ ھم تمرے
نہ تم ھمرے ، ۳ - ارے سکھ اپنے کوں آگے
لاؤ ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۷ ، ۱۰ - اب دھاؤ ، ۱ -

(۱۳۲) - X ، م - کاھے بلاؤ ، ٤ - کاھے جراؤ ، ۳ ، ۱۰ -

نصیحت کر ، ٤ ، ٥ - کا ھے خبر دیو ... کون ملادیو ،
٧ - پیارے کو ، ٩ - پیارے کون ، ١٠ -

(١٣٣) - × ، ٨ - یوں آوتا ھے ، ١٠ - عاشقاں کوں ، ٧ -
نوٹ : ن ١٠ میں اسکے بعد شعر نمبر ١٧٨ اور ١٧٩
درج ھیں -

(١٣٤) - × ، ٨ - کروں کنٹھا گلے ، ٢ - سب چیز پھاڑوں ،
٤ ، ٥ - جوگن کے ، ٢ ، ٥ - ارے میں بھیس ، ٧ -
بھیکھ ، ٩ - بھیك ، ١٠ - ن ١٠ ، میں یہ شعر ، نمبر
١٣٣ سے قبل آیا ھے -

(١٣٥) - × ، ٨ - ١٠ میں دھون ، ١ - پی کے دیس ، ١ -
دھویں ، ٣ - دھونیں ، ٩ - ھزاراں نالہ غمگیں
سنا کر ، ٤ - ھزاراں آہ نالہ کے ، ٥ - ھزاراں آہ کے
نعرے بجا کر ، ٧ -

(١٣٦) - × ، ٨ ، ١٠ - دلربا کے ، ١ ، ٧ ، ٩ - گھر پکاروں ،
٢ - گھر جگاؤں ، ٣ ، ٤ - پیا کے وصل ، ٩ -

(١٣٧) - × ، ١ ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ ، ١٠ ، م - نہیں ھے
آس اب جیو کے ، ٧ -

(١٣٨) × ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ ، ١٠ ، م - اگھن دکھ
دے گیا ، ٧ - پیا بن نین ترسی ھومروں ری ، ٧ -
ن ٧ میں یہ شعر ١٤٠ کے بعد آیا ھے -

(۱۳۹) × ، ۱۰ ، م ـ ٹك لك ، ۲ ـ مجھ پر لا کھ ، ٤ ـ مجھ پر سال ، ٥ ـ اے ماس ، ۷ ـ مجھ پر اك بتیا (؟) ، ۸ ـ سیام ، ۷ ، ۸ ـ نوٹ : ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر نمبر ۱۳۷ سے قبل آیا ہے ـ

(۱٤۰) ـ اگھن بتیا سکھی ، ۱ ـ اگھن دکھ دے گیا ، ۷ ، ۸ ـ گیا اگھن سکھی ، م ـ اب پوہ آیا ، ۱ ـ اگھن دکھ دے پر اب یہ پوس ، ٤ ـ پیارے نے مجھے دل سے بھلایا ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ـ پیارے نے مجھے دل سوں بھلایا ، ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۸ ـ

(۱٤۱) ـ پڑے پالاں ، ۷ ـ کپے تھر تھر ، م ـ مرا دیہہ ، ۲ ـ لاگی مری نیہہ ، ۲ ، ۷ ـ نجانوں کس گھڑی ، ۳ ـ اری کس ، ۹ ـ

(۱٤۲) ـ ھمن کانپے ، ۲ ـ ھمن کانپوں ، ۷ ، ۸ ـ

(۱٤۳) ـ کوئلا ، ۳ ـ بھئی ھوں کوئلا ، ۲ ـ جل بل ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ـ بیا بن کوئلا جل بل بھیا تن ، ۸ ـ بھئے نس سال مجھ پر ماس سودن ، ۱ ـ نس مانس ، ۳ ، ٥ ـ نہیں یہ سال مجھ پر مانس ، ٤ ـ بھئے نس ماس مجھ پر سال صد دن ، ٦ ـ بھئے نس ماس مجھ پر سال نس دن ، ۷ ـ نہیں اس سال مجھ پر ماس نس دن ، ۸ ـ بھئی نس مانس مجھ پر سال شد دن ، ۹ ـ

(۱٤٤) - × ، ۸ - یه مانس، ۲ - اس ماس میں ، ۷ - پیوکن ، ۳ -

(۱٤٥) - یه شعر صرف ن ۱ اور ۸ میں درج ھے -

(۱٤٦) - یه شعر بھی صرف ن ۱ اور ۸ میں آیا ھے

(۱٤۷) - × ، ۸ - برہ نے آئے جادی(؟) ، ۲ - برہ نے آچھاروں ،
۹ - سکھی کاھے ، ۲ - ماے سوری ' ۱ ، ۲ ، ۳ ،
٤ ' ٥ ، ٦ - پڑی گل میں ھمن کے پاؤں بڑی ، ۷ -

(۱٤۸) - × ، ۸ - آہ ڈیرا ' ۲ - پیو کو سیرا ، ۲ - پیوکن
سویرا ، ۳ - کتھا میرا کھو ، ۷ - پیو سے ، ۹ -

(۱٤۹) - × ، ۸ - وک حسانم زتن - ۲ - والّا حسان زتن ، م -
مکر غم سوں ، ۲ - اسی غم سوں ، ۱ ، ٤ ،
٥ ، ٦ -

(۱٥۰) - × ، ۸ - اجی ملّا ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - پیا کے ملنے
کی فال دیکھو ، ۷ - (خارج از وزن) -

(۱٥۱) - یه شعر صرف ن ۷ اور ۹ میں ھے - بر آوے ھمارا ،
۷ - وگرنه جان جاتا ھے ھمارا ، ۷ -

(۱٥۲) - × ، ۸ - ھویگا .... ھویگا ، ۷ - ن ۷ میں یه شعر
نمبر ۱٥۳ کے بعد آیا ھے -

(۱٥۳) - × ، ۸ - سیانوکه کچھ ٹونا ' ۲ - سلونے سانورے ٹونا '
۳ - سنو سیانو ارے ، ۷ ، ۹ - بھرو رہے ' ۱ ، ۲ '

۳، ٤، ۵، ۱

(۱۵٤) – ×، ۱، ۳، ٤، ۵، ٦، ۸ –

(۱۵۵) – یہ شعر صرف ن ۹ میں ھے۔

(۱۵٦) – سبو نے، ۷ – مجھ کوں پیاے، ۹ –

(۱۵۷) – یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے –

(۱۵۸) ۔ یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے –

(۱۵۹) ۔ یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۰) ۔ یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۱) ۔ یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۲) ۔ یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۳) ۔ یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦٤) ۔ چلیا یوس اے سکھی لاگی بہت کہات (؟)، ۷ – چلا یوس اے سکھی یو بیت کر ھاتھ (؟)، ۸ – لاے بہت ھاتھ (؟)، م – دوسرا مصرع: نہ پوچھا ایك دم از من یکے بات، ۲ – ن ۵ میں پہلا مصرع اسطرح ھے: ع گئیں سب خوبیاں هیہات، هیہات –

(۱٦۵) – یہ شعر صرف ن ۷، ۹ اور م میں ھے – ظُلَم مرے اوپر، ۷ – ٹہانا کیا ھے، م – هس کو دکھ دیا ھے، م – نوٹ: ن ۷ میں یہ شعر ۱٦۷ کے بعد آیا ھے –

(۱۶۶) – درد دکھ سون ، ۷ – کرون کیا اب نہ آئے
دیس میتا ، ۷ – مکانش ما کھ اپنا ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ –
مکانش ماہ بیتا ، ۱ ، ۸ – ماہ بیتا ، م – دوسرا مصرع ،
بدیسی سیام نے پھیرا نہ کیتا ، م –

(۱۶۷) – یہ شعر صرف ن ، ٦ ، ۷ ، ۸ – اور م میں ھے –
سمائیں سے ، ٦ ، م –

(۱۶۸) – یہ شعر صرف ن ، ۷ ، ۹ ، اور م میں آیا ھے –
اب ما کھ ، م – فراق اب بوس ، ۷ ، م – پیارے
نہیں ، م –

(۱۶۹) – یہ شعر صرف ن ۷ میں درج ھے –

(۱۷۰) × ، ۹ – ارے اس ماس ایما مولیاری + مجھے غم
کی اگن نے اب لیاری ، ۳ – لگا یہ ماہ ایما موں
لیاری ، ٤ – اگن نے تو لیاری ، ٤ – ار نو لیاری ،
٥ – ارے اس ماہ امہ مولیا ری (؟) ، ۷ – لگا یہ
مانہہ امس پیا مولیاری (؟) ، ۸ – حو آیا ما کھ
آنت موڑیا ری ، م –

(۱۷۱) – × ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٥ ، ٦ ، ۹ – بسنت اب گائیے
ری ، ٤ ، ۸ – زتار آہ بن من گائیے ری ، ٤ ،

(۱۷۲) – × ، ۱ – سکھی میں نے ھوئی ، ۲ – سکھی منتی کرے
۳ ، ٥ – سکھی بکنی پھروں ، ٤ ، ٦ – سکھی بنتی

کروں ، ۷ - کہو دن رین کی ، ٥ - دین رین تم ، ۲ - سنو تم رین کی ، ۷ ، ۸ -

(۱۷۳) - × ، ۱ ، ٦ - پھروں دوڑی بہ غم ، ۲ - پھروں بوری دیوانی پیر کی دیدار ، ۷ - بزور درد ، ٤ - بوری دوانی پیر دیدار ، م - نپاؤں کونچه صحرای بازار ، ۷ -

(۱۷٤) - × ، ۱ ، ۲ - جو میں شب چنگ قامت کا بجاؤں ، ٤ ، ٥ ، ٦ - جو شب میں چنگ قامت کل بناؤں ، ۷ - بشب چوں چنگ قامت کو بناؤں ، ۸ - ارے چپ آنسوؤں کے ، ۳ - آنجھوؤں کے ، ٤ ، ۸ - آنسواں کے ، ۷ -

(۱۷٥) - × ، ۱ ، ٥ - درد جان غم کشیده ، ۲ ، ٦ - در دل وجان ، ٤ ، م - شراب درد غم جانم کشیده ، ۷ - دل جان غم کشیده ، ۸ -

(۱۷٦) - × ، ۱ ، ٥ - دلدارم ، ٤ - بجان ما ، ۸ - که اے دلبر ، ۹ - مہر سلیمانی ، ۲ ، ۸ - بایں مور سلیمانی ، ٤ - بایں مورے سلیمانم ، ۳ ، ٦ - به این مورے سلیمان یك ، ۷ - که من مورم سلیمان یك ، م -

(۱۷۷) - × ، ۱ - ارے پردیس جا ، ٦ - بسا پردیس میں ، ۷ - سکھ نه دیجے ، ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۸ - سنگ نه دیجے ،

٤ ، ٧ – برهن کے تِس دکھڑا ، ٥ – اتا دکھڑا برھنی کو اندیجیے ، ٩ –

(١٧٨) – × ، ١ – دن رات ، ٧ ، ٨ –

(١٧٩) – × ، ١ ، ٤ ، ٥ – سوبرس بیتا ، ٧ – بیتیں ، ٨ – مجھ برس بیتا ، ٩ – بیك ساعت ترے اندوہ کیتے ، ٢ – نه یك ساعت ترا اندوہ چھوٹا ، ٧ – بیك یك ساعت مجھے اندوہ چیتیں ، ٨ – نه اك ساعت ترا اندوہ چھوٹا ، ٩ – اندوہ چھوٹے ، م –

(١٨٠) – × ، ١ ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ ، ١٠ –

نهونی مجکوں یك ساعت تیرا یاد

نہیں آتی کد ھیں مجکوں که کیا یاد ، ٧ –

(١٨١) – × ، ١ – کئی گدری نه آیو ، ٢ – آون نه کینا ، ٩ – پھیرا نه کیمو ، ٣ – مدت ھوئی ، ٨ – کا گت.. .. نه دیو ، ٢ – کاغذ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ – نه یك کاغذ کمی کو لکھے بھی دینو ، ٨ – ذرا ٹك لکھو پانتی ھت نه دیمو ، ٧ – درا کاغذ ، م – کھیو ، دیجو ، ٥ – نه دینا ، ٩ –

(١٨٢) – × ، ١ ، ٦ – کن کہی ھے ٢ ، ٩ ، ١٠ – ایسی سختی ، ١٠ – چنیں سختی ، ٣ – سختی ستی جوکن بھی رہے ، ٤ – کن بدی ھے ، ٥ – کن جوبدی رہے ، ٧ – کہو جی کن کہے ری ، ٨ – بھو تم

کون نہی ھے ، ۲- دنیائی رہی ھے ، ۳- تمھیہ
کچھ لاج ، ٤- ارے کچھ لاج ، ۷- تمهن کچھ ، ۸
نہیں رہے ، ٤ ، ۷ ، ۸- ارے تجھ لاج لوگن ک
نہیں ھے ، ۹- نہیں ھے ، ٥ ، ۱۰- نوٹ : نمبر ۹ میں
یہاں سے اشعار ماہ کاتك کے تحت آتے ھیں -
(۱۸۳)- × ، ۱ ، ٦- کرکے ، ۲ ، ٥ ، ۸- اب لك نہ آئے
۹ - کس سوت نے ناتوں لگائے ، ٤ ، ٥ ، ۱۰
سوك ، ۹- سوکناں ، ۷ - کن دتیوں نے ، م -
(۱۸٤) - × ، ۱- وفاداری ، ۷- سے ، ٦ ، ۸ ، م- ایتادکھ ت
کے پیو کو (؟) ، ۲ - غریباں ، ۸ -
(۱۸٥) × ، ۲ ، ۳ ، ٥ ، ٦ ، ۹ ، م - نہ بوجھی یکدم از م
آئے کربات ، ٤ - نہ بوجھی آئے کر یکدم ص
بات ، ۷ - نہ پوچھی یکدم ارمس آن کر بات ، ۸
(۱۸٦) - جو دل میں تھا ، ۷ ، م - جانے تھی (؟) ، ۱۰
کری کیوں تم ھمن سوں ، ٤ ، ۸- ھمن سوں کیوں کر
تھی ، ٥ - کری تھی کیوں ھمن سوں آشنائی ، ۷ ، ۱۰
(۱۸۷)- × ، ۱ ، ۳ ، ٥ - دل نہ لیجیے ، ۲ - جانتے ، ٤
من نہ کیجیے ، ٦ - من نہ دیجیے ، ۷ ، ۸- پریت ، ۲ ، ٦
سے ، ٦ ، ۸ - باچھنے ، م -
(۱۸۸)- × ، ۱ ، ٥ ، ۷ ، ۸ - کٹیے سو برس پیو ، ۲ - کٹ

پیو چاندنی ، ٤ - کئیے لور چاندنی (؟) ، ٦ - جان دے ، ۹ ، ۱۰ - نمبر ۹ اور ۱۰ میں مصرع الٹ گئے ھیں -

(۱۸۹) - یہ شعر صرف ن ۳ میں ھے -

(۱۹۰) - X ، ۱ ، ۳ ، ٥ - آرھا ھے ، ٤ - آ گیا ھے ، ٦ - آوتا ھے ، ۷ - آلگا ھے ، م - ملو تو دیکھ لیو نا پھر دغا ھے ، ۲ - ملوں تو واوا نا توودا ھے ، ۸ - ملو دیکھ لو نا تو دغا ھے ، ۹ - ملو تو دیکھ اور نا تو دغا ھے ، ۱۰ -

(۱۹۱) - X ، ۱ ، ۸ - درد تم نے کچھ نہ جانے ، ۲ ، ٥ - ھمارا درد ، م - ھماری بھی پرت تم کچھ نہ جانی ، ۷ ، ۸ - تجھ نے ، ۱۰ -

(۱۹۲) - X ، ۱ ، ٥ - ھں کے کاج سوں ، ۲ - ھمارے کام نو ، ٦ - ھمارے کام میں ، ٤ - کام موں ، ۸ - ھمیں سب کام دھیرج تم دھرت ھو ، ۷ - ن نمبر ۹ میں یہ شعر ۱۹۳ کے بعد ھے -

(۱۹۳) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - تیرے ، ۹ - دلبر تمھارے ، ۲ ، ۳ -

(۱۹٤) - X ، ۱ - اگر ، ۹ - چھاڑو ، ۲ ، ٥ - چھاڈو ، ۹ - کرو ھو ، ٤ ، ٥ - کرت گیا ھو ، ۸ - مجھے چاڈو کرونی کیوں کھکیڑا ، ۷ -

(۱۹٥) - X - ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - جانان ، ۲ ، ۳ - پردیس ، ۹ - وس

دیس ، ۲ - ارے میں آکے ، ۲ - ارے ٹلک ، ۷ ، ۸

(۱۹۶) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - تجے ، ۷ ، ۸ - کچھ حشن ، ۹ -

(۱۹۷) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - کٹھن ھیگا پیا بن ، ۲ - کہو کو
جا سجن سوں ، ۲ - پیا سے ، ۷ ، ۸ - کہے کوُاو حا
پیا سنگ ، ۱۰ -

(۱۹۸) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ماہ ، ۷ ، ۸ ، ۹ - ماکھ موں
مکھ آ ، ۲ - دوسرا مصرع :- پڑا سانسا مجھے جیو
کے رھن کا ، ۳ - بھروسا نئیں مجھے جیو کارھن
کا ، ۷ ، ۸ - پڑا سانسا مجھے جی کے رھن کا ،
۹ - ن ۱۰ میں اس کے بعد کے اشعار عنوان " بیان
ماہ پھاگ " کے تحت درج ھیں -

(۱۹۹) - X ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ن ۷ ، میں یہ شعر " ماہ پھاگن "
کا پہلا شعر ھے اور اس طرح ھے :
کیا جب ماہ دونا دکھ بھیا ری
جو آیا ماہ پھاگن کیا کروں ری

(۲۰۰) - کیا اب ، ۱ ، ٥ - کیا سب ، ٤ - کیا جب ماہ ،
۱ ، ٤ ، ٦ ، ۷ ، ۸ - سکھی ھے ھے کہ پردیسی
نہ آیا ، ۱ - پیا پردیس چھایا ، ۸ - سلونے شیام کو
پردیس بھایا ، ۹ - ن ۷ ، ۸ میں یہ شعر " ماگھ "
مہینے کا آخری شعر ھے -

(۲۰۱) - یہ شعر صرف ن ۹ میں ھے - ن، م میں دوسرا
مصرع اس طرح ھے - سجن پردیس نت دکھڑا بھروں
ری - اور ن ۷ میں یہ اس طرح درج ھے :

سجن بن دیس مجھ سونا بھیاری (؟)
سجن پردیس نت دکھ میں بھروں ری

(۲۰۲) ارے اب تم یہ مننو یہ درد مجھ سوں، ۱ - ھن کا،
۲ - یہ درد من سوں، ٤، ٥، ٦، ٨، م - یہ درد مں
سے، ۹ - درد مند سوں، ۷ - تم درد من سوں،
۱۰ - جلا فرقت سے پردیسی سجن کا، ۲ - دکھڑا
مجھ سجن کوں، ۷ - کہے کوئی، ۱۰ - سجن سے
، ۹ -

(۲۰۳) - کہے بامھن، ۱ - کہیں برھن، ۲، ۷ - سلونے
روپ، ۱ - سبھوں نے رنگ روپ اپنا بنایا، ۷ -
رنگ پایا، ۲، م -

(۲۰٤) - چلی ھنستی ھوئی، ۷، ۸ - چلیں بن بن، ۱۰ - مدرسوں،
۲، ٤ - اپنے مندھر سوں، ۷، ۸ - جا اپنے سجن
سوں، ٤، ٥ -

(۲۰٥) - ×، ۱ - مزعفر، ۲، ۳، ۹، ۱۰ - معطر چولیاں سب
پہن، ٦ - چوریاں، ۳ - مظفر چونری، ٤، ۷، ۸ -
سو ھار نکائی (؟) ۷، ۸ - پہن آئیں، ۱۰ - کہرموں

مہنگا بھراویں، ۲ - کھر میں مانگا، ۳ - رنگ سے
مانگیں، ٤ - سبھوں میں کھورے مانگا چرائیں (؟)،
٦ - سبھوں نے رنگ سیں، ۹ - موتیوں مانگاں
جمائیں . م -

(۲۰٦) - ×، ۲ - ڈاروں، ۳ - سرمہ سب ھیں ڈاریں، ٤ -
سرمے سیاہ، ٥ - بچشم دل سیاھی سرمہ ڈاریں،
۷ - بہ چشم مست سیاھی سرمہ ڈاریں، ۹ - لب دنداں،
۸ - اب ار دنداں، ۱۰ -

(۲۰۷) - ھر یکس، ۱۰ - کروں کیا، ۱، ۲، ۳، ٤، ٥، ٦،
۹ - مہوتی بڈائی، ۱، ٦، ۹، ۱۰، - ھوئے بڈائی،
۲، ٥، - ھوتی برائی، ۳، م -

(۲۰۸) - ×، ۳ - ز مژگاں تیر و ار ابرو کماں کج، م - ن ۷،
۸ میں یہ شعر ۲۰۹ سے قبل ھے -

(۲۰۹) - بن ھے مکھ پر سب، ۲ - غمز ھے گامھ پر، ٤ -
بن رھا، ۷، م - گلے ھے بد پڑی، ٦ - گلے، ۸ -
گرے مالے پڑے، ۱۰ - اور پائے، ۹ -

(۲۱۰) - دو زلفاں کنج خوبی، ۱ - لگا ھاں گنج، ۳ - کرکاں
ساجن، ۱، ۲، ۸، ۱۰ - مرکاں، ٦ - بل کھائے، ۳،
٤، ٥ - زلفاں کی زو فن، ۷ - جوں ناگ کاپھن،
۹ - کج کھائے، م -

(۲۱۱) - که گردم تك کسی کون ڈنك ، ۱ - که گر وه یك ،
۲ ، ۶ - کسو کے ، ۳ ، ۵ - ارے یهنا ك جسکون ڈنك لاوے ،
۷ - که گرذره کسی کو ڈنك لاوے ، ۸ - اگر ٹك
وه کسی کے ، ۹ - اگر وه ناگ کس کو ڈس کے
جاوے ، م - زهر وس کی قیامت لگ ، ۲ - ڈسیا
اوس کا ، ۷ - زهر اوس کا ، ۸ ، ۱۰ ، م -

(۲۱۲) - دوسرا مصرع : وگر سازد نگاهے ، ۱ - نماید
یك نگه در سوئے ، م -

(۲۱۳) - سے - آواز ، ۳ - بچهوان کی ، ۷ ، ۱۰ - سنے ازهر
طرف ، م - ابرن بهرن ، ۳ - اپنی برن اور روپ
سنگار ، ۵ - سارسنگار ، ۶ - تهاٹ سنگار ، ۷ - ساته
سنگار ، ۸ -

(۲۱٤) - زهر سومست هوشیار ، ۳ - رود هوشم ز هرسو مست
سرشار ، ۷ - مست و سرشار ، م - لے بر کتف ، ۳ ،
۶ - در کتف ، ۸ -

(۲۱۵) - اپنے سے ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۶ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، م - اپنے
سون ، ۲ -

(۲۱۶) - × ، ٤ - رنگاں کے مٹکاں ، ۲ - رنگوں کے کهیلیں ، ۶ -
رنگوں کے شیشے ، ۹ - رنگوں کے مٹکیں ، ۱۰ -
بهرے مٹکے رنگوں کے ، ۵ - م - اچهیں ، ۷ -

(۲۱۷) - کلال اور رنگ لیئس ناریں ، ۱ - بھری ہیں شکل
ناری ، ۲ - بھئی ہیں لعل ، ٤ - بھرے اولعل، ٥ - ہوئیں
ہیں لعل ، ٦ - بھری ہیں لال ساریں ، ۷ - نال ناری ،
۱ - نال نیاری ، ۳ - بیا کے تال ، ٦ - نال ساریں ، ۷ -
بیا کے ساتھ ، م -

(۲۱۸) - × ٥ - کہیں ... کہیں ۱، ۳، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، م -
کہیں مردنگ کہیں ڈھولک یو باجے ، ۷ - اور طور
گاجے ، ۱ ، ٤ ، ٦ ، ۸ - سرندہ اور طنبور
گاجے ، ۲ - وز تور گاجے، ۳ ، ۱۰ - اور تار گاجے،
۷ - ہور طور گاجے ، م -

(۲۱۹) - عبروں کو ، ۲ - عبروں سے ، ٤ - گاویں بجاویں،
۱ ، ٤ - ہولی مچاویں ٦ - کھیلیں کھلاویں ۸ -

(۲۲۰) - × ، ٦ - غرائب دوھریں ، ۱ - اسی میں دوھرے ، ٤ -
اپس سوں دوھرے غزلاں ساویں ، ۱۰ - غزلاں ،
۷ ، ۸ - ہولیاں ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ۷ ، ۸ -

(۲۲۱) - کھیے موں ، ۲ ، ٥ ، ۸ - پیراتن جلاوے ، ۲ - پ
یرا ، ۳ ، ٤ - موراتن ، ۱ -

(۲۲۲) - دھالاں لڈتیاں ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ۷ ، ۹ - دھاراں دھومیاں ،
٦ ، ۸ - دھاراں دیتیاں ، ۱۰ - سب مل کرت ہیں ۲ -
ناریاں عشرت کرت ہیں ، ۷ - سب کچھ کرت ہیں ، م -

(۲۲۳) - اری میں ، ۲ - سکھی میں رہ گئی ، ٤ - ونے رھی ، ٥ - ولے میں رہ گئی ، ۷ - حاتے ، ۱ ، ۸ ، ۱۰ - جائے مجھ اُپر ، ٤ ، اُپر دن ، ۹ -

(۲۲٤) - × ٥ ، ٥ - تم کو پیا ، ۱۰ - نہیں کچھ فکر تجکو پیا کچھ دکھ ، ٦ - پیا تمکو نہیں ، ۸ - تجے کچھ فکر ، ۱۰ - د سے ، ۱ ، ٦ ، م - م سون ، ۷ - مطلق یاد سو ، ۷ - مجکو مطلق یاد سون ، ۱۰ -

(۲۲٥) - دوسرا مصرع : کہ اب لک گھر او ا کہ اهر حاکے پھر گھر هو ، ٥ آئے تا هنوز گھر تم پھر نہ انے (؟ ۷ ، گھر تم کیون نہ آنے (؟) ۸ کہ کون نہ آئے ، (؟) ، ۱۰ -

(۲۲٦) - × ٥ ، ٥ - خطائے ، ٤ - سیر ے ۲ ، سو بھی پھر ، ۷ -

(۲۲۷) - جان زتن چلتا رہے گا ، ۱ ، ۳ ، ۷ - اگن غم میں جگر جلتا رہے گا ، ۱۰ ، آئے کر پھر کیا کرے گا ، ۷ -

(۲۱۷) - گلال اور رنگ لیئس ناریں ، ۱ - بھری ھیں شکل
ناری ، ۲ - بھئی ھیں لعل ، ٤ - بھرے اولعل، ٥ - ھوئیں
ھیں لعل ، ٦ - بھری ھیں لال ساریں، ۷ - نال ناری ،
۱ - نال نیاری ، ۳ - پیا کے تال ، ٦ - نال ساریں ، ۷ -
پیا کے ساتھ ، م -

(۲۱۸) - × ٥ - کہیں ... کہیں ،۱، ۳ ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، م -
کہیں مردنگ کہیں ڈھولك یو ناجیے ، ۷ - اور طور
گاجیے ، ۱ ، ٤ ، ٦ ، ۸ - سازندہ اور طنبور
گاجیے ، ۲ - اور تور گاجیے، ۳ ، ۱۰ - اور تار گاجیے،
۷ - ھور طور گاجیے ، م -

(۲۱۹) - عبیروں کو ، ۲ - عبیروں سے ، ٤ - گاویں بجاویں،
۱ ، ٤ - ھولی مچاویں ٦، - کھیلیں کھلاویں ، ۸ -

(۲۲۰) - × ٦ ، - غرائب دوھریں ، ۱ - اسی میں دوھرے، ٥ -
اپس سوں دوھرے عزلاں مساویں ، ۱۰ - غزلاں ،
۷ ، ۸ - ھولیاں ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ۷ ، ۸ -

(۲۲۱) - کھیے موں ، ۲ ، ٥ ، ۸ - میرا تن جلاوے ، ۲ - تن
میرا ، ۳ ، ٤ - موراتن ، ۱ -

(۲۲۲) - دھمالاں لڈتیاں ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ۷ ، ۹ - دھماراں دھومیاں ،
٦ ، ۸ - دھماراں دیتیاں ، ۱۰ - سب مل کرت ھیں ، ۲ -
ناریاں عشرت کرت ھیں ، ۷ - سب کچھ کرت ھیں ، م -

(۲۲۳) - اری میں ، ۲ - سکھی میں رہ گئی ، ٤ - وئے میں ھی
رھی ، ٥ - ولے میں رہ گئی ، ۷ - جاتے مجھ اُپر ،
۱ ، ۸ ، ۱۰ - جائے مجھ اُپر ، ٤ ، ٥ - مجھ
اُپر دن ، ۹ -

(۲۲٤) - × ٥ ، ٥ - تم کو پیا ، ۱ - نہیں کچھ فکر تجکو ہے ، ۲ -
پیا کچھ دکھ ، ٦ - پیا تمکو نہیں ، ۸ - تج کون ، ۱۰ -
کچھ فکر ، ۱۰ - یاد ہے ، ۱ ، ٦ ، م - مشکل یاد
سوں ، ۷ - مطلق یاد سو ، ۷ - مجکو سارا ، ۲ -
مطلق یاد سوں ، ۱۰ -

(۲۲٥) - دوسرا مصرع : کہ اب اك گھر کو اپنے تم ، ۲ -
کہ ادھر جاکے پھر گھر ھوائے آئے ، ۳ - کہ
تا هنوز گھر تم پھر نہ آئے (؟ ، ۷ ، ۹ - ا هنوز
گھر تم کیوں نہ آئے (؟) ۸ - کہ ا هنوز تم گھر
کوں نہ آئے ، (؟) ، ۱۰ -

(۲۲٦) - × ٥ ، ٥ - خطائے ، ٤ - سیرے ، ۲ ، ۸ - حبر میری
سو بھی پھر ، ۷ -

(۲۲۷) - جان زتن چلتا رہے گا ، ۱ ، ۳ ، ۷ - دوسرا مصرع :
اگن غم میں جگر جلتا رہے گا ، ۱ ، ٤ ، ۰ ، ۸ - اگر نہ
آئے کر پھر کیا کرے گا ، ۷ - کہو یہ حون

کس کے گل پڑیگا، ۹ - نسخہ نمبر ۷ ، ۸ میں یہ
شعر ۲۲۹ کے بعد ھے -

(۲۲۸) - زودی زود آرے، ۹ - گلے سون گل، ۲ ، ۳ -
مہر کر کے گلے سون مجھ لگاؤ ، ۷ ، ۸ - مجھسے گل
سون لگاؤ ، ۱۰ - لگارے ، ۹ -

(۲۲۹) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ارے بالم ، ۷ ، ۸ ، ۱۰ ، م -
پاؤں ، ۲ ، ۳ ، ٤ - پایں ، ۹ ، ۷ ، ۸ - ترے پیّاں
پڑوں گی ، م - قربان کروں گی ، م -

(۲۳۰) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ھورھوں ری ، ۲ - جو کچھ
مجکوں کہے گا سو سنوں گی ، ۷ ، ۸ - دل و جان تجھ اُپر
قربان کروں گی ، ۹ - جو کچھ مجھ کون سَہاوے گا
سہوں گی ، ۱۰ - جو کچھ مجکو سناوے گا
سنوں گی ، م -

(۲۳۱) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، م - آورے آو ، ۷ ، ۸ -
آؤ گھر رے ، ۱۰ - دکھلاؤ رے آؤ ، ۷ ، ۸ -

(۲۳۲) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ھورھی ری ، ۹ - نمانی جو دیوانی ،
۷ ، ۸ - نمانی بل دِوانی ، ۹ - نمانی چہ دِوانی ، م -

(۲۳۳) - × ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - گھر آو اگن میری ، ۲ -
ارے آؤ جلن ، ۷ - ارے گھر آؤ ، ۱۰ - کنتھا ،

۱۰ - موری سہو، م - ۱

(۲۳٤) - X، ۱، ۳، ٤، ٥، ٦ - دکھ کہوں گی، ۷ - دکھ سناؤں، ۹ - دوسرا مصرع:

غم اوپر غم کہو کب لگ سہوں ری، ۲ -

نہیں یو دکھ ایسے کب لگ بکوں گی، ۷ -

نہیں طاقت مجھے کب لگ سہوں رے، ۹ -

نہیں آدر ایسے کب لگ سہوں رے، ۱۰ -

(۲۳٥) - X، ۱، ۳، ٤، ٥، ٦ - ھے آخر اسے، ۷، ۹ - اپنے سر، ۷ - نمانی کی صبر، ۲ -

(۲۳٦) - X، ۱، ۳، ٤، ٥، ٦ - اری او دھو، ۷، ۱۰ - او دھو کو سب قصہ سنایا، م - جھگڑا بجھایا، ۷ - جھگڑا جتایا، م -

(۲۳۷) - X، ۱، ۳، ٤، ٥، ٦ - نہ جانے، ۲ - نہیں آون کیا کیا جتن کیجے، ۹ - نہ مانا اُن کہا کیا چین کیجے، ۷ -

(۲۳۸) - X، ۱، ٤، ٥، ٦ - مشہور ھے جو چیت ہوئیں، ۲ - نقل مشہور جب یو بخت الٹے، ۷ - جو بخت روٹھے، ۹ - میت ہوئیں، ۲ - بھئے جب، ۷ - بھئے سب بیر بھائی میت کھوئے، ۹ - بھئے سب

میت اخوان خویش کہوئے، ۱۰ -

(۲۳۹) - × ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ - کوئی من میت
میرا ، ۷ - پیو کون سویرا ، ۷ -

(۲٤۰) - × ، ۱ ، ٦ - دیہین ، ۲ - سب نیہی پری ، ٥ -
تمہارے ہجر سے گہر میں پڑی رہے، ٤ - حو ماری
آہ ہجران .... ری ، ۷ - بہ نار ہجر سب دیہی
جرے ری ، ۸ - ہو ری بھئے ری ، ۲ - گہر کت
رہ رھی ری ، ۳ - گہر کت رم رھے ری ، ٥ -
ہوری برے ری ، ۸ -

(۲٤۱) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - گیا پہاگن ، ۹ -

(۲٤۲) - سکہی اب ، ۱ ، ٥ ، ۹ - سکہی یہ، ٤ ، ۷ ، ۸ ،
م - آئی سہائی ، ۱ ، ۲ - آئی تو ائی ، ۳ ، ٤ ، ٥ -
آئی نوائی ، ۸ ، ۹ - سکہی اب چیت مانس آیا
تو آئے ، ٥ - آئی نہ آئی ، ۷ - گیا حب ماہ پہاگن
چیت آیا ، ٦ - احہوں لگ آس میری ، ۱ - بر نہ
لائی ، ٥ ، ۷ - پہولی پہلواری اور سب رنگ لایا ،
٦ - اجہوں آنند ، ۱۰ -

(۲٤۳) - پہلواریاں ری ، ۱ ، ۳ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ، ۱۰ -
ناریاں ری ، ۱ ، ۳ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ، ۱۰ - سیریں ، ٤ ،
٥ ، ۸ - کرین عشرت ، ۱۰ ، م - کرین ہیں سب ،

۹ - سیر آ، ۲ -

(۲٤٤) - × ، ۵ ، ٦ - هار پھولوں کے ، ۱ - بھنور پھولوں کا ، ۲ - لڑی پر پھول پھولن کی ، ٤ - رهیں هیں ناریاں پیو کے گلے لاگ ، ۷ ، ۸ - سونی هیں ناریاں پیو کے گلے لاگ ، ۹ - کی لگی آگ ، ۲ ، ۷ ، ۸ ، ۹ - داغ ، ۱۰ -

(۲٤۵) - سہاری ، ٤ ، ۸ ، م - درد و غم هم نے سہا ، ٦ - سہا هے ، ۸ - درد و دکھ ، ۱۰ - هر دم دهے ری ، ۲ - هر دم رها ری ، ٤ ، ٦ - هر دم رها هے ، ۷ - دیاری ، ۸ - دیے ری ، ۱۰ - هر دم دیا ، م -

(۲٤٦) - × ، ۵ ، ٦ - دن رین مجھ سا گن ، ۲ - ڈسے ، ٤ ، ۸ - جگ هنسے هے ، ٤ - پھروں دوری ، ۱۰ -

(۲٤۷) - × ، ٤ ، ۵ - پریم پھانسی ، ۲ ، ٦ - مرے گر میں پھنسی هے ، ۹ - گل موں ، ۲ ، ٦ ، ۷ - گر موں ، م - هوا مرنا مرا ، ۱ - اورن کی هانسی ، ۷ - بھیا مرنا مرا ، ۸ - نوٹ : میر حسن نے یہ شعر اپنے تذکرہ میں نقل کیا هے -

(۲٤۸) - پھروں تھی ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٦ - روتی پھروں ری ، ۷ - موں ڈرتی پھروں تھی ، ۸ - پھرے تھی ،

۹ ، ۱۰ ـ نصیحت بہت اپنے کو ، ۱ ـ نصبحت اپنے
کو آپی ، ۲ ـ نصیحت میں میں ، ٤ ـ نصیحت آپ
کون نسدن کرون ری، ۷ ـ نصیحت میں اپن کون
نت کرون تھی ، ۸ ـ کرے تھی ، ۳ ، ٦ ، ۹ ـ
کرون تھی ۱ ، ٤ ، ۸ ، ۱۰ ـ

(۲٤۹) ـ بنچھی کی لگن ، ٦ ـ اری سکھ دے ، ٤ ، ۸ ـ
اری دے دل ، ۷ ـ هزاران دکھ نه دیجے ، ۸ ـ
هزارون ، ۹ ـ هزاران دکھ نه لیجیے ، ۱۰ ـ

(۲۵۰) ـ × ، ٦ ـ مسافر سے ، ۱ ، ٤ ، ۹ ، م ـ رو رو
گنوایا ، ۲ ـ روتے ، ۳ ، ۷ ـ جنم اپنا ، ۹ ، م ـ

(۲۵۱) ـ نین برجی نا ، ۱ ، ۳ ـ پر چین نا ، ۲ ـ برچھی نا
٤ ـ برچھی نا رهی هے ، ۵ ـ دو نین برچی نا ، ٦ ـ
برچی نارهی ری ، ۷ ، ۹ ، ۱۰ ـ بر چھہاریا هین
م ـ لے کر پرانے بس ، ۱ ـ بس پڑی هے ، ۵
بس کیا هین ، م ـ

(۲۵۲) ـ یه شعر صرف ن ۳ میں هے ـ

(۲۵۳) ـ × ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ۵ ، ٦ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ـ
پیا دل دے سٹك چلتے رهے ری ، ۷ ـ
دونون مانی سدا جاتی رهے ری ، ۳ ـ
اری اے تین لی رسوا کر رے ری ، ۷ ـ

(۲۵٤) - یه شعر صرف ن ۳ میں درج ھے -

(۲۵۵) - × ، ٥ ، ٦ - بحالم ای صبا بھر خداری، ٤ ، ۸ - باقی
ھماری، ۲ ، ۳ - باتان ھماری ۷، - پیایا حاسنا، ۹ -

(۲۵٦) - × ، ٥ ، ٦ - تم ھی ھمن سے، ۱ - دل نے ھمن سیں ،
۳ ، ۱۰ - دل مول ھمن سول ، ۲ - کری دل سول
ھمن سول بے وفائی ، ۷ - کریں ... آشنائی ، م -

(۲۵۷) - × ، ٥ ، ٦ - اے جان میں کھایا ، ۱ ، ۸ - ارے
میں جان کے کھایا دغا ، ۲ - دغا ، ۳ ، ۹ ، ۱۰ ، م -
ارے اے جان من کیا یادگاری ، ٤ - ارے انجان
میں کھائی دغاری ، ۷ - تجھ سے ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ،
م - تجھ ایسے سنگدل ، ۱۰ -

(۲۵۸) - × ، ٥ ، ٦ - کہار کہے کی ، ۲ - تو گھر کہتے کی ،
۳ - کر گئیے کی ، ٤ - گھر گئیے کی ، ۷ - اب تو
گئیے کی ، ۸ - کر کہی کی ، ۱۰ - پھروں ھوں ،
۸ - مرت ھوں، م -

(۲۵۹) - × ، ۱ ، ٥ ، ٦ ، ۷ - نارھا ، ٤ - اری بل نیك ،
۸ - تن میں ، ۹ - بل بدوہ تن سوں ، ۱۰ - خاکستر
بھیاری ، ٤ -

(۲٦۰) - تم نہ کیجو ، ۱ ، ۷ ، م - آن کر ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۸ - خبر
میری سبیرے آن لیجو ، ٥ ، ٦ - شتابی درعقب ، ۲ -

پکھ نہ کیجو، ۷ - دیدار دیجو، ۷ ، ۸ -

(۲٦۱) - X ، ۲ - چلتی رہے گی، ۳، ۵ ، ۱۰ - پیا بن برھنی، ۳ ، ٤، ۵، ۷، ۹ -

(۲٦۲) - یہ شعر بیساکھ کے ذکر میں پہلا شعر ہے ، ۱ ، ٤ ، ۵ ، ۱۰ - ارے بھادوں ارے ساون، ۱ - کہاں ساون کہاں بھادوں کہاں ہے ، ۷ - کہاں ساون کہاں بھادوں کہاں رہے، ۸ - کہاں بھادوں ارے ساون کہاں رہے ، ۹ ، ۱۰ - کہاں ہے ... جہاں ہے ، م - ملوٹك آئے یہ فانی جہاں ہے ، ۷ - ملوٹك آئے پردیسی جہاں ہے ، ۱۰ -

(۲٦۳) - کروں کیسا ، ۱ - پھروں کیسے ، ۲ - کھرے کیا، ۳ - کریں کیسے ، ٤ ، ۸ - رھوں کیسے ، ۵ - کروں کیسی ، ٦ - گیا چیت ، ۷ - بھری کیسی ، ۱۰ - کہ کویل انبہ پر ، ۱ - کویل بھی ، ٤ - انبہ چڑھ کے ، ٦ - کویل پھر ، ۹ - کویل نے اللہ برہ پر شور لایا (؟) ۱۰ -

(۲٦٤) - یہ شعر صرف نمبر ۹ میں درج ہے -

(۲٦۵) - یہ شعر صرف ن ۹ میں درج ہے - م ، میں اسطرح ہے - جری سر پاؤں اگ ہے ہے اکیلی -

نوٹ :۔ مطبوعہ نسخے میں شعر نمبر ۲٦۷ کے بعد
یہ اشعار ملتے ھیں ۔ ان میں بہت سے نا موزوں
اور غلط درج ھیں :۔

سنی آواز اور کویل کی بتیاں
پڑے کیوں چین دن رین مجھ چھتیاں ؟
کھڑی کیسی لگی ھے آگ تن میں
پڑی پیچھے تڑپتی ھے اگن میں
بھولے ٹیسو لگی ھے آگ بن میں
حرے حیوڑا ، پڑی ھے آگ من میں
دیہی سر پاؤں لگ برا گ سبتی
ھوئی حل کویلا اس آگ سبتی
اری کویل کہو پردیس جائے
سبھی بتیاں ھمن پر اس کو سمجھائے ؟
ارے تجکو پیا پردیس بھایا
برھنی کو دیا تیں دکھ سوایا
ارے دارو اسے دکھ کرو کم (؟)
پگ اس کے لیے مرے سر پر دھرو تم
نمانی کرو نصیحت ھیں دوانی (؟)
بھئی جو درد سوں تیری نمانی

(۲٦٦) ۔ ھمارے پی ، ۱ ، ۱۰ ۔ پیو گھر نا ھیں ، ۲ ۔ اجہوں

گھر نہ آئے ، ۳ - گھر اجھوں نہ آئے ، ۵ ، ٦
اجھوں لگ ، ۱۰ - اجھوں نا گھر ، م - کے
پڑے ری ، ٤ ، ۸ ، م - کن سوت نے باتوں لگائے
۵ ، ٦ - ارے کن دوتی ، ۷ -

نوٹ : - ن ، ۸ میں یہ شعر جیٹھ مہینے کے تحت نقل ہے

(۲٦۷) - × ، ۱ ، ۳ - اس ماہ ، ۱۰ - ہمن حیران و سرگرد
پھرت ہیں ، ۲ ، ٤ ، ۵ ، ٦ ، م - ہمن سی خوا
سرگرداں پھرت ہیں ، ۷ - ہمن حیران سرگرد
پھرت ہیں ، ۸ - ہمن سی خوار و سرگردار
پھرے ہیں ، ۱۰ -

(۲٦۸) - در ہر دوعالم ، ۷ - بھیا امروز سکھ ، ۸ - بھیا ـ
سکھ انند ، م - خدا پر ہے مرا معلوم حالم ، م -

(۲٦۹) - × ، ٦ ، م - از بس بھیا ری ، ۲ - مرا سب سک
۱۰ - تنم بے خوابی سے میرا بھیاری ، ٦ - سے
بھیاری ، ۷ - تنم بے خواب جیو (ن) ، ۸ -

(۲۷۰) - × . ۵ ، ٦ - سکھی یہ دن کو میں کیسے بھروں گ
۲ ، ۱۰ - یہ دن کہو کیسے بھروں گی ، ۵
سکھی یہ دن کہو ، ۷ - ایکلا کیسے بھروں ری
۹ - دن رین کیسے بھروں گی ، م - اب بس ، ۱ -
بکھ ، ۲ - نہیں اب صبر میں ، ٤ -

نہیں ہے صبر مجھ، ۸ - بکھ، ۱۰ - مروں گی، ۱۰ -
فکر بس کہا کر، م -

(۲۷۱) - X، ۵، ۶ - سجن سے، ۱۰، ۹ - سجن کو، ۲ - کہے
دکھ کوئی مرے جانی سجن سوں، م - جلن سے،
۱ - کہ آ کر وہ دکھے مری جلن کو، ۲ - ملے آکر
وہی جانم جتن سوں، ۷ - ملیں (آن کے) زود
بیراگ من سے، ۹ - بھلا ہے تب کہ چھوٹے جان
تن سوں، م - نوٹ: - مطبوعہ نسخے - (م)
میں اس شعر کے بعد یہ دو شعر درج ہیں :-

گیا پیا کہ کنتھا گھر نہ آئے
بھٹے پر دیس میں جا بس پرائے
سکھی اس رُت اگر ساجن نہ آویں
مروں گی میں، مجھے جیتا نہ پاویں

(۲۷۲) - لگو یہ جیٹھ، ۱ - دیکھوں اب جیٹھ سوں دھوپاں
پڑت ہیں، ۲ - لگا اب جیٹھ یہ، ۴ - لکھوں اب
جیٹھ میں دھوپاں پڑت ہیں، ۵ - سکھی اب جیٹھ
میں دھوپاں پڑھے ری، ۷ - ایا اب جیٹھ، ۸ - لگی
اب جیٹھ رت دھوپاں پڑت ہیں، ۹ - لگو اب جیٹھ
یہ، ۱۰ - سکھی اس جیٹھ میں دھوپیں پرت ہیں، م -
بھرت ہیں، ۲، ۵، ۹، م -

لگا اب جیٹھ رے دھو یاں پڑت ری

همن یك خوار و سرگرداں بھرت ری ، ٦ -

(٢٧٣) - × ، ٢ ، ٨ - آگ موں غم کی ، ١ ، ٤ - اب آگ غم کی موں ، ٣ ، ٦ - همن هی آگ غمکیں موں ، ٥ - همن اس آگ غم کی میں بھرت هیں ، ٧ - همن اس آگ غم مین یوں ، ١٠ - همن اس آگ غم کی میں جرت هیں . م - علاوه دوسرے دھو یاں پڑت هیں ، ١ ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٦ - علاوے دوسرے پاواں حرت هیں ، ٧ - اوواں پڑت هیں ، ٩ - علاوے دوسرے لویاں پڑت هیں ، ١٠ -

(٢٧٤) - × ، ٣ - ناریاں سب . ٢ ، ٣ - بچھائے تخت اوپر چاندنیاں ری ، ٥ - بٹھیاں هیں تخت اوپر ناریاں ری ، ٧ - تخت پر سب ناریاں ری ، م - پیا کے سنگ ، ٥ ، م - ساریاں سب ، ٢ ، ٣ -

(٢٧٥) - × ، ٢ ، ٦ ، ١٠ ، م - دوسرا چھڑکاؤ کرتے ، ٥ - چھڑکاؤ کرتیاں ، ٧ - باؤ کیجیے ، ١ - باؤ دیجے ، ٤ ، ٨ - باؤ کرتے ، ٥ - فراش بادکش کی باؤ لیتیاں . ٧ - فراش و بادکش کی باؤ کیجیے ، ٩ -

(٢٧٦) - کے اے سکھی هیں اب پیا ، ١ - جو هووین کے

سکھی اس رت پیا گھر ، ۱۰ - ھیں میسر ، ۳ ، ٦ ، ۷ -

(۲۷۷) - X ، ٤ ، ٥ ، ۸ - همارے پا برهنه ، ۱ - همارے
پانو تلک هے دهوپ برسیں ، ۲ - گھر سیں ، ۲ -
پی باج در در ، ۹ - پیو باج در در ۱۰ - دوڑتی
بے تاج در در ، م -

(۲۷۸) - X ، ٥ - دوپہری ا یکلی ، ۱ - دوپہری دهوپ هی
کیا ، ۸ - ٹهیك میں ، ۹ - بهرت هیں ، ۹ - جستجو
میں میں بهرت هوں ، ۳ ، ٤ - پیا کی نت جو میں
بنتی کرت هوں ، ٦ . من میں کرت هوں ، ۷ -
میں نت کرت هوں ، ۸ - پیا کے پاس بن رووت
مرت هوں ، ۹ -

(۲۷۹) - X ، ۱ ، ٥ ، ۸ - پگن موں ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، c ،
٦ ، ۱۰ - پهپهولے هو چلے سارے بدن موں ، ۱ ،
۲ ، ٥ - سکهی لو هو چاہے سارے بدن موں ، ٤ -
نوٹ :- ن ٤ میں اسکے بعد یه شعر هے :

اری یه کاگ نے مهینوں جلایا
پیا کی جستجو نے سر دکھایا

(۲۸۰) - X ، ۷ ، ۸ - اٹهے بیٹهے کی ، ۲ - جان بلب کب
لگ ، ۲ . نه جانوں جان به تن کب لگ رهے ری ،
۳ - جیو دکهت کب لگ ، ٤ - جان زتن ،

۵ - تمامی دیہ برھا (سے دھی) رے ، ۹ - تن
میں جان کب لگ رھے ری ، ۱۰ - جانِ من ، م -
نوٹ : ن ۹ میں اس کے بعد یہ نا مکمل شعر ھے :
چھٹے اب جیوڑا دوکھ سے ھمارا
لکھے ھے سب جگ دکھ اوار ؟؟

(۲۸۱) - ×، ۲ - لون تیری ، ۱ ، ٤ ، ۵ ، ۹ - گو سینیاں ۸ -
نسخہ م میں اس کے بعد یہ شعر بھی ھے :
پیارے بن گئی سدھ بدھ جو موری
ارے میں تو بھئی بن دام چیری

(۲۸۲) جا کہے کوئی ، ۱ - کوئی جا کہے ، ٤ ، ۵ ، - سکھی
جا کون بولے ، ۷ - سکھی گر کوئی کہے جا ،
۱۰ - دلربا سے ، ٤ ، ۹ - داربا کون ، ۵ - پر جفا سے ،
۱ - پر جفائے ، ۲ - پر جفا اور ، ٤ - جفا گر بے وفا
سون ، ۵ ، ٦ - سکھی کوئی جا کہے اوس ، ۸ -
بے وفا و پر جفا سے ، ۹ - بے وفا سون ، پر جفا سون ،
۱۰ - پر جفا و خود نما سون ، م - نسخہ م میں اس
کے بعد یہ شعر ھے :-
تمامی درد دکھ اس یاوری کا
کہ سازد فکر کچھ اس داوری کا

(۲۸۳) - × ، ٤ ، ۵ ، ۸ - کہ بارہ مانس بھی تم بن بہائے ،

۲ ـ که باره مانس ، ۳ ـ رو رو ، ٦ ـ یه گیارا ماس میں
روتے کنوائی ، ۸ ـ اورے ظالم اجهوں تم گهر
نه آئے ، ٦ ـ

(۲۸٤) ـ × ۱ ـ ترے غم سوں یه لب جاں آرها هے ، ٤ ـ
۸ ـ سلگتا جیو ابوں پر آرها هے ، ٥ ـ سکن
جیونین پر آرها ری ، ۲ ـ یه نکسے جیو ، ۳ ـ سسکتا
جی ، ۷ ، م ـ سسکتا جیو ، ۸ ، ۹ ـ
شکسته جیوں کیوں نرا رنا هے ، ۱۰ ـ

نوٹ : ـ ن نمبر ۷ میں اس کے بعد یه شعر هے (والا جاں
زتن باهر پڑیگا) جو دوسری جگه درج کیا جاچکا هے ـ

(۲۸٥) ـ × ، ٤ ، ٥ ، ۸ ـ اپنے کو دکهاؤ ، ۱ ، ٦ ، ۹ ، م ـ اپنے
کوں ، ۷ ، ۱۰ ـ

(۲۸٦) ـ × ، ۲ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ ـ

(۲۸۷) یه شعر صرف نسخه م میں هے اور تسلسل شعری کے
پیش نظر داخل کر لیا گیا هے ـ

(۲۸۸) ـ آساڈه ، ۸ ، ۹ ـ نه جانو ، ۱ ـ

(۲۸۹) ـ × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ـ سنوری رات کی ، ٦ ـ موری کهانی ،
۲ ، ۳ ، ٦ ـ کر کو موڑ کے ، ۲ ، ۳ ، ٦ ـ کر
کو موڑ کر ، ۷ ، ۹ ، ۱۰ ـ

(۲۹۰) چاو ، ۲ ، م ـ سرسوں ، ۲ ، ۹ ، ۱۰ ـ نئے سر سے مجهے

دکھڑا دیا ری، ٥، ٦، م۔ مصرع اول شعر نمبر
١٤٥ کا مصرع دوم ھے جو اس سے قبل آچکا ھے۔

(٢٩١)۔ ز دیدہ اشك باران دل گرفتم، ٤۔ ن ٤، ٦ اور
٨ میں مصرعوں کی ترتیب موخر مقدم ھے۔
ن م مین یہ شعر جیٹھ کے ماہ میں درج ھے۔ اشك
افگندن، ٧۔

(٢٩٢)۔ یار اغیار، ١٠۔ یار و غم خوار، م۔ بجز حق کس
ندیدم در جہاں یار، ٧، م۔

(٢٩٣)۔ ×، م۔ ن ١ میں یہ شعر ٢٨٨ کے بعد درج ھے۔
خدارا درد مارا، ٧۔

(٢٩٤)۔ دیگر نہ نالم، ٢۔ دیگر نیا یم، ٤، ٥، ٦۔ دوسرا
مصرع ع بجز تو نیست دیگر در خیالم، ٢۔ بجز
او نیست، ٦۔ نباشد بادشاھم، م۔ دیگر نباشم،
١٠۔ نمائی شب بروز بادشاھم، ١٠۔

(٢٩٥)۔ بہ مقسومم. م۔ برون آرم، ١، ٢، ٤، ٦، ٧،
٨۔ برون آور ز اندوہ ندامت، ٩۔ کہ برھانم
ز اندوہ غرامت، ١٠۔

(٢٩٦)۔ یہ شعر صرف ن ٦ اور ١٠ میں درج ھے۔
خود را بہ رحمت، ١٠۔ صحیح کن (خارج
از وزن)، ١٠۔

(۲۹۷) - اری میں سو گئی ، ۵ ، ٦ ، ۸ - ابواب عنایات ، ۱ -
ابواب حاجات (خارج از وزن) ، ۲ - ابواب مہات ،
٤ ، ۵ ، ٦ - ابواب فتوحات ، ۳ - چوں ابواب
حاجات ، ۷ - ابواب مرادات ، ۸ - ابواب مناجات ،
۱۰ -

(۲۹۸) - یاریاں سب ، ۱ - گاوتیں هیں . . . آوتیں هیں ، ۱۰ -

(۲۹۹) - × ، ٤ ، ۵ - بڑے دیوان میں ، ۱ - بڑے ایوان
موں ، ۲ ، ۳ - مرے ایوان میں هے شمع سوزاں ،
٦ ، ۸ - بھئی هے روشنی سارے مندرماں ، ٦ -
مندل ماں ، ۸ - میرے مندرماں ، ۱ -

(۳۰۰) - نه دیکھی ، ۷ - عجب حیران بھئی ، ٤ ، ۵ -

(۳۰۱) - یه شعر صرف ن ، ۳ - میں درج هے -

(۳۰۲) - کنے ، ۱ ، ۳ ، م - سکھی تعبیر ، ۲ ، ۷ - کنھوں ،
۵ - آخر گشته ، ۲ - کنھاں ، ۹ -

(۳۰۳) - × ، ۲ - سادی ، ٦ - شاداں ، ۷ - اری یه بات سن
شرما رھی رہے ، ۸ - سادھی ، م - دیکھن کو ، ٤ - نس
دیکھن ، ۵ - دیکھن هوں لگی ، ٦ - مین گئی رہے ، ۹ -

(۳۰٤) - ایکتا آوتا هے ، ٤ ، ۵ - بخوبی ماہ را ، ۱ ، م -
بحسن ماہ ، ٤ - بحسنت ماہ کو ، ۸ -

(۳۰۵) - یه شعر صرف ن ، ۳ - میں درج هے -

(۳۰٦) - X ، ۲ ، پاڻ پڙی ، ۱ ، ۵ ، ٦ - پیاں پڑی ، ۳ - سکھی
میں دوڑ کر پاین پڑی ری ، ۷ - دوڑ کر پایوں پڑی
ری ، ۸ - لیتی ، ۱ - اپٹی کرے ، ٦ - لائے گلے ری ،
۷ ، ۸ - لینی ، کرے لائے ، ۹ - پایں ، ۱۰ -

(۳۰۷) - X ، ۵ - وصل یار ، ۲ - چه دلها یار ، ٤ - رها جی ،
۳ ، ٦ - زراهے یار پایا ، ۱۰ - دکھڑا گنوایا ، ۲ ، ۷ -
جھگڑا چکایا ، ۳ - دکھڑا مٹایا ، ٤ -

(۳۰۸) - X ، ۸ - چولاله سرخ گشته ، ۱ ، ۲ ، ۳ - چولاله
گشت سرخ رنگ رویم (خارج از وزن) ، ۷ -
بهر دم کعبه وصلش بجویم ، ۲ - گفتگوئے حاں ،
٤ - گفت جامی را ، ۷ -

(۳۰۹) - ن ۱۰ میں حضرت جامی کے اس شعر سے قبل یہ
ذیلی عنوان قائم کیا گیا ھے - " قول حضرت جامی " -
خوشا وقتے ، ۳ ، ۱ -

(۳۱۰) - X ، ۳ ، ۵ - چراغ روشنائی ، ۷ -

(۳۱۱) - X ، ۵ ، ٦ ، ۸ ، م - یه عشق ، ۲ - دیکھو اس عشق ، ۷ -
دکھی پاچھے مجھے دکھڑا دیا ری (؟) ، ۷ - به غم دیگر ،
۲ - دیکھو یه عشق ، ۱۰ -

(۳۱۲) - X ، ۵ - چو سروشطرنج ، ۷ - یه عشق سازی ، ۹ -
ندانی چوپڑ وشطرنج ، ۱ ، ۱۰ -

(۳۱۳) - X ، ۵ - نجانوں، ۲ ، ٤ ، ٦ ، ۷ - ایسا نجانوں ، ۸ - تمی ،
۱ - تجھے بس آگ ، ۲ - تھیں ، ٤ ، م - آگ غم کی
موں نہ پڑنا ، ٦ - اس اگن ، ۸ -
(۳۱٤) - X ، ٤ ، ۵ - نجانوں، ۲ ، ٦ ، ۷ - محبت خانہ را موسی محانوں
(؟)، ۷ - خانہ بھانمی نجانو (؟) ، ۸ ، ۱۰ - خانہ را بامی(؟)، ۱۰ -
(۳۱۵) - X ، ۲ ، ٤ ، ۵ ، ۷ - عشق و عشرت کو نچھورو ، ۸ - ن من
سو نچھورو ، ۸ - ارے یہ عشق و عشرت ، ۹ - بیا کا
نؤں ، ۱۰ - تن من میں ، م -
(۳۱٦) - X ، ٤ ، ۵ ، ٦ ، ۷ ، ۸ - یکدھے آسودگی ، ۱ ، ۳ -
ایك دم ، ۲ - نیستم ، ۳ - اندوہ و غم آلودگی ، ۱ ، ۳ -
پالودکی نیست (؟) ، ۳ ، م -
(۳۱۷) - X ، ۲ ، ٤ ، ۵ - کیوں دکھڑا بھرت ھو ، ۳ - بناحق ، ۷ -
عبث اس (آگ میں) غم کی جرت ھو ، ۷ - غم موں
کیوں مرت ھو ، ۸ - بن موت غم میں ، ۹ -
(۳۱۸) - X ، ۵ ، عشق کا بیڑا ، ۱ - عشق کا بنڈا ، ۹ -
(۳۱۹) - X ، ٤ ، ۵ - مجھ پر ڈھیلا ، ۲ - اب یك قدم چلنا ، ۳ ، ٦ -
بھیا تھا یك قدم چلنا ، ۸ - بھیا اك دم مجھسے جیونا ، ۹ -
بھیا اب یك قدم جانا ، ۱۰ -
(۳۲۰) - X ، ۵ - دلدار پاؤں ، ٦ - جو در غم زیستم غم خوار پایا ،
۱ - چو لرزیدم زجاں ، ۲ - چو درد غم غم غم خوار ، ٤ -
جو قربانش شدم ، م - چو در زندان غم غم خوار پاؤں ، ٦ -

چوور زیدم غمے، ۹ - چوں در زندان غم، ۸ -

(۳۲۱) - × ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ۵ - تمامی روز و شب ، م -

(۳۲۲) - × ، ۱ ، ۲ ، ۵ - اگر بردار ھے تیں ھمچوں منصور -

(۳۲۳) - × ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ۵ - جاں دادن برستی، ٦ - ہ ترمی ، ۹ - در برمی ، ۳ - نہ رمتی ، ٦ - در بے برمی، ۹ - خود پرمتی ، ۸ - در سرشتی ، ۸ -

(۳۲٤) - × ، ۱ ، ۲ ، ۵ - احقر ازین ، ٤ ، ۱۰ ، م - خموش آخر ، ۳ ، ٦ - کنھوں ، ۳ ، ٦ ، ۱۰ - بیدرد اس دکھ کی نجانی ، ٦ - کہنو نے حدّ اس غم کی ، ۸ - کسونے سار ، ۹ - ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر ۳۲۵ کے بعد آیا ھے -

(۳۲۵) - × ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ۵ - بیا اے دلربا ، ۹ -

نوٹ نمبر ۱ - ن ۲ میں شعر نمبر ۳۲۰ کے بعد یہ دو شعر مزید درج ھیں :

درین دنیا نہ کیجے آشنائی
که پچھتاونا پڑے جب ھو جدائی
قصہ سارا کہا گوپال افضل
که شد معشوق سوں عاشق کو واصل

نوٹ نمبر ۲ - ن ۸ میں شعر نمبر ۳۱۴ کے بعد یہ اشعار آتے ھیں :

ولے فارغ ز درد عشق دل نیست
تن بیدرد او جز آب و گل نیست

ز عالم رویت آورده غم عشق
که باشد عالمے خوش عالمے عشق

غم عشق از دل کس کم مبادا
ولے بے عشق در عالم مبادا

فلك سر گشت از سودائے عشق است
چناں پُر فتنه از غوغائے عشق است

اسیر عشق شو کازاد باشی
غمش در سینه نه تا شاد باشی

مئے عشقت دهد گرمی و مستی
دگر افسردگی و خود پرستی

اگر مجنوں نه مے زیں جام خوردے
که اورا در دو عالم نام بردے

هزاراں عاقل و فرزانه رفتند
ولے از عاشقی بیگانه رفتند

نه نامے ماند ازیشاں نے نشانه
نه در دست زماں و آشنانه

بسا مرغان خوش الحان رفتند
که خلق از ذکر ایشان لب نه بستند

چو اهل دل زعشق افسانه گوید
حدیث بلبل و پروانه گوید

بگیتی گرچه صد کار آزمائی
همی عشقت دهد از خود رهائی

متاب از عشق رو گرچه مجازیست
که از بهر حقیقت کار سازیست

بلوح اول الف باتا نخواند
بقرآن درس کردن کے تواند

شنیدم شد مریدے پیش پیرے
که باشد در سلوکش دستگیرے

بگفت از پا نشد در عشقت از جای
برو عاشق شو آنگه پیش من آی

که بے جام مئے صورت کشیدن
نیاری جرعۂ معنی چشیدن

ولے باید که در صورت نمانی
وزین پُل زود خود را بگزرانی

چو خواهی رخت در منزل نهادن
نباید برسر پُل ایستادن

بحمد الله که تا بودن درین دیر
براه عاشقی بودم سبک سیر
چو دایه ناف من بے مشک دیده
بہ تیغ عاشقی نافم بریده
چو مادر بر لبم پستان نهاده
بخوب خواری ز عشقم شیر داده

تصحیح :- (۱) اشعار نمبر ۱۶۲ اور ۱۶۳ سہواً دوبارہ
نمبر ۲۳۶ اور ۲۳۷ پر درج ہو گئے ہیں -
اسطرح بکٹ کہانی کے کل اشعار کی
تعداد ۳۲۲ ہے -
(۲) اشعار نمبر ۱۶۱ اور نمبر ۲۳۵ کے پہلے
مصرعے یکساں ہیں -
(۳) اشعار نمبر ۱۵۸ اور نمبر ۲۲۳ تھوڑے سے
تغیر کے ساتھ یکساں ہیں -

نادر غزلیات حسن شوقی

مرتبہ

حسینی شاہد

نادر غزلیات حسن شوقی

مرتبه

حسینی شاهد

حسن شوقی[1] کے نام سے ہم جس شاعر سے واقف ہیں، اس کا اصلی نام شیخ حسن[2] اور تخلص شوقی تھا۔ شوقی کے حالات نہیں ملتے۔ ابن نشاطی نے پھولبن میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

حسن شوقی اگر ہوتا تو الحال
ہزاروں بھیجتا رحمت منبج اُپرال

اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ پھولبن کی تصنیف (۱۰۶۶ھ) کے وقت شوقی کا انتقال ہو چکا تھا۔ سخاوت[3] مرزا نے مناقب شاہ حبیب اللہ بیجاپوری ابن احمد ابن خلیل، مولفۂ عبدالقادر کے حوالے سے انکشاف کیا ہے کہ وہ شاہ حبیب اللہ کا مرید تھا اور شاہ صاحب کا مادۂ تاریخ

---

(۱) مولوی عبدالحق نے حسن شوقی (رسالہ اردو، جولائی ۱۹۲۹ء) اور ڈاکٹر زور (اردو شہ پارے ص ۱۰۲) اور نصیرالدین ہاشمی نے (دکن میں اردو، ص ۱۹۹، چھٹی اشاعت) نے حسن نام بتلایا ہے۔ (۲) سخاوت مرزا، رسالہ اردو، اپریل ۱۹۵۴ء، ص ۱۳، ۱۴ (۳) » » »

وصال "قطب آخر زماں" اسی نے نکالا تھا۔ جس سے
پتہ چلتا ھے کہ شوقی نہ صرف محمد عادل شاہ کا ھم عصر تھا
بلکہ اس نے سلطان ابراھیم عادل شاہ جگت گرو کا زمانہ
بھی دیکھا تھا۔

شوقی ایک سیلانی شاعر تھا۔ وہ احمد نگر، بیجاپور
اور گولکنڈہ کے درباروں سے وابستہ رھا ھے۔

مولوی عبدالحق نے سب سے پہلے شوقی کی مثنویوں،
فتح نامۂ، نظام شاہ یا ظفر نامۂ نظام شاہ اور میزبانی نامۂ
سلطان محمد عادل شاہ کا پتہ چلایا اور ان کے متعلق ایک
تعارفی مضمون رسالہ اردو[1] میں شائع کیا تھا۔ ان مثنویوں
کے مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، کے
کتب خانے میں محفوظ ھیں۔ کسی اور کتب خانے
میں ان کا کوئی اور نسخہ ابھی تک دستیاب نہیں ھوا ھے۔

فتح نامۂ نظام شاہ میں اس ویصلہ کی لڑائی کا حال
بیان کیا گیا ھے جو سلاطین دکن اور رام راج کے درمیان
ھوئی تھی۔ دکن کی سیاسی تاریخ میں اس جنگ کو بڑی
اھمیت حاصل ھے۔ رام راج لڑائی میں مارا گیا اور اس
کے سامراج کا خاتمہ ھو گیا۔

اس جنگ میں سلاطین دکن کو ان کے اتحاد کی

---

(۱) رسالہ اردو، جولائی ۱۹۲۹ء۔ یہ مضمون "قدیم اردو"
میں بھی شامل ھے ص ۷٤ تا ۹۲۔

وجه سے کامیابی حاصل ہوئی تھی ۔ علی عادل شاہ، ابراہیم قطب شاہ، نظام شاہ اور برید شاہ نے میدان کار زار میں بے جگری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا تھا لیکن شوقی نے فتح کا سہرا نظام شاہ کے سر باندھ کر حق نمك ادا کیا ھے۔ یہ مثنوی شعر اور تاریخ کے حسین امتزاج کی وجہ سے دکنی ادبیات میں بڑی اھمیت رکھتی ھے۔

فتح نامۂ نظام شاہ کو اگر تاریخی اھمیت حاصل ھے تو میزبانی نامہ کو اپنے عہد کی سماجی اور تہذیبی زندگی کی آئینہ داری کی وجہ سے امتیاز حاصل ھے۔

سلطان محمد عادل شاہ کی ایك شادی اس کے وزیر مصطفی خان کی لڑکی تاج جہاں بیگم[1] سے ۱۰۴۲ ھ میں ہوئی تھی ۔ میزبانی نامہ میں اس شادی کا ذکر ھے اور سلطان کی میزبانی، شہر گشت، مصطفی خان کی مہمانی، جہیز کی تفصیل، جشنوں کی دھوم دھام، محلوں کی آرائش، آتش بازی کی کیفیت، دربار کی شان و شوکت اور تقریبوں کے اہتمام وغیرہ کا بیان بڑے دلکش انداز میں کیا ھے۔ اس مثنوی سے بیجاپور کا ایك عہد ھماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ھے اور اس عہد کی سماجی

---

(۱) محمد نامہ، کتب خانہ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ ص ۱۴۷ بحوالہ علی گڈھ تاریخ ادب اردو۔

زندگی، تہذیب و شائستگی، رسم و رواج، آداب اور رکھ رکھاؤ کا ہم براہ راست مطالعہ کر سکتے ہیں۔

شوق پُرگو اور نادر الکلام شاعر تھا۔ رزم اور بزم دونوں میدانوں میں اس نے اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ مرقع کشی، واقعہ نگاری، منظر کشی اور جزئیات نگاری میں اس کا جواب نہیں۔ اس کی تشبیہوں اور استعاروں میں بڑی ندرت اور تازگی ہوتی ہے۔

وہ ایک کامیاب غزل گو بھی تھا۔ اس کے ہاں حدیث دلبری بھی ہے اور طلسم فن بھی۔ مولوی عبدالحق نے اپنے مضمون میں اس کی تین غزلیں نقل کی تھیں، جن کے مطلع یہ ہیں:

دلبر سلونے نین پر کھینچی ہے سوکا خوب تر
خطاط جیوں مارا رقم چھندوں نٹ کے صاد پر

کُھب کُھب رہی ہے من میں تیری زُلف کی کَھب کَھب
مسج جیو کے گلے میں پڑیا ہے طوق غب غب

تج نین کا ماتا ہے جو اس جام سیتی کام کیا
تجہ زلف کا کافر اسے اسلام سیتی کام کیا (۱)

---

(۱) راقم کی بیاض میں یہ شعر اس طرح ہے:
تجہ حسن کا ماتا جو کوئی اس جام سیتے کام کیا
تجہ زلف کے کافر کتیں اسلام سیتے کام کیا

سخاوت مرزا نے اپنے مضمون "قدیم اردو کی ایک نایاب بیاض" میں مزید دو غزلیں ۲ اور ایک نظم پیش کی ھیں:

تجھ مکھ کنول کنولے بدل جگمیں سو رنگ لالہ ھوا
تجھ زلف تھے اپچھیا بھور دوجا بھوتك کالا ھوا

جنے تجھ برہ پا دکھیں جہنم کا جنم پکڑے
اونو نے حوض کوثر تے کھنڈی یکپل نہ پکڑے

ھمیں ھیں برھنی باولی پیئے ھیں مے محبت کا
نہ کہہ ناصح نصیحت مجھ نہیں حاجت نصیحت کا

راقم الحروف کے ھاں دکھنی کی ایک قدیم بیاض ھے جس میں کئی معروف اور غیر معروف شعراء کا کلام محفوظ ھے۔ اس بیاض میں شوقی کی چند غیر مطبوعہ غزلیں اور ریختیاں بھی ھیں۔ یہاں صرف پانچ غزلیں پیش کی جاتی ھیں۔

(۱)

تیرے دسن ۳ ھور لبل کے اوصاف ھوے جب باغ میں
لالا دکھوں رویا رکت ٤ یکسا ہ ھیا ٦ انار کا

---

(۱) رسالہ اردو، اپریل ۱۹۵٤ء (۲) ان تین غزلوں کے علاوہ عبدالحق والی غزل نمبر ۱ میں تین شعر کا اضافہ کیا ھے (۳) دانت۔ (٤) خون (۵) کھلنا، شگفتہ ھونا، تار تار ھونا، پھٹنا (٦) دل۔

تیرے زُلف کے دام کوں زاهد کہیں تسبیح هے

بھمن[1] کہیں سیوا یھی زنار هے کفار کا

حس شہر میں بستا هے تو سب جگ هے اس کا معتقد

مومن کہیں مکہ یہی کافر کہتے هیں دوار کا

تج زلف کا سبت پیا سا تو سمندر سات بُند

خورشید یک گوهر اهے تج حسن گوهر بار کا

صورت منے[2] هے بادشاہ سیرت منے درویش حوں

یوسف توں هے کر کیوں کہوں پن[3] هے توں یوسف سار کا[4]

عشاق کے مذهب منے قبله مجازی نیں روا

قبله حقیقت کا یہی دیدار تج دلدار کا

اے مشک بو هندوی صنم عالم معطر هو رهیا

تج طرۂ طرار میں نافه اهے تاتار کا

تج خال هے رخسار میں یا هے بهورا[5] گلزار میں

یا مصر کے بازار میں زنگی کهڑا رنگبار کا

دل جام جم هے شاہ کا ''شوق'' نه کر اظہار کچھ

شاهنشهِ عادل[6] کمے حاجت نہیں اظہار کا

---

(۱) برهمن (۲) میں (۳) لیکن (٤) مانند (٥) بهونرا۔

(٦) محمد عادل شاہ ۔

(۲)

لئی۱ دن ہوئے سریجن۲ لکھ کر پتر نہ بھیجیا
کچ راز کی نشانی مجھ یاد کر نہ بھیجیا

رو رو صبح کیا میں تیری خبر کے آوے
باد صبا کے ہاتوں کچھ کبھ خبر نہ بھیجیا

بڑھا زہر پیا میں مرنا ہوا ہے میرا
دلبر طبیب آپیں امرت ادھر۳ نہ بھیجیا

خوباں کی انجمن میں لالن۴ ہوا ہے ساقی
نرمل۵ شراب ہمکوں یک جام بھر نہ بھیجیا

"شوق" شکر شعر کی کھنڈیاں سوں بانٹتا ہے
طوطی طبع کوں میرے یک من شکر نہ بھیجیا

(۳)

تجھ گال کی سرخی انگیں یاقوت رومانی کدھر
تجھ اشک کے لالے انگیں لعل بدخشانی کدھر

تجھ زلف کے زنجیر تل ہے زرہِ داؤدی زبوں
ہور تجھ رتن حلقہ کنے مہر سلیمانی کدھر

میں یوسف ثانی تجھے سہواً کیا معذور رکھ
اِس ماہِ نورانی کنے وو ماہِ کنعانی کدھر

---

(۱) بہت (۲) محبوب (۳) ہونٹ (٤) محبوب (٥) مصفا، خالص۔

تیری گلی کی خاک اس ترکیب شمس هے اے قمر
اکسیر اعظم سامنے تو شادرِ کانی کدھر

"شوق" ھمارے عشق میں کئی زاهدان مشرك هوے
اس مذهب کفار میں تیری مسلمانی کدھر

(٤)

جوبن سو قد سهاوے اٹکے جو دھن ١ انگں میں
دو پھول ریاں سوں ڈالے ڈُلتے ٢ هیں جوں چمن میں

جب مانگ لا سنوارے موتی دسیں منارے
یا چاند سوں ستارے جھانکے هیں شام کھن ٣ میں

راتے ٤ نین سو رنگ ٥ هیں تو مست جوں مدن هیں
کرتے اپس میں جنگ هیں مکه نور کے صحن میں

سوھتا ٦ الك ٧ سو کالا دستا بھونگ ٨ بسالا ٩
بستا هے کوڑ سکالا بج بین کے انجن ١٠ میں

عشاق آنجوں ١١ جھوویں ١٢ سُد کهو دیوانے هوویں
فرهاد مجنوں روویں یه ساز سن کفن میں

---

(١) عورت ، محبوب (٢) جھومنا (٣) آسمان (٤) ڈورے دار ، مست (٥) خوش رنگ ، سرخ ، خوبصورت (٦) زیب دیتا ۔
(٧) زلف (٨) بھجنگ ، سانپ (٩) زهریلا (١٠) کاجل (١١) آنسو ۔
(١٢) بہائیں ۔

دیتا ہے تج الہی ناریاں کی بادشاہی
حوراں پریاں میں شاہی تیری ہے تربھون ۱ میں
"شوق" کی ہے پیاری ھنس ھنس کہے سو ناری
مشہور غزل تماری جوں سُور ہے ۲ گگن ۳ میں

(۵)

جاناں تجے جو دیک کر بُہو ۴ چھند بھری ۵ کتے ھیں
کوئی حور، کوئی پدمن، کوئی شہ پری کتے ھیں
تج زلف شب قدر میں جھمکیں سو رنگ عزارا
کوئی چاند، کوئی زھرا، کوئی مشتری کتے ھیں
تج نین کے انجن کوں ھو راھداں دیوانے
کوئی گوڑ، کوئی بنگالا، کوئی سامری کتے ھیں
من از فراق رویت رو رو سمند بھرایا
کوئی گنگ، کوئی جمنا، کوئی ساونوری کتے ھیں
جب عارفاں کی صف میں "شوق" شعر پڑیا ہے
کوئی خسرو ھلالی، کوئی انوری کتے ھیں

---
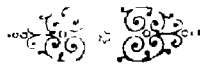
(۱) سورگ (بہشت) مرتبہ (دنیا) پاتال (دوزخ) مراد کائنات۔
(۲) سورج (۳) آسمان (۴) بہت (۵) عشوہ طراز۔

چند نادر دکنی رباعیاں

(سنه ۱۱۹۹ ھ تک)

سیدہ جعفر

دکنی ادب میں دوسری اصناف سخن کے مقابلے میں رباعیاں کم ملتی ھیں - اس کی ایك وجه غالبًا یه بھی تھی که دکنی شعراء کا رجحان زیادہ تر مسلسل اور طویل شعری کارناموں کی تخلیق کی جانب رھا ھے - یه صحیح ھے که دکنی ادب میں رباعیاں خال خال نظر آتی ھیں لیکن حیرت کی بات یه ھے که ان میں مختلف موضوعات اور متنوع اور رنگا رنگ مضامین سمٹ آئے ھیں - دکنی رباعی کہیں نغمه سرمدی ھے ، کہیں رندانه سرمستی اور اٹکھیل ، کہیں پند و موعظت کا گران بہا سرمایه اور کہیں عشق کا اتھاہ سمندر -

دکنی کے رباعی گو شعراء نے اس صنف سے مختلف کام لئے ھیں :-

(۱) کبھی رباعی مثنوی کے قصے کو آگے بڑھانے میں مدد دیتی ھے - وجھی کی "قطب مشتری" میں اس کی مثالیں موجود ھیں -

(۲) بعض وقت دکنی مثنویوں میں کسی شخصیت کے پر زور تعارف کے لئے بھی رباعی کی صنف سے مدد لی گئی ھے -

مثلاً قصہ "ماہ اکر کل" میں جو منصور شاہ، طاؤس طناز، شہناز اور عسکری پہلوان کی مہمات عشق اور محار بات کا ایک دلچسپ قصہ ہے، ناصر نے وزیر کے تعارف کے لئے مثنوی سے ہٹ کر رباعی کی مدد لی ہے۔

(۳) رباعی کبھی کسی مربوط اور مسلسل شعری تخلیق کے ارتباط کو برقرار رکھتی ہے تو کبھی قصے کی تکمیل کے لئے بھی استعمال ہوئی ہے۔ کبھی خیال کی موثر ترجمانی کے لئے تو کبھی بطور عنوان یا سرخی، مثنویوں میں لائی گئی ہے۔

(٤) بعض وقت کسی خاص تصور کی وضاحت کے لئے بھی رباعی سے مدد لی گئی ہے۔

(٥) دکنی ادب کے نثری کارناموں میں بھی رباعی کی صنف سے خیال کی پر اثر ترجمانی کا کام لیا گیا ہے۔ جہاں نثر نگار کو یہ احساس ہوتا ہے کہ کسی خاص موقعے پر نثر سے زیادہ نظم، بلند آہنگ، زور دار اور پر اثر ہو سکتی ہے، وہاں نثر میں بڑے سلیقے اور خوش اسلوبی کے ساتھ رباعی کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی بہترین مثالیں میراں یعقوب کی "شمائل الاتقیاء" اور وجہی کی "سب رس" میں ملتی ہیں۔

(٦) دکنی رباعیوں کے موضوعات اور اظہار کے پیکرون

میں بڑی ندرت ، تازگی اور دلفریبی نظر آتی ھے ۔ صنعت سوال و جواب غزل میں ایک خاص لطف اور دلکشی پیدا کر دیتی ھے ۔ بعض دکنی شعراء نے سوال و جواب کے انداز میں بڑی خوبصورت رباعیاں کہی ھیں ۔

(۷) رباعی میں جو زیادہ تر پند و موعظت اور اخلاق آموزی کے لئیے استعمال کی گئی تھی ، دکنی شعراء نے عاشقانہ مضامین شامل کر کے اس میں ایک رنگینی ، شگفتگی اور نکھار پیدا کر دیا ھے ۔

ذیل میں چند نادر اور قدیم دکنی رباعیوں کے نمونے پیش کئیے جاتے ھیں : ۔

فیروز شاہ بہمنی[۱]

تجھ مکھ چندا جوت دسے سارا[۲] جیون
تجھ کان پہ موتی جھمکے تارا جیون
فیروزیٔ عاشق کوں ٹک یک جا کن[۳] دے
تج شوخ ادھر[۴] لب اھے شکر پارا جیون

(۱) (الف) فیروز شاہ بہمنی فارسی میں عروجی اور فیروزی تخلص کرتا تھا ۔ « تاریخ دکن » میں پروفیر عبد المجید صدیقی لکھتے ھیں «فیروز شاہ ادیب ھونے کے علاوہ اچھا شاعر بھی تھا ۔ عروجی اور فیروزی تخلص کرتا تھا » (صفحہ ۹۷)

(ب) « کلام الملوک » میں فیروز شاہ بہمنی کے تخلص کے بارے میں لکھا ھے « ابتداً عروجی تخلص کرتا تھا تخت نشین ھونے=

غواصی

پتلی کوں تری نـاؤں جو برجیس رکھیـا
مہتاب وهیں پاؤں پو آسیس[5] رکھیـا
اس ناز بھری آنك[6] کی سنگار[7] بدل
سر مے کی نمن جیو کوں میں پیس رکھیا

کہتی ہوں تسوں راست میں اے سروِ رواں
سچ مان که تج سا نه سَرُو وان هے نه یاں
آتـش هے ترا عشق اسـی آتـش کا
بوسور، سو شعله هے اگن[8] کا، بو دھواں

= کے بعد فیروزی تخلص رکھا » (صفحه ۱۰)
(ج) « دربار آصف » میں غلام صمدانی خان گوهر نے بھی فیروزشاه بهمنی کا تخلص فیروزی هی بتایا هے وه لکھتے هیں : ۔ « سلطان کو تمام علوم میں دخل تھا شعر بھی کہتا تھا ۔ عروجی اور فیروری تخلص تھا » (صفحه ۳۶)
(د) پروفیسر عبد المجید صدیقی نے فیروزشاه بهمنی کے کلام کا جو نمونه دیا هے اس میں یه شعر بھی موجود هے ۔ ملاحظه هو صفحه ۱۰۷ ۔

فیروزی قامت ورخسار آن خورشید تابان را
ر سرو و لاله می سنجد که بیند امیتازش را

(۲) فولادی آئنـه . (۳) بوسـه . (٤) هونٹ (٥) سر (٦) آنکھ (۷) سنگار (۸) آگ .

قدرت نہیں جو نفس کوں میں رام کروں
کیا آپس رکھے زھد سوں بدنام کروں
کالیك سینے کی دھوے جس میں نہ ھوئی
خورشید کے چشمے کوں اگر شام کروں

عاشق کو اھانت نہ کر اندیش کوں دیکھ
باطن میں ھے حیون شیر. نہ اس میش کوں دیکھ
جس ھات پکڑ عشق سر افراز کیا
سلطان کو اس حان، نہ درویش کوں دیکھ

اے یار اگر ساچ[1] توں میرا ھے شریك
یو سن اے تج دل پٹی[2] او بے سیك[3]
توں دور نہ ھو اھل صفا کے در تھے
جن دور نئیں اس در تھے خدا سوں ھے نزیك[4]

ھے عشق اگر توں تو سکو میلی[5] ھو
گر عشق ھوئے پاك تو توں چھیلی[6] ھو
بھر نین کی بدلیاں منے[7] انجھواں[8] کا تیل
جا یار کے بازار میں توں تیلی ھو

---

(۱) سچ (۲) سبق (۳) جس کو ھدایت نہ ملی ھو (٤) نزدیك.
(٥) میل رکھنے والا. کسی کو دوست بنانے والا (٦) چھیلا
(۷) میں (۸) آنسوؤں.

دی ختم نبیوں کا خدا تاج تجے
بخشا ھے دو عالم کا جنم راج تجے
یک توج۶ تو لا مکان کا مُلك لیا
ہونے کو فلك فلك پہ معراج تجے

اے تجہ، تو ولی حق سوں اچھے نت همراز
درگاہ تری قبلۂ ارباب نیاز
مخدوم توں میرا، تو ترا خادم مَیں
کر بندہ نوازی سوں مجے سر افراز

یکدم بی۱ جو حق یاد میں نئیں مار یا۲ ھے
بازی توں آپس عمر کی سب ھار یا ھے
جاں کندنی دنیاں کے جو پانے کوں کیا
جوں کھود کے ڈونگر۳ تو چوا۴ ماریا ھے

دن گئے پیچھے۵ مہاں کوں گرفتاری کیا
پھر گھر لینے علم کے دل آزاری کیا
بت نا رھے کر عمر ھراری ھو مقیم
آخر توں بسا سو کے تیری یاری کیا؟

دنیاں تے جو دھن پائے توں اے یار عزیز
ھے مرد تو کھائے گا کر رس کوئی۷ چیز

(۱) بھی (۲) گزارا (۳) پہاڑ (۴) چوھا (۵) بعد (۶) توھی (۷) رسیلی.

دنیاں بو نکو کہ ہو بخیلاں تے بات
مشاطہ کرے گا جو اگر سٹ ہوئی چیز

مہربان سوں میں یک دیس بوچھا پی کہنہ ۱
کم کم کی ۲ تمن مہر دے سے روزینہ
بولیا کہ تم نئیں مہر پچھان ۳ کیسے ہیں
ملتیچ ٤ رہتے ہیں ہمارا مسینہ

واجب نہیں پر دھن ۵ کوں دیکہت ہونا مور ٦
تس پر توں بڑا دھیٹ ۷ ہونا کرنا شور
ہنستا ہوں میں اس بات پو ہے بات رہی
جیوں مال پرائے کے اوپر مرنا چور

تجہ زلف کے ماراں کوں چوکانا ۸ مشکل
اس پیچ بھری سوں پیچ کہانا مشکل
دیکھو تو نظر میں کیوں نہ اندر کا پری
ہے سانپ انگے ۹ دئیے جلانا مشکل

دیکھیا سو تری عارض نورانی کوں
پکڑیا ہوں ادک ۱۰ دیپ کی حیرانی کوں

(۱) کہنا (۲) کیوں (۳) پہچانا (٤) مانتے ھی (۵) غیر عورت ـ (٦) استعارتاً مست ہونا (۷) بیباک، نڈر (۸) بچ نکلنا، دکنی میں اب بھی چوکانی دینا مستعمل ہے (۹) آگے، سامنے (۱۰) ادھک: زیادہ۔

دھابرا ھوی روے پویاں ۱ کر انکھیاں
دو پریاں ھیں مل کے ایك سامانی کوں

هٹکیا۲ سو میں دبك او دھن۳ ابروساں
مجہ پی نے پکڑ نئیں کے مجہ دل کے نشاں
مکھ موڑ کے سب بھول چلے سینه آه
کیوں تیر دیکھو دار چھپائی ھے کماں

خوباں سو بہوت بات کئی جاتی نئیں
نازك ھے انی طبع کوں خوش آتی نئیں
کاں۴ ان کوں ھنسی بو یاد رکھنے کا دماغ
سچ، پھول میں جا باس رھنے پاتی نئیں

خوبی نئیں یکتل په تیرے کس ھت میں
ھردے۵ کوں توں پھر مان نه کر عزت میں
آخر وھی اپڑے۶ گا تجے بے کم و بیش
اول جو لکھیا ھے سو تیری قسمت میں

خوباں منے۸ بیٹ۹ توں بسر کوڑیاں کوں
سن دیك اپس بانٹ لینا گوپیاں۱۰ کوں

---

(۱) پریشان (۲) چھیڑ کر بات کرنا (۳) عورت (۴) کہاں (۵) دل.
(۶) ھاتھ آنے گا (۷) میں (۸) بیٹھ (۹) بھول (۱۰) کوپیوں.

مجلس میں جواناں کی دسے مسخرہ پاك
ھووے تو بوڈا۱ مرد، ننھیاں چھوریاں۲ کوں

دنیاں۳ سوں نکو کھیل کے پُر درد منیں
جن داؤ میں سیڑیا سو ملیا گرد منیں
یو سب درشن جیو۴ کے نا کھلی۵ راز
پھانسی نہ دلا حگ کی چپ اس فرد منیں (؟)

کم داتوں کو جب کام پڑا سات روئے
دکھلانے اوسی وقت اپس دات روئے
جوں در نشہ ھو مگن پیوئے توں شراب
ھوی دل میں سو سے مکھ تے۶ ہری بات روئے

میراں یعقوب

یک رات نہ سوؤں تیری صحبت کے سکھوں۷
اور دوسری رات سوؤں نہ بچھڑے کے دُکھوں
تجھ درد سوں بیدار رھیتا ھوں دن و رات
پن۸ فرق ھے بیداری میں دونوں راتوں

جب کم نہ تھے تب بیچ ھم ھیں بولا
اسرار پوشیدہ تھے سو تمام میں کھولا
تھا میں ھی سنیا۹ میں کان اتھا میں وان
میں بن نہیں کوئی میں سنیا میں بولا

---

(۱) بوڑھا (۲) ننھی چھوریاں (۳) دنیا (۴) دل (۵) نہیں کھلتا
(۶) سے (۷) سکھوں (۸) لیکن (۹) شونیا: عدم۔

جب دوست کوں ڈھونڈنے چلے مردانے
چھاے قدم اپنے سوں ہوئے بیگانے
سنتاو و نہیں علم توں ہوتاں موندی (؟)
لیتا وہ نہ تھا عقل ہوئے دیوانے

علی عادل شاہ "شاھی"

مُج[1] باج[2] سکی[3] کس سوں ترا میل نکو
مل غیر سوں ہرگز توں کدھیں[4] کھیل نکو
اٹ پٹ جو نپٹ ہوں تو تجے بھور[5] بھلی
اسے جیو کی کڑی[6] ھات[7] رے مج ٹھیل[8] نکو

پیاسے کے لگا موں کوں چھنو جام نکو
جونے[9] پو سٹ[10] یک بوند ہو بدنام نکو
کئی دن گئے پچھن[11] دیئی سو یک بوسہ ادھار
لیے او توں، پھر رکھ مجہ پو ترا وام نکو

خواص خان

یو نقش بجا دل کوں سٹیا[12] کونے میں(؟)
اس غم سوں گیا وقت منجے رونے میں
غفلت میں پڑیا عمر گئی سب ھیہات
جوں رات گئی مفت بسر سونے میں

---

(۱) میرے (۲) بغیر (۳) سکھی (٤) کبھی (٥) صبح (٦) سخت دل۔
(۷) ھاتھ (۸) ڈھکیل (۹) لباس (۱۰) گرا کر (۱۱) پیچھے (۱۲) پھینکا.

هشیار سنبال آپ۱ کوں دنیا هے بُوری۲
اول یو بھولاتی، پیچھے کرتی کھوری۳
بولے هیں بزرگاں سو یو تمثیل سچ هے
کیا مار لینا پیٹ میں سُنّے۴ کی چھوری۵

سمجھے هیں اسے خوب یو دنیا هے بوری۲
انی۶ کوں اسے حڑتك کرنے کوں کھوری۳
موں۷ پر سو میٹھی دل میں گلے کا خنجر
دھرتی هے آرا دیکھو شکر کی چھوری۵

علی پیر

اس کی کنه ذات میں اهے عقل ملول
هے نسبتِ هستی منے روشن، توں نه بھول
ماهیت مخفی تو سدا ظاهر دیسے
ظاهر منے دیکھے تو دسے مخفی مول

---

(۱) سنبھال (۲) بری (۳) برا (٤) سونے (٥) چھری. (٦) نوك (۷) منه۔

۲۰۔ مفتون

تجھ پاس نہ کچھ متاع دنیا مفتوں

نہ حشمت دیں نہ جاہ دنیا مفتوں

کہنے کو تو جو ایک دل سو تجھ سے ہے پھرا

پھر کیوں ہے یہ عشق کی تمنا مفتون

ضیاء الدین پروانہ

پروانہ و شمع کی کہانی اپنی

کم کٹتی نہیں ہے زندگانی اپنی

آخر کہیے یہ کہ رات گئ دن نکلا

پیری آئی گئی جوانی اپنی

مرزا داؤد

ہم وصف علی میں جینا یادی دیکھے (؟)

آلائش کثرت سیں ا جدائی دیکھے

دیکھا دیکھا جدا نہ دیکھا واللہ

درپردہ ہم بندے کی خدائی دیکھے

---

(۱) سے۔

اسد علی خاں تمنا

نظارہ اگر چشم خماری نہ ہوا
زخمی پلکوں کا جو تماری[2] نہ ہوا
ہے جنبش مژگاں میں دلِ بسمل آہ
اُوچھا سا ہوا یہ تیر کاری نہ ہوا

محمد باقر آگاہ

گھیرا ہے عجب حیرت سرشار مجھے
دن ہو گیا مانند شبِ تار مجھے
پندار خودی کیا دل افگار اگر
بِن لطف ترے کوئی نہیں یار مجھے

(۱) تمھاری -